مفتی غلام سرور لاہوری

حدیقۃ الاولیا

پنجاب کے اکابر صوفیہ کا مستند تذکرہ

یعلمهم الحکمۃ ویزکیهم

تصوف فاؤنڈیشن

۱۴۱۹ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (القرآن ۶۲:۲)
تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم
بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقاصدِ عظیمہ تھے
ان ہی مقاصد کے لیے "تصوف فاؤنڈیشن" وقف ہے
يزكيهم يعلمهم الكتاب والحكمة
تصوف فاؤنڈیشن
۱۴۱۹ھ
بانی: ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی
فون ۰۴۲-۷۵۹۹۵۴۳

حدیقۃ الاولیا

پنجاب کے اکابر صوفیہ کا مستند تذکرہ

تألیف

مفتی غلام سرور لاہوری

المتوفی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء

تحقیق و تعلیق

محمد اقبال مجددی

○

تصوف فاؤنڈیشن

لائبریری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات

۲۴۹ / ر این سمن آباد ــ لاہور ــ پاکستان

سٹور دم : المعارف ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

یکے از مطبوعات تصوّف فاؤنڈیشن

○

کلاسیک کُتب تصوّف

ناشر	:	ابونجیب حاجی محمّد ارشد قریشی بانی تصوّف فاؤنڈیشن - لاہور
طابع	:	زاہد بشیر پرنٹرز - لاہور
سال اشاعت	:	۱۴۲۰ھ — ۲۰۰۰ء
قیمت	:	۱۵۰؍ روپے
تعداد	:	پانچ سو
واحد تقسیم کار	:	المعارف۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔ پاکستان

۳-۱۵-۰ — ۵۰۶ — ۹۶۹ — آئی ایس بی این

○

تصوف فاؤنڈیشن ابونجیب حاجی محمّد ارشد قریشی اور ان کی اہلیہ نے اپنے مرحوم والدین اور لختِ جگر کو ایصال ثواب کے لیے بطور صدقہ جاریہ اور یادگار یکم محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کو قائم کیا جو کتاب و سُنّت اور سلف صالحین و بزرگانِ دین کی تعلیمات کے مُطابق تبلیغ دین اور تحقیق و اشاعت کُتب تصوّف کے لیے وقف ہے۔

انتساب

حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

علم و حکمت کا یہ آفتاب بھی ۱۷ نومبر ۱۹۹۹ء کو غروب ہو گیا

رفتید ولے نہ از دل ما

○

پیش لفظ

۱۹۷۴ء کے اوائل کی بات ہے کہ مرتب کتاب ہذا پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ تاریخ میں متعلم تھا' ایم اے کا مقالہ لکھتے ہوئے خیال آیا کہ مفتی غلام سرور لاہوری کی مختصر سی کتاب حدیقۃ الاولیاء کو حواشی کے ساتھ مرتب کر دینا چاہیے' مفتی صاحب سے میں اپنے آغاز مطالعہ سے ہی واقف تھا ابھی ساتویں جماعت کا طالب علم تھا کہ مفتی صاحب کا مولفہ مشہور تذکرہ خزینۃالاصفیاء خریدا اور اس کے مندرجات ں ایک فہرست مرتب کی۔ اسی انسیت کے تحت میں نے ایم اے کے دوران ہی حدیقۃ الاولیاء مرتب کر ڈالی جو لیکچرر لگنے کے بعد ۱۹۷۶ء کو پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔ اور بہت جلد اس کی جلدیں ختم ہو گئیں۔ اب اس کی اشاعت ثانی کا تقاضا شروع ہوا میں اسے تجدید نظر کے بغیر شائع نہیں کروانا چاہتا تھا لیکن نظرثانی کے لیے جس وقت کی ضرورت تھی وہ عرصہ دراز سے میرے پاس نہیں تھا کیوں کہ میں علمی تحقیقات کی دنیا میں ایسا گم ہوا کہ آج ۲۳ سال کے بعد اس کو ہاتھ لگایا تو اس پر صرف ایک ضمیمہ کے سوا کوئی اضافہ نہ کر سکا۔

ان ۲۳ برسوں میں اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے علمی تحقیقات کی غرض سے طویل سفر کیے ان میں مصر' ایران' افغانستان' ہندوستان اور انگلستان و جرمنی کے اسفار نے احقر کی کایا ہی پلٹ دی۔ اس دوران بعض ضخیم و حجیم متن بھی مرتب کیے ان میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید کے سلسلہ کی کتابیں مقامات مظہری' معمولات مظہریہ' بشارات مظہریہ اور کمالات مظہریہ کی تصحیح و تعلیق کے علاوہ حضرت

خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ) کے ملفوظات حسنات الحرمین اور حضرت خواجہ کے احوال و مناقب پر ایک مخطوطہ مقامات معصومی بھی ایڈٹ کیا جس پر ایک جلد تعلیقات کی اور دوسری جلد اس پر مقدمہ کے طور پر جداگانہ لکھی جو گویا سترھویں صدی عیسوی کے پاکستان و ہند کی معاشرتی و نظریاتی تاریخ کا مرقع بن گئی۔ انہی ایام میں آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ کے تحقیقی منصوبے Socio-Cultural and Intellectual Atlas of the Muslims of South Asia. کے لئے پاکستان و ہند کے علماء و صوفیہ کی تصانیف' ملفوظات' مکتوبات اور تذکروں پر کام کر کے اپنے وطن پاکستان کی نمائندگی کا شرف حاصل کیا۔ اسی دوران تقریباً" ایک ہزار مقالات پاکستان اور دنیا کے موقر جرائد اور دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران ایران کے لئے لکھے جو ان میں شامل ہیں۔ گویا حدیقۃ الاولیاء کی اشاعت و تجدید کے عمل میں اس غیر معمولی تاخیر کے اسباب خالصتاً" علمی و ملی نوعیت کے تھے۔

کتاب حدیقۃ الاولیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری" مطبوعہ لکھنؤ (۱۹۰۶ء) کے جدید محشی ایڈیشن مطبوعہ لاہور (۱۹۷۶ء) کا یہ نقش ثانی باضافہ حواشی و تعلیقات جدیدہ تصوف فاونڈیشن لاہور اپنے روایتی اہتمام سے شائع کر رہا ہے اہل تصوف اور اہل علم اس روحانی اور علمی کاوش کو یقیناً" پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

محمد اقبال مجددی

۶ نومبر ۱۹۹۹ء لاہور

ooo

فہرست اسمائے بزرگان

پانچواں چمن
متفرق خاندانوں کے مشائخ

چھٹا چمن

مجانین و مجاذیب کے ذکر میں

مُقدمہ

پاک و ہند کے بیشتر مورخین ایرانی نظریۂ تاریخ سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی تاریخوں میں صرف بادشاہوں کے حالات اور جنگی مہمات کی تفصیل ملتی ہے۔ عوام کی زندگی اور ان کے مسائل کی کہیں کوئی جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی۔ مشائخ کے تذکرے، مکتوبات اور ملفوظات ہمارے تاریخی ماخذ کی اس تکلیف دہ کمی کو ایک حد تک پورا کر دیتے ہیں۔ ان سے نہ صرف صوفیہ کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات ہی پر روشنی پڑتی ہے، بلکہ اس دور کی ذہنی فضا، معاشی حالات، ادبی تحریکات اور سماجی رجحانات کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ان ماخذ میں عوام کے دلی جذبات، اُن کی پوشیدہ آرزوئیں، کشمکش حیات میں ان کی ہار جیت، ان کی مایوسیاں اور پریشانیاں سب ہی محفوظ ہو گئی ہیں۔ روزمرہ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلے کے متعلق ان مشائخ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ گویا ملفوظات میں جگہ جگہ اس نوعیت کے واقعات ملتے ہیں۔ جن سے اس دور کی بڑی دلچسپ تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

تصوف کے اس لٹریچر کو غور سے پڑھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں تصوف کی تحریک کن حالات میں کن دائروں میں رہ کر آگے بڑھی اور اس نے کیا کیا نتائج پیدا کیے۔

بادشاہوں، شہزادوں اور امراء کی زندگی کے بعض گوشوں سے متعلق بھی اس لٹریچر میں دلچسپ معلومات ملتی ہیں۔ ان کے مشائخ و علماء سے روابط اور ان تعلقات کی نوعیت بھی معلوم ہو جاتی ہے جو سلاطین و مشائخ کے مابین تھے۔ دوسرے الفاظ میں سلاطین کے

مذہبی رجحانات کا اندازہ صرف اسی لٹریچر سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

مختلف زبانوں کی نشو و نما میں جو کردار صوفیۂ کرام نے ادا کیا ہے وہ شعراء سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ جس کی تفصیل اس تصوّف کے لٹریچر سے ملے گی۔ صوفیۂ کرام نے عوامی زبانوں سے واقفیت پر خاص زور دیا ہے۔ اس کے بغیر ان کی تحریک عوام تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔

صوفیہ نے سماج کے صحت مند عناصر کو اُبھارنے اور اخلاقی قدروں کی فضیلت دل نشیں کرنے کے سلسلہ میں جو جدّ و جہد کی، احترامِ انسانیت کی تلقین، مساوات و اخوت کی تعلیم، ترویجِ علم کی فکر، خدمتِ خلق کے لیے بے چینی کی تفصیل ملفوظات کے ہر صفحے پر ملتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی ملک (خصوصاً پاکستان و ہند) کی کوئی سماجی تاریخ اِس وقت تک مکمّل نہیں ہو سکتی۔ جب تک صوفیہ کے تذکرے اور ملفوظات سے پورے طور پر استفادہ نہ کیا جائے[1]۔

ملفوظات اور تذکروں کی اہمیت میں اس وقت اُور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ایک خطہ کی تاریخ کے مآخذ کا فقدان ہو یا تاریخی تسلسل میں خلا ہو۔ اس اعتبار سے پنجاب سب سے محروم القسمت خطہ ہے۔ یہاں کی اب تک کوئی باقاعدہ اور تحقیقی تاریخ نہیں لکھی گئی۔

پنجاب کی تاریخ پر جتنے لوگوں نے بھی لکھا ہے۔ فقط رسمی ابواب کے تحت چند باتیں بنا کر ٹال دیا گیا ہے۔ صوفیہ کے تذکروں کو اہمیت دینا یا انہیں بنیادی ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنا تو درکنار انہیں چھو کر بھی نہیں دیکھا گیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پنجاب کی سیاسی، ثقافتی اور رُوحانی تاریخ میں جو خلا پائے جاتے ہیں۔ انہیں پُر کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں

---

[1] خلیق احمد نظامی: "ملفوظات کی تاریخی اہمیت" مشمولہ نذر عرشی ۳۵۴ —— ۴۴۰۔ یہ تمام تر معلومات دبہ تغیر قلیل، اس گراں بہا مقالہ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

آغاز سے لے کر آج تک پنجاب کے صوفیہ کرام کے تذکرے، ملفوظات اور مکتوبات کی ایک فہرست "پنجاب کی تاریخ تصوف کے مآخذ" کے عنوان سے ہم نے مرتب کی ہے جو عنقریب کتابی صورت میں شائع کر دی جائے گی۔ جو حدیقۃ الاولیائے ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کو سمجھنے اور مزید کام کرنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہوگی۔

پنجاب کے صوفیہ کے حالات و مقامات، ان کی تبلیغ دین کے سلسلہ میں مساعی جمیلہ کی تفصیلات کا حامل کوئی جامع تذکرہ اب تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اس سلسلہ میں پنجاب کے ایک اہم فرد حضرت مفتی غلام سرور لاہوری (مصنف کتاب ہذا) نے صوفیہ کرام کے عمومی تذکرے لکھے جن میں پنجاب کو بھی نمائندگی دی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس فرد فرید کی تصانیف نہ ہوتیں تو آج ہمیں پنجاب میں کوئی عالم و عارف نظر ہی نہ آتا۔

ذیل میں ہم اسی مرد بزرگ مفتی غلام سرور لاہوری کے آباؤ اجداد اور تصانیف کا مختصر خاکہ پیش کر رہے ہیں۔

مؤلف

مؤلف کا شجرۂ نسب حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے ساتھ اس طرح ملتا ہے۔
مفتی غلام سرور بن مفتی غلام محمد بن مفتی رحمت اللہ بن
مفتی حافظ محمد نقی[۱] بن مفتی محمد تقی بن مولانا کمال الدین خرد بن مفتی عبد السمیع بن مولانا عتیق اللہ ابن مولانا برہان الدین بن مفتی محمد محمود بن شیخ الاسلام عبد السلام بن شیخ عنایت اللہ بن مولانا کمال الدین بن شیخ مخدوم مشہور بہ میاں کلاں بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین الور

---

[۱] مفتی محمود عالم مرحوم نے خواجہ محمد ایوب لاہوری (مصنف شرح مثنوی) کو مفتی محمد نقی کا فرزند لکھا ہے اور انہیں اپنے شجرہ نسب میں شامل کر لیا ہے جو درست نہیں۔ خود مفتی غلام سرور نے خواجہ ایوب کو مفتی محمد نقی کا شاگرد و داماد لکھا ہے (خزینہ ۲/ ۲۷۰) خود مفتی غلام سرور سے مفتی رحیم اللہ کے بعد مفتی محمد نقی کا نام رہ گیا ہے (ایضاً)

بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اسرارہم۔[۱]

خاندان

مفتی صاحب کے خانوادہ عالی کے سارے افراد اپنے زمانے کے باکمال اصحاب تھے۔ ان میں سے چند ایک کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

مفتی غلام محمدؒ

یہ مؤلف کے والد تھے۔ مروّجہ علوم میں دخل تھا۔ عابد و زاہد، طبیب حاذق، مدرس اور معلم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور مولانا غلام رسول لاہوری سے حاصل کی۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزار کر ۹ ربیع الاوّل ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں انتقال کیا۔[۲]

مفتی رحیم اللہ

اپنے والد مفتی رحمت اللہ کے خلیفہ و جانشین تھے۔ تمام عمر اپنی آبائی مسجد مفتیاں کوٹلی میں درس و تدریس میں گزاری۔ آپ کا دور سکھ گردی کی بدترین مثال تھا۔ آپ کا خاندان بھی دو دفعہ سکھوں کی غارت گری کا نشانہ بنا۔ کوٹلی مفتیاں کی حویلیاں سکھوں کے ہاتھوں مسمار ہوگئیں۔ مسجد ویران ہوگئی۔ برسوں کا جمع شدہ کتب خانہ بھی برباد ہوگیا۔ لیکن آپ کے پائے استقلال کو جنبش نہ آئی اور اس حال میں بھی یہیں مقیم رہے اور ہدایت خلق خدا میں مصروف نظر آتے تھے۔ ۱۲۳۵ھ میں انتقال کیا۔[۳]

۱؎ غلام سرور مفتی : حدیقۃ الاولیاء ۱۱۸ —— ۱۱۹

۲؎ غلام سرور مفتی : حدیقۃ الاولیاء ۱۱۸ —— ۱۲۰، خزینۃ الاصفیاء ۲/ محمود عالم: ذکر جمیل ۶۲-۶۳،

۳؎ محمود عالم : ذکر جمیل ۶۶

مفتی رحمت اللہ[1]

حافظ مفتی محمد نقی کے فرزند، خلیفہ و جانشین تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے۔ اپنی آبائی مسجد کوٹلی مفتیاں میں مدرس تھے۔ ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا زمانۂ حیات بہت ہی پُر آشوب تھا۔ پاک و ہند، مرہٹہ گردی، سکھ ظلم و ستم اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ ان حالات میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔[2]

حافظ محمد نقی

حافظ مفتی محمد تقی کے فرزند تھے۔ ۱۱۴۶ھ میں انتقال کیا۔ کامل دستگاہ رکھتے تھے۔[3]

مُفتی محمد تقی

مفتی کمال الدین خرد کے خلفِ اکبر تھے۔ لاہور کے جید علمائے میں شمار ہوتا تھا۔ ۱۱۳۱ھ میں انتقال کیا۔[4]

شیخ الاسلام مفتی عبد السّلام لاہوری

خلف شیخ مفتی عنایت اللہ[5] تھے۔ والد نے انہیں حینِ حیات ۱۰۱۴ھ / ۱۹۰۴ء میں اپنا جانشین مقرر کر کے آبائی مسجد مفتیاں کی امامت و خطابت و تولیت اور فتویٰ نویسی کے فرائض آپ کو تفویض کیے۔ ۱۰۳۱ھ / ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا۔[6]

---

[1] مفتی محمود عالم مرحوم نے انہیں خواجہ ایوب قریشی کا فرزند لکھا ہے (ذکر جمیل ۴۹) جو خود مفتی غلام سرور کی تحریرات کی روشنی میں درست نہیں ہے۔

[2] محمود عالم: ذکر جمیل، ۵۹ - ۶۵

[3] ایضاً ۵۴۔ [4] ایضاً ۵۳۔ [5] مفتی محمود عالم نے مفتی عبدالسلام کے والد کا نام قاضی مفتی محمد طاہر لکھا ہے جو درست نہیں خود مفتی غلام سرور نے ان کے والد کا نام شیخ مفتی عنایت اللہ تحریر کیا ہے (حدیقۃ الاولیا)

[6] محمود عالم: ذکر جمیل (۳۲، ۱۰۱) مفتی عبدالسلام بن عنایت اللہ کے معاصر مفتی عبدالسلام بن عبدالعزیز لاہوری (مصنف نافع المسلمین)، ف ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء بھی اپنے وقت کے نامور (باقی اگلے صفحہ پر)

مخدوم مفتی شیخ محمد قریشی معروف بہ میاں کلاںؒ

اس خاندان مفتیاں میں سے یہ پہلے بزرگ ہیں جو ملتان سے لاہور آکر آباد ہوئے۔[1]
سلطان بہلول لودھی نے آپ کو ملتان سے عہدہ افتا پر مامور کر کے لاہور بھیجا تھا اور علاقہ ہیبت پور (موجودہ پٹی قبل تقسیمِ ہند ضلع لاہور، حال ضلع امرتسر) بطور مدد معاش دیا تھا۔
آپ لاہور آکر محلہ علاول خاں لوہانی (حال گذر حویلی میاں خاں اندرون موچی دروازہ لاہور) میں اقامت گزیں ہوئے۔ اپنی سکونت کے لیے ایک حویلی تعمیر کی اور ایک محلہ آباد کیا جو کوٹلی مفتیاں کے نام سے مشہور رہا۔ آپ نے ۸۹۱ھ میں انتقال کیا۔[2]

مفتی غلام سرورؒ

حدیقۃ الاولیاء کے مؤلف مولانا حکیم مفتی غلام سرورؒ لاہوری مفتی غلام محمد کے فرزند سوم تھے۔ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۳۷ء میں اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں لاہور میں پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ طب بھی انہیں سے پڑھی۔ سلسلہ سہروردیہ میں انہیں سے بیعت تھے۔ پھر مولانا غلام اللہ لاہوری کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر علوم تفسیر و حدیث، فقہ، ادب، صرف و نحو، معانی و منطق اور تاریخ کی تکمیل کی اور اپنے زمانے کے بے مثل عالم، ادیب، شاعر، بے نظیر تاریخ گو، مورخ، شہرۂ آفاق تذکرہ نویس کہلائے۔

تمام عمر تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ زندگی کا ابتدائی حصہ ملازمت میں بھی گزارا۔ پہلے سردار بھگوان سنگھ رئیس[3] لاہور و جاگیردار فتح گڑھ چونیاں کی جائداد کے مہتمم رہے۔

(بقیہ حاشیہ) عالم تھے (اظہر ظہور احمد: مفتی عبدالسلام لاہوری مقالہ مشمولہ المعارف مئی ۱۹۷۰ء)

[1] غلام سرور: حدیقۃ الاولیاء ۱۱۹

[2] محمود عالم: ذکر جمیل ۲۹ ــ ۳۰

[3] لاہور میں آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس کا والد راجہ ہربنس سنگھ خلف راجہ تیجا سنگھ رنجیت سنگھ کے امراء میں سے تھا۔ جس کے سپرد کچھ عرصہ کشمیر کی نظامت بھی رہی تھی۔

پھر رائے بہادر کنہیا لال[1] ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن نے جو آپ کے تلامذہ میں سے تھا۔ اپنے محکمہ میں ایک معقول مشاہرہ پر ملازمت دلادی تھی۔ مگر آپ نے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ ملازمت بھی چھوڑ دی۔ درحقیقت آپ ایسی طبیعت لے کر آئے تھے جو تصنیف و تالیف اور شعروادب ہی کے لیے موزوں تھی۔

جون ۱۸۹۰ء میں آپ اپنے برادر زادہ مفتی جلال الدین بن مفتی سید محمد کی معیت میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ بائیس[۲۲] ذی الحجہ کو آپ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ تیسری منزل پر پہنچ کر مسافروں میں اچانک وبائے ہیضہ پھوٹ پڑی اور پانچویں منزل میں آپ بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے اور ساتویں منزل کے قریب پہنچ کر جمعرات کے روز چوبیس[۲۴] ذالحجہ ۱۳۰۷ھ ۱۴/ اگست ۱۸۹۰ء کو وفات پائی۔ منزل بیر بالاحسانی (مضافات جنگِ بدر) میں دفن کیے گئے[2]۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے جو رفیقِ سفر تھے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

مؤلف کا ماحول

طبع عالی میں حد درجہ استغنا رہتا۔ حکامِ وقت سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ پنڈت بیج ناتھ، فقیر شمس الدین اور ڈاکٹر لائٹز رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی نے کئی بار کوشش کی کہ آپ حکامِ وقت کے ساتھ راہ و رسم رکھنے میں گریز نہ کریں کہ آپ ایسے فاضل مصنف کی حکومت کو بے حد ضرورت ہے۔ نیز حکومت آپ سے متعدد کتابیں مختلف علوم میں لکھوانا چاہتی ہے۔ لیکن آپ نے کہا کہ نہ تو مجھے خطاب و جاگیر کی ضرورت ہے اور نہ ہی

---

[1] کنہیا لال ف ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء جلیسر ضلع ایٹہ کا رہنے والا تھا۔ اس کی زندگی کا زیادہ حصہ بسلسلہ ملازمت لاہور میں گزرا۔ فارسی و اردو میں کامل دستگاہ تھی۔ ہندی تخلص تھا۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شوق بھی تھا۔ گلزارِ ہندی، بندگی نامہ، ماقیمان، یادگارِ ہندی، مناجات ہندی، مخزن التوحید، اخلاق ہندی، ظفر نامہ رنجیت سنگھ معروف بہ رنجیت نامہ، تاریخ پنجاب، نگارین نامہ اور تاریخ لاہور اس کی معروف اور مطبوعہ تصانیف ہیں۔ ڈاکٹر بی منہاس: مورخین لاہور، مقالہ مشمولہ نقوش لاہور نمبر ص۹۱۸-۹۸۵

[2] محمود عالم: ذکرِ جمیل ص۱۰۱-ص۱۰۳

میں اپنی تصانیف کو حکومت کے زیرِ اثر لکھنا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں کی تصنیف و تالیف کا مقصد کچھ اور ہے اور میرا رستہ اُن سے الگ ہے۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر لائٹنر کے اصرار کے باوجود آپ نے پنجاب یونیورسٹی کا اعزازی فیلو بننا بھی منظور نہ کیا اور تادمِ زلیست اپنے اسی مسلک پر قائم رہے اور حکومت کے ساتھ کسی قسم کا ادبی و سیاسی اتحاد نہ کیا۔

۱۸۸۴ء میں سرسید احمد خاں نے علی گڑھ کالج کی مالی امداد کے لیے پنجاب کا دورہ کیا اور اپنے دوست خاں بہادر ڈپٹی برکت علی کے ہاں فروکش ہوئے۔ خاں بہادر نے اکابر لاہور کا ایک نمائندہ جلسہ اپنی کوٹھی واقع بیرون موچی دروازہ لاہور میں بلایا جس میں مفتی صاحب بھی مدعو تھے۔ خان بہادر نے آپ کا تعارف سرسید سے کرایا۔ سرسید آپ کی ذات سے بڑے متاثر ہوئے۔ کہنے لگے: نام سنا ہوا تھا۔ آج مل لیا۔ پھر اپنے مشن کا کچھ کام ان کے سپرد کرنا چاہا۔ مفتی صاحب نے فرمایا "سید صاحب! میں اس کام کے لیے موزوں نہیں ہوں میرا شغل تصنیف و تالیف ہے۔ آپ نے جن لوگوں کی جماعت اپنے گرد اکٹھی کرلی ہے، اس مقصد کے لیے بہت مفید ہے اور پھر جماعتی اتحاد کے لیے عقائد کے اتحاد کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں میں یہاں نہیں دیکھتا۔" سرسید آپ کا یہ جواب سن کر خاموش رہے۔

آپ کی ساری عمرِ عزیز تصنیف و تالیف میں صرف ہوئی۔ آپ کا دور نہایت ہی پُرآشوب تھا۔ ہندوستان کی سلطنت انگریز مسلمانوں سے چھین چکے تھے اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، اخلاق و اطوار اور مسلمان اعیان کے کارناموں کو فرسودہ قصے کہہ کر رد کیا جا رہا تھا۔ ایسے ماحول میں آپ کے قلم نے معلمِ اخلاق بن کر ایک زبردست تذکرہ نویس کے رُوپ میں گرتی ہوئی قوم کو سنبھالنے کی سعی کی۔

مؤلف کی دیگر تالیفات

حدیقۃ الاولیاء کے علاوہ مفتی غلام سرور کی دوسری تالیفات کا ذکر یہاں سنین تصنیف کے اعتبار سے کیا جا رہا ہے۔

۱؎ محمود عالم: ذکرِ جمیل (۱۰۶ ــــ ۱۱۱) ملخصاً

۔ **گلدستہ کرامت** : (۱۲۷۷ھ) (مناقبِ غوثیہ تالیف شیخ محمد صادق شہبانی) کا عام فہم اردو ترجمہ ہے۔ لاہور اور پھر متعدد مرتبہ نولکشور لکھنؤ نے شائع کیا۔

۲۔ **خزینۃ الاصفیاء** : (۱۲۸۰ھ — ۱۲۸۱ھ) صوفیہ کرام خصوصاً اہل ہندوستان کے مجمل حالات پر بہترین شہرہ آفاق کتاب ہے[1]۔ لاہور ۱۲۸۴ھ، پھر مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۸۷۳ء کانپور ۱۳۱۲ھ اور پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ صفحات تقریباً ۱۱۷۶۔ المکتبۃ المعارف لاہور نے خزینۃ الاصفیاء کا ترجمہ شائع کرنا شروع کیا ہے۔ پہلا حصہ چھپ چکا ہے۔

۳۔ **گنجینۂ سروری معروف بہ اسم تاریخی گنج سروری** : (۱۲۸۴ھ) اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خلفائے راشدین اور زمانۂ تصنیف تک کے صوفیہ کرام اور علمآ کے سنینِ وفات نظم کیے گئے ہیں۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۴۔ **تاریخ مخزنِ پنجاب** : ۱۲۸۵ھ پنجاب کی عام تاریخ اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ لاہور ۱۲۸۵ھ میں پھر لکھنؤ سے دو مرتبہ ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی۔

۵۔ **اخلاقِ سروری اردو** : مطبوعہ لاہور ۱۲۸۸ھ، لکھنؤ ۱۸۷۸ء

۶۔ **گلشن سروری** : (۱۲۸۹ھ) اخلاق، سیاست مدن اور روزمرہ کے مسائل پر مشتمل منظوم کتاب ہے مطبوعہ لاہور ۱۸۷۴ء۔ لکھنؤ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

۷۔ **مخزنِ کرامت** (اخلاقی باتیں) لاہور ۱۸۷۱ء۔ لکھنؤ ۱۸۷۸ء

۸۔ **دیوانِ سروری** : مناقب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی۔ لاہور ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۳ء، ۱۲۹۲ھ

۹۔ **نعت سروری** : اردو نظم (لاہور ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۷ء) لکھنؤ ۱۸۷۸ء / ۱۸۸۰ء

۱۰۔ **حدیقۃ الاولیاء** : کتابِ ہذا ۱۲۹۲ھ

۱۱۔ **بہارستان شاہی** : یا گلزارِ شاہی (اردو) ہندوستان کی عام مختصر تاریخ تا عہدِ انگریزی۔ لکھنؤ ۱۸۷۷ء

۱۲۔ **زبدۃ اللغات** : یا لغات سروری ۔ عربی، فارسی اور دیگر غیر ملکی الفاظ کے

---

[1] مفتی صاحب کی اس کتاب کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے۔ پاک و ہند کے کسی اور تذکرۂ اصفیاء کو نہیں ہوئی۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی صوفیہ کرام کے حالات پر ۱۲۸۱ھ کے بعد کام ہوا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء اس میں بہ حیثیت ماخذ ضرور شامل نظر آتی ہے۔ خصوصاً مسٹر سٹوری (ج ۱ حصہ ۲ ص ۹۲۳ – ۱۲۴۷) نے اس کے کثرت سے حوالے دیے ہیں۔

معنی اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ لکھنؤ ۱۸۷۷ء

۱۳۔ دیوان حمد ایزدی (اردو) لکھنؤ ۱۸۸۱ء

۱۴۔ مدینۃ الاولیاء (اردو) صوفیہ کرام کا عام تذکرہ ہے۔ اس میں عموماً وہ تراجم شامل ہیں جو خزینۃ الاصفیاء میں ہیں۔ لکھنؤ سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۱۵۔ تحفۃ الابرار : پندنامۂ عطار کا اردو ترجمہ ہے۔

۱۶۔ اقوال الآخرت : بزبان پنجابی (نظم)

۱۷۔ مخزن حکمت : (اردو نثر و نظم) ۱۲۸۸ھ میں پھر ۱۲۹۵ھ میں طبع ہوئی۔ اس میں حکمائے متقدمین و متاخرین اور صوفیہ کے حالات شامل ہیں۔

۱۸۔ تحفۂ سروری : (منظوم اردو) اخلاق و تصوف ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں لکھی گئی۔ نولکشور نے کئی مرتبہ شائع کی۔

۱۹۔ انشائے یادگار اصغری : (اردو نثر و نظم) اپنے فرزند اصغر کے نام پر اس کا نام رکھا جو بارہ برس کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں وفات پا گیا۔ اس میں علمی و ادبی مضامین ہیں۔

۲۰۔ جامع اللغات : بسال ۱۸۹۰ء اس میں عربی، فارسی اور ترکی الفاظ و محاورات کے معنی تحریر کیے گئے ہیں[1]

حدیقۃ الاولیاء

اس میں پنجاب کے ۴۴ صوفیہ کرام کے حالات شامل ہیں۔ اس کو سات چمن میں تقسیم کیا گیا ہے۔ چمن اول، سلسلہ قادریہ کے صوفیہ کرام۔ (چمن دوم) در احوال مشائخ چشتیہ (چمن سوم) مشائخ نقشبندیہ (چمن چہارم) مشائخ سہروردیہ (چمن پنجم) مشائخ

---

[1] مفتی صاحب کی تصانیف کی اس فہرست کی تیاری کے سلسلہ میں ہم نے

(1) Storey: Persian Literature Vol. I Part II pp 1044 London 1953

۲۔ محمود عالم : ذکر جمیل۔ لاہور ۱۹۶۰ء ص۱۱۱ — ص۱۱۴

۳۔ مقدمات دیوان وصال سرور اور کلیات سرور سے مدد لی ہے۔

متفرق سلاسل (چمن ششم) مجانین ومجاذیب کے حالات (چمن ہفتم) عورات صالحات کے حالات۔

اس میں سلطان محمود غزنوی سے لے کر ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء تک کے پنجاب کے صوفیہ کرام کے حالات سادہ اور سلیس اردو زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ لیکن اس میں بعض معروف صوفیہ کرام کے حالات بھی آگئے ہیں۔ جن کا پنجاب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

محاسن

پنجاب کے بعض مشائخ کے حالات صرف اسی "حدیقۃ الاولیا" میں ملتے ہیں۔ مفتی صاحب سے پہلے کے مصنفین نے اُن کے حالات نہیں لکھے۔ مثلاً سید کامل شاہ لاہوری، شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوری، شیخ محمد صدیق لاہوری، شیخ محمد سلیم لاہوری، شیخ فیض بخش لاہوری، سید مٹھا لاہوری، خواجہ ایوب قریشی لاہوری، شیخ فتح شاہ شطاری لاہوری، مولوی غلام فرید لاہوری، مفتی رحیم اللہ قریشی، شیخ نور احمد معروف بہ نور حسین قادری، میراں سید غلام محی الدین، مولوی غلام رسول لاہوری، شیخ لدھی شاہ لاہوری، مولانا جان محمد فاضل لاہوری، مولوی غلام اللہ فاضل لاہوری، مفتی غلام محمد (والد مؤلف) میراں سید غلام شاہ، سید غلام غوث، سائیں قطب شاہ لاہوری، معصوم شاہ مجذوب لاہوری، مستقیم شاہ فیض پوری، فقیر تاجے شاہ، نظام شاہ لاہوری، مستان شاہ لاہوری، جلی شاہ لاہوری، بی بی فاطمہ زوجہ شیخ موج دریا بخاری لاہوری، مائی بھاگی لاہوری، سید سربلند، پیر فکی، سید صوف پیر بلخی، پیر سراج دین، پیر بھولا لاہوری، شیخ فتح شاہ امرتسری، شرف شاہ لاہوری، شاہ ضیا الدین لاہوری، پیر برہان لاہوری، مخدوم شاہ عالم صدر جہان، شاہ عبدالرزاق مکی لاہوری، پیر زہدی لاہوری، پیر غازی لاہوری، شاہ رحمت اللہ قریشی ملتانی ثم لاہوری، شیخ موسیٰ کھوکھر، شیخ محترم، مفتی محمد مکرم قریشی، شیخ گھلن شاہ، شاہ حسن۔

بعد کے تذکرہ نویسوں نے ان صوفیہ کرام کے حالات فقط حدیقۃ الاولیا سے نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے

۲۔ مفتی صاحب پہلے تذکرہ نویس ہیں، جن کے ہاں ہمیں مشائخ کے سنین وفات کے اندراج کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ گویا اصولِ تذکرہ نویسی کی خشتِ اول سے مفتی صاحب نہ صرف شعوری بلکہ عملی طور پر بھی آگاہ تھے۔

۳۔ بہت سے معاصر مشائخ کے حالات مفتی صاحب نے محفوظ کر کے پنجاب پر بڑا احسان کیا ہے گویا ان کے حالات کے لیے حدیقۃ الاولیاء کو منفرد ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۔ حدیقۃ الاولیاء میں مفتی صاحب نے مشائخ کے حالات کے ضمن میں بعض اہم سیاسی واقعات بھی لکھ دیے ہیں۔ مثلاً پنجاب کے اعیان کی سکھوں کے ہاتھوں بے عزتی اور مشائخ کے مقابر کی تباہی کے بعض حالات خود مؤلف نے چشم دید گواہ کی حیثیت سے نقل کیے ہیں۔ خود مفتی صاحب کا خاندان سکھ گردی کا نشانہ بن چکا تھا۔ جس کی تفصیلات مفتی صاحب کی تالیفات میں ہی نظر آئیں گی۔ ازیں علاوہ بعض حالات ثقہ اصحاب کی زبانی بھی تحریر کیے ہیں۔

دوسرا رُخ

۱۔ تذکرہ نویسی کے جملہ اصول و ضوابط ملحوظ نہیں رکھے گئے۔

۲۔ ایک نشست میں اکابرِ پنجاب کے جو اسمائے گرامی ذہن میں آئے۔ ان کے حالات لکھ دیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں زیادہ محنت نہیں کی گئی۔ حالانکہ مفتی صاحب اس مضمون کو پھیلا سکتے تھے۔

۳۔ اکثر بزرگوں کے شجرۂ نسب و طریقت (جن کا ہم نے معاصر مآخذ کی مدد سے تقابل کیا ہے) درست نقل نہیں کیے۔

۴۔ آج یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصنف نے مشائخ کے تاریخی حالات لکھنے کی طرف کم توجہ کی ہے اور سارا زور ان کی کرامات کے اندراج میں صرف کر دیا ہے۔[1]

[1] اس سلسلہ میں پروفیسر محمد حبیب نے لکھا ہے۔ اس کتاب (خزینۃ الاصفیا) باقی اگلے صفحہ پر

۵۔ مفتی صاحب نے سماعی باتیں بھی شامل کتاب کی ہیں۔ جہاں کہیں مفتی صاحب اپنی تصانیف میں کوئی اہم نقطہ قلم بند کرتے ہوئے "باقوالِ صحیحہ" کی ترکیب سے کام لیں وہاں سمجھنا چاہیے کہ یہ اقوال محض سماعی ہیں۔ تحریری صورت میں موجود نہیں ہیں۔

۶۔ اخبار الاخیار کو بنیادی ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنے کے باوجود حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ نے تذکرہ نویسی میں جس تبدّل، تجدد، انقلاب اور تحقیق کی طرح ڈالی تھی اسے ملحوظ نہیں رکھا۔

۷۔ ہاں مفتی صاحب کی تصانیف میں ایک اہم خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ انہیں متقدمین کے تذکروں میں ایک بڑی خامی مشائخ کے سنین ولادت و وفات کا فقدان نظر آیا تھا جسے انھوں نے ہر ممکن طریقے سے دور کرنے کی سعی کی ہے اور اس میں بھی بے شمار سنین قیاسی اور غلط ہو کر رہ گئے ہیں اور جن کے سنین وفات مفتی صاحب کو نہیں مل سکے۔ ان کا علیٰحدہ باب بنادیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) کا بڑا نقص یہ تھا کہ مصنف نے عقائد کا سہارا لے کر ان تمام اصولِ اسناد کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا جو علمائے اسلام کی نظر میں صدیوں تک علم و حکمت کی روح سمجھے جاتے رہے ہیں تنقیدی اصولوں سے چشم پوشی کر کے محض عقائد پر علم کی عمارت تعمیر کرنا ناممکن نہیں تو کیا ہے ......

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے اپنی کتاب میں ہیبت ناک قسم کی ایسی کرامات کی تفصیل دی ہے جن کو پڑھ کر انسانی عقل و خرد کو شرم آجاتی ہے ..... الخ (تاریخ مشائخ چشت، مقدمہ ص ۲۰-۲۱)

یہاں پروفیسر حبیب نے یہ بات نظر انداز کر دی ہے کہ اُس زمانے میں کرامات تذکروں کا ایک جزو لاینفک سمجھی جاتی تھیں اور یہاں کے عوام کرامات کے ظہور اور تحریر کا تقاضا کرتے تھے۔ پھر پاک و ہند کے صوفیہ کرام کو تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں یہاں کے ہندو جوگیوں اور شعبدہ بازوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اگر مسلمان صوفیہ کرام ان کے مقابلہ میں کرامات کا اظہار نہ کرتے تو کیا کرتے؟ اور اسی تقاضے کے پیشِ نظر ان کا اندراج بھی ہوا ہے اور مفتی صاحب سے پہلے پاک و ہند کا کوئی تذکرہ ایسا نہیں جس میں کرامات مندرج نہ ہوں اور ایک مسلمان کا کرامت کے نام سے اس قدر بدکنا معنی دارد!

حدیقۃ الاولیاء کے اب تک حسب ذیل ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ لاہور ۱۸۷۵ء ۲۔ کانپور ۱۸۷۷ء

۳۔ کانپور ۱۸۸۹ء ۴۔ منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۹ء

۵۔ منشی نولکشور کانپور ۱۹۰۶ء

یہ متن موخرالذکر نسخہ ۱۹۰۶ء پر مبنی ہے۔ کتاب کے متن میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں کیا۔ فقط سہو کتابت کی تصحیح کر دی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے حواشی میں حسب ذیل امور پیشِ نظر رکھے ہیں:

۱۔ مصنف کے تسامحات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۲۔ کسی شخصیت کے حالات کا کوئی ایسا پہلو جو بہت اہم تھا اور اصل متن میں اس کا ذکر نہ تھا تو اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ رجال کے حالات کے جو مزید مآخذ ہو سکتے تھے۔ ہم نے ان کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ اس سلسلہ میں معاصر اور مفرد (جو ایک شخصیت کے متعلق ہو) کو ترجیح دی گئی ہے اور متاخر مآخذ نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔

احقر

محمد اقبال مجددی

۱۲۔ دسمبر ۱۹۷۴ء

دارالمؤرخین گیلانی سٹریٹ
منور عزیز پارک۔ چاہ میراں
لاہور

حمد

خدا سے محبت کا چمکا ہے نور — اسی نور سے سب نے پایا ظہور

پیا جس نے اس کی محبت کا جام — نہیں اس کو غیروں کی الفت سے کام

وہ محبوب کیا ایک محبوب ہے — کہ ہر ایک طالب کا مطلوب ہے

زمانہ محبت کا پابند ہے — محبت کا ہر اک سے پیوند ہے

محبت کی ہستی سے ہستی ہوئی — اسی سے بلندی و پستی ہوئی

محبت سے جس کو رسائی ملی — خدا مل گیا اور خدائی ملی !

نعت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی محبت کے ہیں رہنما — جناب محمدؐ رسول خدا

محمدؐ ہے مرغوب دنیا و دیں — محمدؐ ہے مطلوب اہل یقیں

محمدؐ ہے معشوق پروردگار — محبت کا رکھا ہے جس پر مدار

اسی شمع کے سارے پروانے ہیں — اسی گل کے سب لوگ دیوانے ہیں

عیاں نور کثرت محمدؐ سے ہے — کہ اظہار وحدت محمدؐ سے ہے

نبی سے محمدؐ کی ہے ابتدا — اسی پر ہوا خاتمہ عشق کا

منقبت چہار یار کبار رضی اللہ عنہم

ابوبکر صدیقؓ عالی جناب — کہ تھا اوج پر صدق کے آفتاب

شہنشاہ عادل عمرؓ داد گر — بدریائے لطف و مروت گہر

خدا دوست عثمانؓ رحیم و کریم — رہ صدق و اخلاق پر مستقیم

علیؓ پہلوان شاہ مشکل کشا — محمدؐ کا دل دار شیرِ خدا
غرض جتنے حضرت کے اصحاب ہیں — محمدؐ کے وہ پیارے احباب ہیں
مرا ان پہ پہنچے درُود و سلام — خدا اپنی رحمت کرے اُن پہ عام
جہاں میں ہے جتنی محمدؐ کی آل — کرے اُن پہ لُطف ایزدِ لایزال
خدایا میری مان لے التجا — طفیلِ محمدؐ رسولِ خدا
کروں جب میں دنیا سے عزمِ سفر — میرا خاتمہ ہووے ایمان پر
میرے تن سے جب جان جانے لگے — یہ دَم اپنا جس دم ٹھکانے لگے
تیرا نام اس دم رہے بر زبان — تیرے غم میں آنکھیں ہوں گوہر فشاں
میرا نیک ہو خاتمہ یا الٰہ! — بحقِ محمدؐ رسالت پناہ
الٰہی میری عاجزی کر قبول — نہ رکھ مجھ کو دنیا و دیں میں ملول

در اظہار باعث تالیف کتاب حدیقۃ الاولیاء

اس کتاب کی تالیف سے پہلے بھی احقر المحقر غلام سرور خلف مفتی غلام محمد قریشی لاہوری اولیائے کرام و پیرانِ عظام کے حالات میں ایک کتاب خزینۃ الاصفیا نام بزبان فارسی تالیف کر چکا ہے جو دو مرتبہ لاہور و دہلی میں چھپ کر تحفہ نظر اربابِ شوق ہو چکی ہے۔ اس میں ہر ایک سلسلہ اور خاندان کا ابتدا سے اس زمانے تک حال ہے۔ اب میرے واثق محبان قدیم صادق دوستان صمیم امام الدین حکیم مدح خوانِ رسول کریم میرے مکلف حال ہوئے کہ ایک اور مجموعہ مختصر اردو زبان میں لکھو کہ جس میں ملک پنجاب کے اولیائ کا حال ہو۔ یعنی دہلی سے پشاور تک جس قدر علاقہ اس وقت پنجاب کے ساتھ متعلق ہے اور مشہور اولیاء کے مزار اس میں ہیں۔ سب کا حال ضروری ضروری اس میں تحریر ہو۔ پس ایک دوست کے فرمانے اور دلی محبت نے جو قدیم سے مجھ کو اولیائے اللہ کے ساتھ ہے۔ اس کام پر مجھ کو آمادہ کیا۔ اب خداوند تعالیٰ سے امداد چاہتا ہوں کہ یہ کام بخیر و خوبی انجام پائے اور بعد مرنے میرے کے یہ کتاب دنیائے فانی میں یادگار رہ جائے۔ آمین۔

اس کتاب کا نام حدیقۃ الاولیاء رکھا گیا ہے اور سات چمن پر تقسیم ہوئی۔ پہلا چمن مشائخ قادریہ کے احوال میں، دوسرا چمن مشائخ چشتیہ کے احوال میں، تیسرا چمن مشائخ نقشبندیہ کے احوال میں، چوتھا چمن مشائخ سہروردیہ کے احوال میں، پانچواں چمن مشائخ متفرقات، چھٹا چمن مجانین و مجاذیب کے حالات میں، ساتواں چمن عورات صالحات کے ذکر میں...

قطعہ تاریخ

یہ کیا اچھا ہے سرور کا حدیقہ — یہ کیا باغ و بہار اولیاء ہے
نہیں دخل خزاں اس بوستاں میں — کہ باغ اتقیاء و اصفیاء ہے
کہاں ہے باغ کوئی اس کے ہم رنگ — کہ یہ گلزار فیض کبریا ہے
یہ ہے سرسبز باغ اہل عرفاں — کہ جس پر عندلیب دل فدا ہے
کہیں سبزہ، کہیں غنچہ، کہیں گل — کہیں سنبل، کہیں لالہ کھلا ہے
غرض روئے زمیں پر مثل فردوس — بنا سرور کا یہ بستان سرا ہے
کہا رضواں نے بہر سال تالیف — کہ گوناگوں حدیقہ خوش نما ہے

(مفتی غلام سرور لاہوری)

پہلا چمن

سلسلہ قادریہ کے مشائخ کے ذکر میں

یہ سلسلہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ سید سلطان محی الدین ابو محمد عبد القادر گیلانی کے ساتھ منسوب ہے۔ ابتدا اس کی حضرت امام الاولیاء علی بن موسیٰ رضا آٹھویں امام سے ہے۔ جن سے پہلے فیض باطنی حضرت معروف کرخیؒ نے پایا۔ ان سے شیخ سری سقطیؒ نے خلافت حاصل کی۔ ان سے شیخ جنیدؒ بغدادی، ان سے شیخ ابو بکر شبلیؒ، ان سے شیخ عبد الواحد تمیمیؒ، ان سے شیخ ابو الفرج طرطوسیؒ، ان سے شیخ ابو الحسن قریشی ہکاریؒ، ان سے شیخ ابو سعید مبارک مخزومیؒ، ان سے جناب محبوب سبحانی محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانیؓ نے فیض پایا۔ حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ صحیح الطرفین حسنی وحسینی سید تھے۔ ان کے والد کا نام سید ابی صالح موسیٰ[1] ابن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ بن سید عمر بن زاہد بن سید محمد رومی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبد اللہ ثانی بن موسیٰ ثالث بن سید عبد اللہ محض بن سید محمد المشہور بہ حسن مثنیٰ بن امام حسنؓ بن علی کرم اللہ وجہہٗ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ بن سید عبد اللہ صومعی بن سید ابو الجمال بن سید محمد بن سید احمد بن سید طاہر بن عبد اللہ بن سید کمال بن سید علی بن سید علاؤ الدین بن سید محمد بن سید امام جعفر صادقؒ بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ بن علی کرم اللہ وجہہٗ تھا۔

حضرت رہنے والے جیلان کے تھے۔ اس لیے حضرت کو جیلی[2] اور جیلانی کہتے ہیں کنیت

---

[1] حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے والد کا اسم گرامی سید ابی صالح موسیٰ بن سید عبد اللہ بن سید محی زاہد بن سید محمد رومی .... برائے تفصیل نسب شریف حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ رک نور الدین ابی الحسن : بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر، ۱۳۰۴ھ ص۹۹

[2] جیل بکسر الجیم وسکون الیاء وھی بلاد متفرقۃ درا طبرستان وبہا ولد فی نیف قصبۃ منہا ویقال فیہا ایضاً جیلان وکیلان وکیل ایضاً قریۃ بشاطئ الدجلۃ علی مسیرۃ یوم من بغداد مما یلی طریق (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت کی طریقت میں امام الائمہ اور شریعت میں محبوب سبحانی وابومحمد و محی الدین اور مذہب حضرت کا حنبلی تھا۔ سینکڑوں اولیا، حضرت کی بیعت میں آکر مقرب ربانی ہوئے۔ حضرت کے خوارق و کرامات اس قدر ہیں کہ جس قدر آسمان پر ستارے، جس کی تشریح بہت طویل ہے۔ حضرت کے سلسلہ میں سے حضرت سید محمد غوث اوچی جیلی گیلانی اول پنجاب میں آئے۔ اُن کے بزرگوں سے سید ابوالعباس احمد بن سید صوفی اپنے چھوٹے بھائی سید ابوسلیمان کے ساتھ بوقت قتل وغارت بغداد کے جو ہلاکو خاں کے وقت وقوع میں آئے تھے[۱] بغداد سے نکل کر روم میں تشریف لے گئے۔ جب فساد ہلاکو خاں کا ختم ہوا تو جلی میں پہنچ کر سکونت اختیار کر لی۔ حضرت سید محمد بھی وہیں پیدا ہوئے اور ابتدا، جوانی میں دور دور کے ملکوں کی سیر کی۔ کئی مرتبہ حج بھی کیا۔ آخر لاہور میں آکر چند سال قیام کیا پھر حلب میں گئے اور بعد وفات اپنے باپ کے خراسان کے رستے ملتان میں آئے اور اوچ کے مقام پر سکونت[۲] اختیار کی۔ حضرت کی اولاد کثرت سے ہندوستان میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ شجرہ نسبی حضرت کا غوث الاعظم قدس سرہٗ کے ساتھ اس طرح ملتا ہے[۳] کہ سید محمد خلف محمد شمس الدین بن سید شاہ میر بن سید ابوالحسن علی بن سید مسعود بن سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین المشہور سید جھونی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ بعد سکونت اوچ کے سلطان حسین میرزا، حاکم سند اور سلطان سکندر لودھی بادشاہ ہند حضرت کے مرید ہوئے۔ لاکھوں آدمیوں نے فیض حاصل

بقیہ حاشیہ : واسط ویقال ایضاً جیل بالجیم ومن ثم یقال کیل العجم وکیل العراق وجیل العجم وجیل العراق (نور الدین ابوالحسن : بہجۃ الاسرار مصر ۱۳۰۲ھ ص۸۸)

[۱] ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کا سقوط ہوا۔

[۲] بقول علی اصغر گیلانی آپ ۸۸۷ھ میں اوچ میں داخل ہوئے (خزینۃ الاصفیاء ۱/۱۱۶ بحوالہ شجرۃ الانوار)

[۳] یہاں مفتی صاحب سے شجرہ نسب درج کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اخبار الاخیار میں ہے۔ "سید محمد بن سید شاہ امیر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (عبدالحق دہلوی : اخبار الاخیار ص۱۸۹)

کیا۔ خوارق و کرامات ہزاروں ان سے سرزد ہوئیں۔ حضرت کے چار صاحبزادے[1] تھے۔ ایک سید عبدالقادر ثانی دوم سید عبداللہ ربانی سوم مبارک حقانی چہارم سید محمد نورانی قدس اللہ سرہم العزیز۔ جن سے الگ الگ فیض جاری ہوا۔ ۹۲۳ھ میں فوت ہوئے اور اوچ میں دفنائے گئے۔ "محمد مخدوم عالم" حضرت کی تاریخ وفات درج خزینۃ الاصفیاء ہے اور "محمد حسنی پاک رفت" شجرۃ الانوار[2] میں ہے۔

۱۔ میر سید شاہ فیروز قدس سرہٗ

یہ حضرت بھی گیلانی سادات میں سے بزرگ اور پیر طریقت تھے۔ ان کے جد بزرگوار

---

[1] شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کے تین فرزند بتائے ہیں :

اور اسہ پسر بود۔ شیخ عبدالقادر کہ او را مخدوم ثانی گویند و سید عبداللہ ۔۔۔ و سید مبارک ۔۔۔ و از ایشاں خلفی ماندہ کہ نام ایشاں میر میراں گویند بغایت مسن و متبرک، در لاہور سکونت دارند (اخبار الاخیار ۱۸۹-۱۹۰)

حضرت سید محمد غوث اوچی عالم اور شاعر بھی تھے۔ قادری تخلص کرتے تھے۔ آپ کا دیوان شعری ذخیرہ سراج الدین آذر کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۱۸۹ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مفتاح الاخلاص تلخیص خلاصۃ المفاخر بھی آپ کی تالیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی : اخبار الاخیار ۱۸۹——۱۹۰

۲۔ علی اصغر گیلانی : شجرۃ الانوار قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب

۳۔ عبداللہ بارواڑی اوچی : مناقب الاصفیاء۔ معاصر سید حامد گنج بخش قلمی مملوکہ سید نور محمد صاحب گجرات

۴۔ محمد ادریس اوچی : نتائج الاخبار قلمی مملوکہ مولوی غلام احمد اختر اوچ

۵۔ شرافت نوشاہی : شریف التواریخ جلد اول صفحہ ۸۰۹ قلمی مملوکہ مصنف مدظلہٗ

[2] شجرۃ الانوار سید علی اصغر گیلانی کی تصنیف ہے جو اسی خانوادہ اوچ کے احوال و انساب پر مشتمل ہے ۱۱۹۳ھ میں مکمل ہوئی۔ مؤلف اپنا شجرہ نسب خود لکھتا ہے :

سید علی اصغر گیلانی بن سید عبدالقادر مشہور بہ شاہ گدا بن سید محمد بن سید محمد ہاشم بن سید صوفی بن بدرالدین بن اسمٰعیل بن سید عبداللہ بن سید محمد غوث اوچی

(باقی اگلے صفحہ پر)

شاہ عالم بھی بغداد سے ہند میں آئے اور بعد سیر ہند لاہور میں آکر سکونت کی۔ ان کی وفات کے بعد شاہ فیروز دادا کی مسند پر بیٹھے اور تلقین و تدریس جاری کی۔ تمام عمر خلقت کی ہدایت میں مصروف رہے۔ ان کے پیران کے دادا شاہ عالم ان کے شاہ نواز دین[1]، ان کے شیخ حامد ان کے عبدالرزاق اور ان کے سید عبداللہ[2] گیلانی اور ان کے سید احمد قادری[3] اور ان کے سید مسعود اور ان کے سید علی اور ان کے سید صوفی اور ان کے سید سیف الدین عبدالوہاب اور ان کے حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں واقع ہوئی اور مزار لاہور، ڈنڈی گراں[5] کے تکیے میں ہے۔

۲۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد حلبی اوچی گیلانی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اپنے وقت کے امام طریقت و مقتدائے حقیقت تھے۔ تعلیم علوم ظاہری و باطنی اپنے باپ سے پائی۔ ہزاروں خوارق و کرامات ان کی درج کتب ہیں۔ مشہور کرامت ان کی یہ تھی کہ جو کوئی کفار یا فساق و فجار میں سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا مسلمان اور تائب ہو جاتا اور اِن حضرت کو ایک نسبت خاص حضرت غوث الاعظم کے ساتھ تھی اور حضرت غوث الاعظم سے ہی ان کو خطاب عبدالقادر ثانی کا بعالم باطن عطا ہوا تھا۔ نقل ہے کہ جب بعد وفات والد بزرگوار کے سید عبدالقادر سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے بادشاہوں اور امیروں کی صحبت ترک کر دی، اس لیے شاہ دہلی ان سے رنجیدہ ہو گیا اور چاہا کہ سجادہ نشین ان کا بھائی ہو۔ ابھی یہ تجویز عمل میں نہیں آئی تھی کہ حضرت نے فرامین جاگیر دائمہ و وظائف وغیرہ جو متعلق خانقاہ فقرا، تھے بادشاہ کے پاس بھیج دیے اور لکھا کہ ہم کو بادشاہی

بقیہ حاشیہ: (شجرۃ الانوار قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب) مفتی غلام سرور نے اس کے مؤلف کا نام اصغر علی غلط لکھا ہے (خزینہ ۲/۱۱۶)

[1] یہاں شیخ احمد کا نام رہ گیا ہے کیونکہ شاہ نواز دین شیخ احمد کے مرید تھے (خزینہ جلد اول ص۱۱۹)

[2] سید عبداللہ مرید سید علی مرید سید مسعود مرید شیخ احمد مرید سید صوفی ... [3] سید احمد قادری سید میر کے خلیفہ تھے۔

[4] لہٰذا مندرجہ بالا شجرہ میں سید احمد کے بعد سید میر کا نام لکھنا چاہیے (ایضاً ص۱۱۹) [5] تکیہ ڈنڈی گراں خزینہ ۱/۱۱۹

جاگیر و ائمہ کی ضرورت نہیں جس کو سجادہ نشین آپ بنائیں دے دیں۔ لعدازاں صرف کا صرف غیبی خزانہ سے تھا۔ ایک مرتبہ جو بادشاہ نے حضرت کو بہزار التجا اپنے پاس بلایا تو حضرت نے جانے سے انکار کر دیا اور یہ شعر جواب میں لکھے :

بہ ہیچ باب ازیں باب روئے گشتن نیست

ہر آنچہ بر سر ما میرود مبارک باد

کسی کہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است

بحلہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد!

حضرت کی وفات بتاریخ ہژدہم ربیع الاول ۹۴۰/۲۳ء میں ہوئی اور مزار اوچ میں ہے[1]۔

۳۔ سیّد محمود حضوری لاہوری قدس اللہ سرّہ العزیز

یہ بزرگ سادات صحیح النسب موسوی غوری تھے۔ ان کے باپ خواجہ شمس الدین المشہور بہ شمس العارفین غور کے ملک کے رہنے والے تھے۔ ان کی وفات کے بعد سید محمود نے ہند کی سیر کا ارادہ کیا اور لاہور میں آکر بہ محلہ حاجی سوائی[2] سکونت کی مشہور کرامت ان کی یہ تھی کہ جس روز کوئی مرید ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا اسی روز کی شب کو حضرت

---

[1] حضرت شیخ عبدالقادر ثانیؒ نے ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ اول شیخ عبدالرزاق (ف ۵ رجمادی الآخر ۹۴۲ھ) دوم سید زین العابدین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار ص۱۹۳) دوسری روایت ہے کہ آپ کے سات فرزند تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:
۱۔ سید عبدالرزاق ۲۔ سید فتح الملک ۳۔ سید جلال ۴۔ سید حسن ۵۔ سید جعفر ۶۔ سید حسین ۷۔ سید زین العابدین (شرافت نوشاہی: حدائق الانوار قلمی ص۴۹)

[2] محلہ حاجی سوائی، لاہور قدیم کے بیرون شہر تھا۔ سکھوں نے اسے تباہ کر دیا تھا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا. اسی لیے حضرت حضوری کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت کا شجرہ حضرت غوث الاعظم تک اس طرح پہنچتا ہے کہ سید محمود مرید اپنے باپ شمس الدین کے اور وہ مرید سید یعقوب کے اور وہ مرید سید عبد القادر کے اور وہ مرید سید علی کے اور وہ مرید سید مسعود کے اور وہ مرید سید احمد[1] کے اور وہ مرید سید اصغر کے اور وہ مرید سید ابو فرح کے اور وہ مرید سید عبد الوہاب کے اور وہ مرید حضرت غوث الثقلین کے۔

وفات سید محمود کی سنہ ۹۹۲ ہجری میں واقع ہوئی اور مقبرہ لاہور کے باہر میاں میر کی سڑک کے پاس ہے۔

۴۔ میراں سید مبارک حقانی بن سید محمد اوچی حلبی گیلانی

قادریہ سلسلہ میں یہ حضرت بڑے بزرگ صاحب زہد و تقویٰ و عبادت و ریاضت و ترک و تجرید و عشق و محبت و جذب و سکر تھے۔ حضرت نے آبادی چھوڑ کر جنگل میں سکونت اختیار کی۔ کوئی بنی آدم ان کے روبرو نہیں جا سکتا تھا اور جو جاتا مست و مجذوب ہو جاتا۔ سوائے ایک شخص معروف چشتی کے کسی نے نعمتِ خلافت ان سے حاصل نہیں کی۔ بارہ سال تک یہ حضرت مستی کی حالت میں رہے۔ پھر لاہور تشریف لائے اور یہاں ہی نو سو چھپن سال ہجری میں وفات کی۔ نعش مبارک حضرت کی اوچ میں لے جا کر دفن کی[2]

بقیہ حاشیہ ص ۔۔۔ : تباہی کا نقشہ بہ الفاظ مفتی غلام سرور ملاحظہ ہو :

محلہ حاجی سوائی بیرونی شہر کہ حال از دست سکھاں جاہل رُو بہ ویرانی آوردہ است (خزینہ ۱/۱۲۲)

[1] شیخ احمد مرید سید صوفی وہو مرید سید عبد الوہاب۔ اس سے پہلے کے دو نام زائد ہیں۔

[2] مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو :

سید شرافت نوشاہی : شریف التواریخ جلد اول ص ۸۴۵ تا ص ۸۵۲ قلمی بخطِ مؤلف مملوکہ مؤلف مدظلہ ساہن پال گجرات۔

۵۔ سید محمد غوث بالا پیر بن سید زین العابدین بن سیّد عبد القادر ثانی اوچی گیلانی

یہ حضرت طریقت میں مرید اپنے جدِّ بزرگوار سید عبد القادر کے تھے اور پرورش و تکمیل ظاہری و باطنی بھی انہیں سے پائی۔ کیونکہ ان کے والد بزرگوار بعمرِ جوانی اپنے والد کے روبرو کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ جب ان کے جدِّ امجد بھی وفات پا گئے تو یہ اپنے چچا سید حامد گنج بخش سے ناراض ہو کر اوچ سے نکل آئے اور بمقام شنگھرہ جو پنجاب میں مشہور قصبہ ہے سکونت اختیار کی اور اسی جگہ تاریخ ۵ رشوال ۹۵۹ھ میں وفات کی روضہ حضرت کا بھی شنگھرہ میں[۱] ہے۔

۶۔ شاہ لطیف بری قادری قدس سرّہٗ

بزرگانِ پنجاب سے یہ حضرت بڑے بزرگ مشہور ہیں۔ خوارق و کرامات ہزاروں حضرت کے مشہور ہیں۔ حضرت بڑے عابد، زاہد گوشہ نشین مست و مجذوب تھے۔ ہزاروں مرید مدارجِ تکمیل کو پہنچے۔ حضرت نے نعمتِ باطنی حضرت حیات المیر زندہ پیر[۲] سے پائی۔ جو حضرت غوث الاعظمؒ کے پوتوں سے زندۂ جاوید ہیں۔ حضرت کی وفات سہ ۹۹۶ھ[۳] میں واقع ہوئی اور روضۂ مقدس مشہور ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو : (۱) علی اصغر گیلانی : شجرۃ الانوار قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب۔

[۲] حیات المیر کا ذکر معاصر کتب تاریخ اور نسب ناموں میں نہیں ملتا۔ حضرت شاہ ابو المعالی لاہوریؒ نے لکھا ہے کہ شیخ عبد الرزاق بن حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے فرزندوں میں شیخ جمال اللہ اس زمانے میں بسطام کے جنگلوں میں موجود ہیں۔ لیکن شاہ ابو المعالیؒ نے ان کا عرف حیات المیر نہیں لکھا (تحفۃ القادریہ) شیخ جمال اللہ کا عرف حیات المیر مفتی صاحب سے پہلے احمد علی استرآبادی نے تذکرہ مقیمی ۱۱۸۲ھ میں ص ۲۰ (قلمی مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی) لکھا ہے جس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ [۳] (اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

۷۔ سیّد بہاء الدین گیلانی المشہور بہ بہاول شیر قلندر حجروی

مشائخ عظام و سادات کرام قادریہ سے یہ حضرت بڑے بزرگ و مست و مجذوب تھے۔ اور شجرۂ نسب ان کا حضرت غوث الاعظمؒ کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ حضرت سیّد بہاول شیر بن سیّد محمود بن سید علاؤالدین المشہور زین العابدین بن سیّد مسیح الدین[۱] بن سیّد صدرالدین بن سیّد ظہیرالدین بن سیّد شمس الدین بن سیّد مومن بن سیّد مشتاق بن سید علی بن سیّد صالح بن سیّد قطب الآفاق سیّد عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظمؒ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ۔ سیّد بہاول شیر بغداد میں پیدا ہوئے۔ پھر اپنے باپ اور پھوپھی کے ہمراہ ہندوستان میں آکر شہر بدایوں میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ان کے باپ بھی فوت ہو گئے اور انہوں نے

(بقیہ حاشیہ ۳۱) شاہ لطیف بری کا یہ سال وفات بہت متنازعہ فیہ ہے۔ اس وقت موجود خاندانی ریکارڈ میں آپ کا سال وفات ۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۶ء لکھا ہے جو قرائن کے عین مطابق ہے اس لیے کہ حضرت سید حسن پشاوریؒ ۱۱۰۷ھ میں شاہ لطیف سے پوٹھوہار میں ملے تھے۔ فرماتے ہیں: چوں در ملک پوٹھوہار رسیدم۔ سید شاہ لطیفؒ مجذوب دیدم کہ خیلے صاحب نظر اثر بودند و با من بسلوک تمام ملاقات کردند۔ یک دو روزی گذرانید و مرخص شدم۔ (میر غلام کشمیری: خوارق العادات ۱۱۸۹ھ قلمی مملوکہ مولانا سید امیر شاہ قادری پشاور ورق ۸۔ ۹، ب) اور پھر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری بن سید حسن پشاوریؒ ۱۱۱۶ھ میں شاہ لطیف سے ملے تھے۔ واقعہ ملاقات خود ہی لکھا ہے (شاہ محمد غوث: رسالہ در کسب سلوک و معرفت پشاور ۱۲۸۴ھ ص ۲۱) ملاحظہ ہو:

۱۔ شاہ محمد غوث لاہوری: رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت۔ مطبوعہ پشاور ۱۲۸۴ھ

۲۔ میر غلام کشمیری: خوارق العادات ۱۱۸۹ھ (حالات سید حسن پشاوری) قلمی مملوکہ مولانا سید امیر شاہ قادری پشاور

۳۔ مقیم محکم الدین مجروی: درالعجائب ترجمہ لاہور

۴۔ گل حسن شاہ: تذکرہ غوثیہ لاہور (س۔ن)

۵۔ محمد قاسم راجوروی: حیات بری امام راولپنڈی)

۶۔ منظور الحق صدیقی: شاہ لطیف بری لاہور ۱۹۷۰ء

۷۔ ملاحظہ ہو: بری شاہ لطیف، مقالہ اقبال مجددی، مشمولہ دانشنامۂ شبہ قارہ، تہران۔ ایران

[۱] معاصر ماخذ تذکرہ مقیمی ۱۱۰۲ھ میں مسیح الدین کی بجائے فتح اللہ درج ہے (قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی ص ۲۸)

تربیت و تکمیل اپنی پھوپھی سے جو رابعہ عصر تھی پائی اور تمام عمر ریاضت و عبادت و سکر و جذب و عشق و شوق و ذوق میں گذار دی۔ دو سو پچاس برس کی حضرت نے عمر پائی، بلکہ اس قدر عمر کسی نے مشائخ قادریہ سے نہیں پائی۔ حضرت تین مرتبہ بارہ بارہ برس کی خلوت میں بیٹھے اور اس عرصہ میں بے خور و خواب عبادت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جو ایک غار میں چالیس برس بحالت سکر و جذب ایک مقام پر بیٹھے رہے تو پشت مبارک ایک پتھر کے ساتھ جو تکیہ گاہ آپ کا تھا چمٹ گئی۔ جب وہاں سے اٹھے تو چمڑہ اسی پتھر کے ساتھ رہ گیا۔ یہ حضرت جب ایک سو برس کی عمر کو پہنچے تو ریش مبارک کا آغاز ہوا۔

نقل ہے کہ جب چالیس برس کی خلوت کے بعد حضرت غار سے نکلے تو اس جگہ پر آئے جہاں اب قصبہ حجرہ آباد ہے۔ یہاں اس وقت دریا چلتا تھا۔ دریا کے کنارے حضرت نے صومعہ بنایا اور سکونت اختیار کی۔ زمینداران قوم دھول نے جن کی ملکیت میں وہ زمین تھی حضرت کو وہاں سے اٹھا دیا۔ حضرت نے دوسری جگہ قیام کیا۔ وہاں بھی یہی معاملہ وقوع میں آیا۔ اس پر حضرت جلال میں آگئے اور دریا کو حکم دیا کہ تو یہاں سے ہٹ جا اور جگہ ہمارے رہنے کے لیے خالی کرو۔ پانی فی الفور وہاں سے کئی میل تک دور چلا گیا اور ایک کریوہ بلند جو دریا سے نکلا تھا۔ اس پر حضرت نے قیام فرمایا۔ کرامت حضرت کی جو زمینداروں نے دیکھی سب مرید ہو گئے۔ اور اس مقام پر آبادی ہو گئی۔ مدت العمر حضرت وہاں ہی رہے آخر اٹھارویں شوال ۹۷۳ھ میں فوت ہو کر حجرہ میں دفن ہوئے اور مادہ "عبدالقادر ثانی" سے حضرت کی تاریخ وفات ظاہر ہے۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو:

۱۔ احمد علی استر آبادی: تذکرہ مقیمی ۱۱۰۷ھ قلمی مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی۔

۲۔ محمد مقیم محکم الدین حجروی: نوادر العجائب۔ حجرہ ۱۹۶۴ء

۳۔ محمد بخش میاں: بوستان قلندری (تذکرہ حضرات حجرہ) لاہور

۴۔ عبدالباقی حجی: مقامات داودی خطی۔ مملوکہ محمد اقبال مجددی (میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد کرمانی کے زمانہ اعتکاف میں حضرت بہاء الدین حجروی ملاقات کے لیے آئے تو بوجہ اعتکاف ملاقات نہ ہو سکی۔

۸۔ سیّد حامد گنج بخش بن سید عبد الرزاق بن سیّد عبد القادر ثانیؒ

خاندان قادریہ اعظمیہ میں سے یہ حضرت بڑے بزرگ صاحب شریعت و طریقت وحقیقت و معرفت تھے۔ ہزاروں خادم حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مراتب تکمیل کو پہنچے۔ بادشاہانِ وقت بھی ان کی آستان بوسی کو اپنا افتخار جانتے تھے۔ تمام عمر انہوں نے عبادت و ریاضت میں گزاری اور اوچ میں سکونت رکھی۔ حضرت کے خلفائے کامل و مکمل بہت تھے۔ چنانچہ سید شیر شاہ ملتانی اور شیخ داؤد کرمانی حضرت کے کاملین خلفاء میں سے تھے۔ حضرت کی وفات ۹۷۸ھ[1] میں ہوئی اور بمقام اوچ میں مدفون ہوئے اور بعد ان کی وفات کے سید جمال الدین موسیٰ مسندِ مشیخت پر بیٹھے۔ شیخ محبوبی ان کی تاریخ وفات ہے۔

۹۔ شیخ داؤد چونی وال شیر گڑھی قدس سرہٗ

پنجاب کے قادریہ بزرگوں سے یہ حضرت صاحب حال وقال و شریعت و طریقت مشہور ہیں۔ شام سے صبح تک یہ حضرت عبادت میں مصروف رہتے۔ تمام رات کبھی سوتے نہ تھے اور عبادت کا یہ حال تھا کہ تمام رات کبھی قیام اور کبھی سجود اور کبھی رکوع اور کبھی قعدہ میں گزرجاتی اور کثرت ریاضت سے ایک طرح کی نسبت خاص ان کو حضرت غوث الاعظمؓ کے ساتھ پیدا ہوئی اور حضرت کی باطنی اجازت سے یہ حضرت سید حامد گنج بخش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مراتب تکمیل کو پہنچے۔ خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب شجرۃ الانوار ان کا شجرہ نسب اس طرح امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملاتے ہیں کہ سید داؤد بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید قمیص اللہ بن صفی الدین آدم کرمانی بن سید نقی الدین احمد بن عبد المجید بن سید عبد الحفیظ بن سید عبد الرشید بن ابو القاسم بن سید ابو المکارم بن سید ابو المحاسن بن سیّد ابو الفیض بن سید ابو الفضل بن سید عبد الباقی بن سید ابو المعانی بن سید عبد الوہاب بن سید

---

[1] سید حامد گنج بخشؒ کا انتقال ۱۹ ذی قعدہ ۹۷۸ھ میں ہوا۔ اپنے دادا حضرت شیخ عبد القادر ثانیؒ کے مرید تھے (عبد الحق شیخ، اخبار الاخیار صفحہ ۱۹۴)

ابوالحیات بن سید محمد بن سید محمد ماہ بن سید شاہ محمد پیر بن سید مسعود بن سید محمود بن سید ابوالاحمد بن سید داؤد بن سید ابوابراہیم اسمٰعیل بن سید محمد اعرجی بن موسیٰ مبرقع بن امام موسیٰ رضا رضوان اللہ عنہم اجمعین۔

مگر ایک اور شجرہ میں اس طرح صحت ہوئی کہ سید محمد اعرجی بن سید موسی مبرقع بن امام محمد تقی بن امام علی موسیٰ رضا۔ کیونکہ سید مبرقع کوئی صاحبزادہ حضرت امام رضا کا نہ تھا۔ صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ اول سید فتح اللہ والد بزرگوار ان کا عرب سے ہند میں آیا اور بمقام ہیبت پور پٹی سکونت اختیار کی پھر وہاں سے قصبہ چونیاں میں رہائش کی جب وہ مر گئے تو سید داؤد ان کے مرنے کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے اور مولانا اسمٰعیل لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم ظاہری سے بہرہ کامل پایا۔ پھر باطنی علوم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں اور مزار گوہر بار بمقام شیر گڑھ زیارت گاہ خلق اللہ ہے اور ہر سال بڑا ہجوم حضرت کے مزار پر ہوتا ہے اور تاریخ وفات حضرت کی "پیر حق پرست" سے ظاہر ہوتی ہے اور "مشتاق منان" مادہ تاریخ درج اخبار الاخیار[1] ہے۔

۱۰۔ شیخ بہلول قادری قدس سرہٗ

یہ حضرت قادریہ سلسلہ میں بڑے شیخ مشہور ہیں۔ شاہ لطیف بری سے فیض پایا۔ سہروردیہ

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ ابوالمعالی شاہ لاہوری : نغمات داؤدی بحوالہ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ ص۱۸۵

۲۔ عبدالباقی بن جان محمد جمی قادری : مقامات داؤدی ۱۰۵۶ھ مکتوبہ ۱۲۰۱ھ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

۔۔۔ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ نولکشور ایڈیشن ۲۸۰ ــــ ۲۹۱

۴۔ نظام الدین احمد : طبقات اکبری ۔۱۱

۵۔ عبدالحق شیخ : اخبار الاخیار ص۱۹۴ تا ص۱۹۵

۶۔ غوثی : اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ۲۰۷

۷۔ داراشکوہ : سفینۃ الاولیاء ۱۹۳

فیض بھی اسی سلسلہ میں تھا کہ شاہ لطیف نے سوائے حیات المیر زندہ پیر کے شیخ نصیر الدین قریشی ملتانی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ شیخ بہلول نے سفر بہت کیا اور بڑے بڑے بزرگوں سے فیض باطنی پایا۔ چنانچہ اول بمقام نجف اشرف پھر کربلائے معلیٰ میں جاکر اعتکاف کیا۔ وہاں سے مکہ معظمہ میں جاکر مناسک حج ادا کیے۔ پھر مدینے میں جاکر کئی مہینے خلوت اختیار کی۔ وہاں سے بغداد میں جاکر روضۂ عالیہ غوث الاعظمؒ میں جاکر چہلم تک معتکف رہے۔ پھر مشہد مقدس میں جاکر فوائد حاصل کیے پھر کوہ پنج شیر غازی پر جاکر ایک بزرگ سے جو قطب زمانہ کا تھا۔ نعمت باطنی پائی۔ آخر سال نوسو تراسی ۹۸۳ میں وفات پائی۔ مادۂ "شیخ بہلول" (۹۸۳ھ) سے حضرت کی سال وفات حاصل ہوتی ہے اور روضۂ مبارک چنیوٹ کے علاقہ میں ہے۔

۱۱۔ شیخ ابواسحاق قادری لاہوری

یہ حضرت بڑے خلیفہ حضرت سیّد شیخ داؤد کرمانی کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی و اتقار میں بوسیلہ اپنے پیر کے مدارج علیہ پہنچے۔ ہزاروں خوارق و کرامات ان سے سرزد ہوئیں حضرت داؤد کی اجازت سے یہ حضرت لاہور میں آئے اور بمحلہ پیر عزیز مزنگ مغل کے سکونت اختیار کی۔ ہزاروں آدمی ان کی بیعت میں داخل ہوئے اور صدہا لوگوں نے تعلیم علوم و فقہ و حدیث و تفسیر کی پائی۔ آخر سال نوسو پچاسی ۹۸۵ ہجری میں وفات کی۔ روضہ حضرت کا موضع مزنگ میں جو لاہور سے جانب جنوب دو میل پر واقع ہے۔ زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۲۔ شاہ معرُوف چشتی و قادری

یہ بزرگ اول طریقہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار کے جن کا شجرہ حسبی و نسبی حضرت فریدالدین گنج شکر کے ساتھ ملتا تھا مرید تھے اور اسی طریق میں کامل ہوئے۔ من بعد جب شہرۂ کرامت و خوارق جاذب و استغراق حضرت سید مبارک حقانی کا ان کے کان میں پہنچا تو کمال شوق کے ساتھ بمقام لکھی جنگل ان کی خدمت میں پہنچے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور انہیں کی ذات بابرکات سے پنجاب میں سلسلۂ نوشاہیہ نے فروغ پایا۔ وفات حضرت

کی سال نوسو چھتاسی ۹۸۶ھ ہجری میں وقوع میں[1] آئی۔

۱۳۔ سید محمد نور[2] بن سید بہاول شیر گیلانی

بڑے بیٹے اور خلیفے سید بہاول شیر گیلانی ججروی کے، خسران کے شاہ کمال بخاری[2] تھے جن کا مزار قصبہ چونیاں میں ہے اور پیر جہانیاں کے خطاب سے مشہور ہیں، نقل ہے کہ جب سید بہاول شیر فوت ہو گئے۔ سید محمد نور[3] حاضر نہ تھے۔ ان کی غیر حاضری ہی میں وہ دفنائے گئے۔ جب آئے تو باپ کے دیدار کے لیے سخت بے قرار ہوئے اور چاہا کہ قبر کھدوا کر باپ کا چہرہ دیکھیں۔ اس ارادے پر قبر پر خیمہ برپا کرایا (نصب کروایا) اور سب کو نکال کر (تخلیہ و تنہائی میں) اپنے ہاتھ سے قبر کو کھودا اور زیارت کی۔ اس وقت ناگہاں ایک معمار جو حضرت کے مریدوں میں سے تھا بے اختیار اندر آ گیا۔ مگر بسبب اس کے کہ بلا اجازت آیا تھا اندھا ہو گیا۔ چند سال کے بعد جب سید محمد نور کا ارادہ ہوا کہ باپ کی قبر پر گنبد بنائیں تو اس معمار نے عرض کی کہ اگر میں بینا ہو جاؤں تو مقبرہ حضرت کا میں خود بناؤں گا۔ فرمایا کہ دن بھر جب تو کام کرتا رہے گا بینا رہے گا اور جب کام سے اٹھے گا تو اندھا ہو جائے گا۔ چنانچہ جب تک مقبرہ تیار ہوتا رہا۔ ایسا ہی ہوتا رہا۔ وفات ان کی سال نوسو اٹھاسی ہجری میں وقوع میں[4] آئی۔

---

[1] مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) شرافت نوشاہی، شریف التواریخ جلد اول ص۸۵۳-۸۶۴ قلمی مملوکہ مصنف مدظلہ ۱:

[2] مادر ایشاں دختر سید کمال بود کہ از کبرائے سادات جوہر اند و سید جلال مذکور نیز از بطن ایں پاک دامن بودند (تذکرہ مقیمی قلمی ص۱۷۱)

[3] معاصر ماخذ تذکرہ مقیمی (ص۱۷۱ و بعد) میں یہ نام نور محمد لکھا ہے جو درست سمجھنا چاہیے۔

[4] ملاحظہ ہو:

۱۔ احمد علی استر آبادی: تذکرہ مقیمی قلمی ص۱۷۱ و بہ بعد

۲۔ محمد مقیم ججروی: در العجائب مقدمہ سجرہ

۱۴۔ شاہ قمیص بن سید ابی الحیات گیلانی سادھوری

یہ بزرگوار بزرگان دین و مشائخ اہل الیقین سے جامع شریعت وطریقت علوم ظاہری و باطنی ہوئے ہیں۔ شجرۂ نسب ان کا بچند واسطہ درمیانی بحضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید سلطان شیخ عبدالقادر محی الدین قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ اس طرح پر کہ شاہ قمیص گیلانی بن سید ابی الحیات بن تاج الدین محمود بن بہار الدین محمد بن جلال الدین بن شاہ داؤد بن جمال الدین علی بن ابی صالح نصر بن سید آفاق عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی ان کے باپ ابی الحیات اول بغداد سے ہند میں آئے اور چندے بنگال میں تشریف رکھی۔ پھر قصبہ سادھورہ خضر آباد جو انبالہ کے علاقہ میں ہے آئے اور سکونت کی اور ایک شخص نصراللہ نام نے جو عالم و عامل تھے۔ اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دی۔ اس کے بطن سے سید شاہ قمیص پیدا ہوئے جو ولی مادر زاد تھے۔ باپ نے ان کو ظاہری اور باطنی تعلیم دی۔ ہزاروں ان کی ذات بابرکات سے کمالات صوری و معنوی کو پہنچے گویا سلسلہ قادریہ ان کی ذات بابرکات سے ہند میں شائع ہوا۔ ان کی اولاد[1] اب بھی سادھورہ میں رہتی ہے۔ اس زمانے کے پیروں میں سے ان کی ذات بھی مغتنمات سے ہے۔ وفات حضرت شاہ قمیص کی سوم ذی قعدہ سال نوسو بانوے ہجری (۹۹۲ھ) وقوع میں آئی اور مقبرہ سادھورہ میں ہے۔

۱۵۔ سید موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ[2]

فرزند دلبند حضرت سید حامد گنج بخش گیلانی اوچی صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند

---

[1] شاہ قمیصؒ کی اولاد میں سے سید رحم علی شاہ (ف ۱۲۱۴ھ) بن شاہ محمد باقر بن شاہ محی الدین بن شاہ ابو محمد بن شاہ محمد قادری بن شاہ قمیص الاعظم؛ سید رحم علی شاہ کے خلیفہ حاجی شاہ عبدالرحیم شہید اور ان کے خلیفہ حضرت میاں نور محمد جھنجھانوی اور ان کے خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) غوث محی الدین سید، شرف الانساب دکن ۱۳۳۲ھ (۲) روشن علی، تذکرہ اولیائے رائچور مطبوعہ دکن (۳) پیر محمد لاہوری، خوارقات شاہ قمیص قلمی ذخیرہ آذر نمبر ۱۱۹.T

[2] ...... (اگلے صفحہ پر)

تھے جب باپ کے روبرو انہوں نے تکمیل ظاہری و باطنی پائی تو بخطاب جمال الدین ابوالحسن مخاطب ہوئے۔ بڑے بڑے علماء فضلاء ان کے مرید بنے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی انہیں کے مرید بااخلاص تھے۔ ان کو حضرت غوث الاعظمؒ کی روحانیت کے ساتھ ایک نسبت خاص تھی کہ ہر وقت حضور رہتا تھا اور صدہا دفعہ بیداری و خواب میں زیارت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہوئے۔ تمام عمر انہوں نے ریاضت و مجاہدہ و عبادت و تعلیم و تلقین میں گزاری۔ آخر سال ایک ہزار ایک ہجری[1] میں بدخواہانِ قوم لنگاہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ روضہ حضرت کا ملتان میں زیارت گاہِ خلق اللہ[2] ہے۔

(بقیہ حاشیہ) شیخ حامد گنج بخشؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں شیخ موسیٰ اور شیخ عبدالقادر میں سجادہ نشینی کے مسئلہ پر جھگڑا شروع ہوا جو عرصہ تک چلتا رہا۔ بقول بدایونی: درمیان شیخ عبدالقادر و شیخ موسیٰ برادرِ خورد ش سالہائے دراز بر سر سجادۂ شیخت مناقشہ افتاد۔ (منتخب التواریخ جلد سوم ص ۹۱)

شیخ موسیٰ اوچ چھوڑ کر اکبر کے دربار میں آ گئے اور یہاں اکبر نے آپ کو پانچ سو کا منصب دیا (ایضاً جلد ۲ ص ۲۰۴)

ملا بدایونی کا بیان ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ بادشاہ کے حضور میں ہوتے اور نماز کا وقت آ جاتا تو دیوان خانہ میں خود اذان دے کر نماز با جماعت شروع کر دیتے تھے اور کسی کو ان کے روکنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ (ایضاً جلد سوم ۹۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۶ شوال ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء کو حضرت سید موسیٰ گیلانی کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ شیخ نے ان پر خاص توجہ فرمائی تھی (رسالہ وصیت قلمی بحوالہ خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق ۱۳۴)

شیخ موسیٰ پاک شہید کی ایک کتاب تیسیر الشاغلین (اوراد و معمولات) بھی شائع ہو چکی ہے۔

[1] حضرت موسیٰ پاک شہید کا سالِ وفات ۱۰۰۱ھ غلط ہے۔ بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "شمع جمع سیادت" سے ۹۹۸ھ اخذ کیا ہے (بیاض خطی مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب)

[2] ملاحظہ ہو:

۱۔ بحر السرائر (احوال و عملیات وغیرہ شیخ موسیٰ پاک شہید) قلمی مملوکہ مولوی حکیم الہ بخش انصاری

۲۔ عبدالحق دہلوی شیخ: اخبار الاخیار ۲۰۳-۱۹۳۔ ۳۔ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ

۴۔ موسیٰ پاک شہید شیخ: تیسیر الشاغلین مطبوعہ فیروزپور ۱۳۰۹ھ

۱۶۔ سیّد کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ

بزرگانِ خطۂ لاہور سے بڑے بزرگ تھے۔ پہلے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی اور بعد عبادات و ریاضات ولی کامل ہوئے پھر بخدمت شیخ الہ داد مداری کے حاضر ہو کر فیض پایا۔ پنجاب میں لوگ ان کو دیوان کامل کہتے تھے۔ وروداں کا لاہور میں اکبر بادشاہ کے وقت بخارا سے ہوا اور موضع بابوسابو[1] میں سکونت رکھی اور وہیں سال ایک ہزار پانچ میں فوت ہو کر مدفون ہوئے[2]۔

۱۷۔ شیخ حسین المشہور بہ لال حسین لاہوری قدس سرہٗ

شیخ بہلول دریائی کے خلیفوں سے یہ بزرگ صاحب حال و جذب و شوق و ذوق و وجد و سماع مشہور ہیں۔ طریق ان کا ملامتیہ[3] تھا۔ پوشاک سرخ رکھتے تھے۔ اس لیے لال حسین مشہور ہوئے ان کا دادا (کلجس رائے) ہندو تھا جس نے فیروز شاہ تغلق کے وقت میں اسلام قبول کیا۔ اس کا بیٹا عثمان دیندار آدمی تھا اور جولاہوں کے کام سے قوتِ حلال پیدا کر کے گذارہ کرتا۔ اس کے گھر شیخ حسین پیدا ہوئے۔ سات[4] برس کی عمر میں یہ ایک فاضل ابوبکر نام کے پاس قرآن پڑھتے تھے کہ ناگاہ ایک روز شیخ بہلول کا گذر اس مسجد میں ہوا اور حضرت کی نظرِ فیض اثر حضرت حسین پر ایسی ہوئی کہ خوردسالی کی عمر میں ہی ولی کامل ہو گئے۔ من بعد حضرت مدت مدید عبادات اور ریاضاتِ شاقہ میں مصروف رہے اور کئی چلّے مزار گوہر بار علی مخدوم گنج بخش ہجویریؒ پر کیے اور تکمیل کو پہنچے۔ حضرت کے خوارق و کرامات بے تعداد درج کتاب حقیقۃ[5] الفقرا ہیں اور چند ان میں سے درج کتاب

۱؎ درمیان نیستاں متصل موضع بابوسابو طرح اقامت انداخت (خزینہ ۱/۱۴۱)

۲؎ عبدالرحیم نامی شخص بسیردار خاص شاہی مرید وی بود (ایضاً)

۳؎ آزاد مشرب صوفیہ کے ایک سلسلہ کا نام ملامتیہ ہے۔

۴؎ حقیقۃ الفقرا میں بعمر دس سال ۹۵۵ھ میں حافظ ابوبکر کی شاگردی اختیار کرنے کا ذکر ہے (ص ۴۲)

۵؎ حقیقۃ الفقرا از شیخ محمود معروف بہ پیر محمد نے شاہ حسین کے حالات و کرامات پر ۱۰۱۱ھ میں فارسی نظم میں لکھی۔ جسے مجلس شاہ حسین لاہور نے ۱۹۶۶ء میں شائع کر دیا تھا۔ اس کا اردو منثور ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

خزینۃ الاصفیاء بھی ہیں۔ اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں۔ اس لیے ترک کی گئیں حقیقۃ الفقراء میں لکھا ہے کہ خادم کامل و مکمل شیخ حسین کے نو ہزار کس تھے اور مرید ایک لاکھ پچپیں ہزار۔ ان میں سے سولہ خلفائے نامی گرامی ہوئے جن میں سے چار تو مخاطب بہ خطاب غریب تھے اور چار کا خطاب دیوان اور چار کا خطاب خاکی اور چار کا خطاب بلاول تھا۔ چار غریب تھے۔ یہ پہلا شاہ غریب بمقام رتی ٹھٹہ متصل وزیر آباد مدفون ہے۔ دوم شاہ غریب لنگمی والے ضلع وزیر آباد میں، تیسرا شاہ غریب بمقام چیلاپور علاقہ دکن میں مدفون ہے۔ چوتھے شاہ غریب کی قبر حضرت کی قبر کے پاس ہے اور چاروں دیوانوں میں سے پہلے دیوان حضرت کے معشوق و محبوب شیخ مادھو[1]، دوسرے دیوان گورکھ تیسرے اللہ دیوان لاہور میں مدفون ہیں۔ چوتھے دیوان بخشی بیجاپور دکن میں اور چار خاکی پہلا مولابخش خاکی، دوسرا خاکی شاہ لاہور میں مدفون ہیں۔ تیسرے خاکی شاہ وزیر آباد میں، چوتھے حیدر خاکی دکن میں آسودہ ہیں اور چار بلاول اول شاہ رنگ بلاول، دوم بدھو بلاول، سوم شاہ مست بلاول لاہور میں، چہارم شاہ بلاول دکن میں مدفون ہیں۔ ولادت باسعادت شاہ حسین کی سال نو سو پینتالیس اور وفات[2] ۱۰۰۸ھ بعہد شاہ اکبر

(بقیہ حاشیہ) یہ کتاب زیادہ تر سماعی حکایات پر مبنی ہے۔ بلغیر کسی تحقیق کے رطب و یابس اس میں شامل کر دیا گیا ہے، جس سے شاہ حسین کی ذات پر کئی الزامات عائد کرنے کا موقع ملتا ہے۔

[1] رجوع کنید بہ احوال مادھو کتاب ہذا۔

[2] شاہ حسین کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ تمام مقامی کتب تاریخ میں آپ کا سال وفات ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء لکھا ہوا ہے۔ ان میں حقیقت الفقراء ۱۱۰۱ھ قدیم ترین ہے۔ اس کے سات سال بعد ۱۰۰۸ھ میں مفتاح العارفین تالیف ہوتی ہے جس میں سال وفات ۱۰۱۳ھ درج ہوا ہے۔ (عبدالفتاح : مفتاح العارفین قلمی ورق ۲۲۹ - و) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حقیقت الفقراء میں مندرج سال وفات مشکوک ہے۔ لیکن معاصر مورخ ملا عبدالقادر بدایونی نے وضاحت کی ہے کہ نجات الرشید کی تصنیف ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء کے دوران مجھے لاہور میں معلوم ہوا کہ شاہ حسین ایک خوش الحان مغنیہ کا نغمہ سن کر بے خود ہو کر مکان کی چھت سے گرے اور فوت ہو گئے (نجات الرشید، ص۳۲۰) اس لیے ہمارے نزدیک معاصر مورخ بدایونی کے بیان کو دیگر متاخر تذکرہ نویسوں کے بیانات پر ترجیح حاصل ہے۔ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ شاہ حسین کا صحیح سال وفات ۹۹۹ھ ہے نہ کہ ۱۰۰۸ھ۔

وقوع میں آئی اور مزار گوہر بار لاہور میں ہے[1]۔ قطعۂ تاریخ :

طالب عشق و عاشق جانباز ماہِ عالم حسین نور العین
گفت خوشحال دِل بتولیدش سال ترحیل شمع عشق حسین ۹۴۵ھ

---

[1] شاہ حسین ابتدا میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ پھر اچانک اپنے استاد شیخ سعد اللہ لاہوری ف ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء سے تفسیر مدارک پڑھ رہے تھے کہ جب استاد نے آیت وما الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب (قرآن ۳۲ - انعام ۶) کے معنی بیان کیے تو شاہ حسین سمجھے کہ دنیا محض لہو و لعب کا نام ہے۔ شاہ حسین نے استاد سے کہا۔ مجھے حال درکار ہے قال نہیں۔ آپ نے طالب علمی کی زندگی ترک کر کے طریقۂ ملامتیہ اختیار کیا (حقیقت الفقرا ۵۷ - ۴۴) ہمارا خیال ہے کہ شاہ حسین اپنے استاد شیخ سعد اللہ ملتانی ثم لاہوری کے نظریات سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے۔ شیخ سعد اللہ اکثر ملامتی مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتے تھے۔ معاصر مورخ نظام الدین احمد نے واضح طور پر شیخ سعد اللہ کے بارے میں لکھا ہے۔ "بروش ملامتیہ سلوک می نمود (طبقات اکبری لکھنو ص ۳۹۱) لیکن یہ حقیقت ہے کہ شاہ حسین نے آخری عمر میں تمام خلاف شرع حرکات سے توبہ کر لی تھی اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے تھے اور اسی حالت میں وصال فرمایا تھا (عبداللہ خویشگی قصوری : معارج الولایت قلمی ـــــ ورق ۵۱۹ ب) عبداللہ خویشگی نے ہی غایت درجہ پابند شریعت بزرگ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری ف ۱۰۴۰ھ کا شاہ حسین کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے کہ "اگر مجھے علمائے ظاہر کے طعنوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اکثر شیخ حسین کے مزار پر جا کر استمداد کرتا" (ایضاً : اخبار الاولیاء قلمی ـــــ ورق ۵۴ ب) اس قول سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں (۱) اس قول سے اس خبر کو مزید تقویت ملتی ہے کہ شاہ حسین نے آخر عمر میں غیر مشروع افعال سے توبہ کر لی تھی (۲) شیخ محمد طاہر لاہوری کی مزار شاہ حسین پر حاضری اور استمداد کی آرزو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ شاہ حسین ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور ان کی ولایت مسلمہ تھی۔

شاہ حسین کی اس وقت تک دو تصنیفات یعنی کافیاں پنجابی اور رسالہ تہنیت (فارسی نثر) منصۂ شہود پر آئی ہیں۔ رسالہ تہنیت میں تصوف کے مسائل سہل طریقے سے پیش کیے ہیں۔ راقم محمد اقبال مجددی کی تصحیح و تقدیم کے ساتھ اس رسالہ کا مکمل متن مجلہ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۷۰ء اور پھر صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۷۰ء میں چھپ چکا ہے۔

ملاحظہ ہو :

۱۔ شاہ حسین : کافیاں مرتبہ چوہدری محمد افضل لاہور ۱۹۶۷ء (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۸۔ شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ بڑے بزرگ صاحب مراتب عالیہ و مقامات جلیلہ تھے۔ حضرت شاہ ابو اسحٰق قادری لاہوری سے انہوں نے نعمت خلافت پائی اور لاہور ہی میں سکونت رکھ کے مشغول تدریس و تلقین ہوئے۔ دنیا کے طالب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کبھی خالی نہ جاتے شاہ جہانگیر بادشاہ ان کا کمال معتقد تھا۔ ہر سال جب کشمیر کے سفر کو جاتا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ان کے کامل و مکمل مرید بہت تھے۔ چنانچہ شاہ بلاول لاہوری بھی ان کے کامل خلفاء میں سے ہیں۔ وفات ان کی سال ایک ہزار اکیس ۱۰۲۱ ہجری میں ہوئی اور روضہ منورہ لاہور میں ہے۔

۱۹۔ عاشق لاؤبالی شاہ خیر الدین ابو المعالی لاہوری قدس سرہٗ

بن سید رحمۃ اللہ بن سید فتح اللہ کرمانی قادری قدس سرہٗ

یہ بزرگ برادر زادہ حقیقی شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی کے ہیں اور انہیں کے مرید تھے بتیس سال تک یہ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر رہ کر تکمیل کو پہنچے اور بعد عطائے خرقہ خلافت لاہور کو مامور ہوئے۔ راستے میں جس جس مقام پر یہ منزل گزیں ہوئے۔ چاہ و باغیچے و تالاب پختہ بنوائے

(بقیہ حاشیہ ۲)۔ ایضاً۔ تہنیت مرتبہ محمد اقبال مجددی مشمولہ صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۷۲ء

۳۔ عبدالقادر بدایونی: نجات الرشید ۹۹۹ھ مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق لاہور ۱۹۷۲ء ص۳۲

۴۔ داراشکوہ: حسنات العارفین لاہور ص۱، ص۴۷

۵۔ پیر محمد: حقیقت الفقراء ۱۰۷۱ھ لاہور ۱۹۶۵ء

۶۔ عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی، مفتاح العارفین قلمی ذخیرہ شیرانی ۱۶۱۳ ورق ۲۲۹۔ ر

۷۔ عبدی عبداللہ خویشگی قصوری: اخبار الاولیاء ۱۰۷۷ھ قلمی مملوکہ مولانا سید محمد طیب ہمدانی قصور ورق ۱۵۴، الف ب

۸۔ ایضاً: معارج الولایت قلمی ذخیرہ آذر نمبر ۲۵/۱ ورق ۵۱۹، الف ب

۹۔ محمد اقبال مجددی: "مادھو لال حسین" مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب

جواب تک حو کھائی عبدالمعالی مشہور ہیں۔ لاہور میں آکر انہوں نے قبول عظیم حاصل کیا اور ہزاروں مرید و خادم ہوئے۔ ادنی کرامت ان کی یہ تھی کہ مریدان کا بیعت کے روز ہی حضرت غوث الاعظم کی زیارت سے مستفید ہو جاتا تھا۔ ان کو ایک نسبت خاص حضرت غوث الاعظم کے ساتھ تھی اور اعتقاد حد سے زیادہ تھا۔ کتاب تحفہ القادریہ غوث الاعظم کے خوارق و کرامت کے ذکر میں ان کا تالیف کیا ہوا مشہور اور دیوان اشعار ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اولاد ان کی لاہور میں سکونت پذیر ہے مگر افسوس کہ ایسے عالم و فاضل و ولی کی اولاد علم سے بے بہرہ ہے۔ ولادت شاہ ابوالمعالی کی سال نوسو ساٹھ ۹۶۰ اور وفات سال ایک ہزار چوبیس ۱۰۲۴ھ میں واقع ہوئی۔[له]

[له] حضرت شاہ ابوالمعالی شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی کے برادر زادے، داماد اور خلیفہ تھے۔ قادریہ سلسلہ کی نشرواشاعت کے لیے انہوں نے مسلسل اور انتھک کوششیں کی تھیں۔ آپ کی تصانیف میں سے تحفۃ القادریہ، نغمات داؤدی (در حالات مرشد خود شاہ ابوالمعالی، اس کا ذکر بدایونی نے کیا ہے۔ منتخب التواریخ ۲۸۸) مونس جان، زعفران زار، گلدستہ باغ ارم (قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی) شرح یازدہ بیعت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی) شعر بھی کہتے تھے۔ غربتی تخلص کرتے تھے۔

(ظہور الدین احمد: شاہ ابوالمعالی (شاعر) مقالہ مشمولہ نذر حسن)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تصنیفی کارناموں میں بھی ایک حد تک شاہ ابوالمعالی کے مشورہ اور اصرار کو دخل تھا۔ فتوح الغیب اور مشکوٰۃ کی شرح انہیں ہی کے اصرار کا نتیجہ ہیں۔

مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو: عبدالحق دہلوی شیخ: اخبار الاخیار ۱۹۵

بدایونی عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲۸۸، ۳۱۳، ۳۱۴

عبدالحق شیخ: شرح فتوح الغیب ص ۲۱

ایضاً کتاب المکاتیب و رسائل ۲۲۷

خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۲۲۶ / ۲۲۹

عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵ / ۳۲-۳۴

غلام سرور مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱ / ۱۴۹

ظہور الدین احمد: شاہ ابوالمعالی شاعر مقالہ مشمولہ نذر حسن لاہور ۱۹۶۶ء

۲۰- شیخ محمد طاہر لاہوری قادری و نقشبندی قدس سرہٗ

مرید و خلیفہ شاہ سکندر نبیرہ کمال کیتھلی جامع عبادات و ریاضات و علوم دینی و دنیوی و رموزات صوری و معنوی و خوارق و کرامت و جذبات و الہامات تھے۔ پہلے انہوں نے تکمیل اپنے مرشد ارشد شاہ سکندر کیتھلی کی خدمت میں، پائی۔ پھر بخدمت امام ربانی مجدد الف ثانی پیر احمد فاروقی سرہندی حاضر ہوکر فوائد عظیم حاصل کیے اور ان کے ارشاد سے لاہور میں آکر بہدایت خلق مصروف ہوئے۔ ہزاروں لوگ ان کے ارشاد کی برکت سے مراتب عالیہ پر پہنچے۔ یہ حضرت تمام عمر کسی دولت مند کے پاس نہ گئے اور نہ ان کو اپنے دربار میں بار دیا۔ کتب احادیث و تفاسیر کی کتابت حضرت کرتے اور ہدیہ کرکے گزارۂ اوقات کرتے اور رات بھر خدام کی تلقین اور عبادت الٰہی میں گزارتے۔ سلسلہ قادریہ میں یہ بزرگ اپنے عہد کے قطب وقت تھے۔ کوئی سائل دین و دنیا کا جوان کے دروازے پر آیا خالی نہ گیا۔ سید آدم بنوڑی مجددی نقشبندی نے جب ان کی بزرگی کا شہرہ سنا۔ پاپیادہ بنور سے لاہور میں آیا اور فیض یاب[1] ہوا۔ وفات ان کی بروز پنجشنبہ وقت چاشت آٹھویں محرم سال ایک ہزار چالیس ہجری میں ہوئی اور عمر چھپن برس کی پائی اور حضرت فرماتے تھے کہ میری وفات کے بعد جو شخص میرے احاطۂ مزار[2] میں مدفون ہوگا۔ میں نے خدا سے مانگا ہے کہ وہ جنتی ہوگا۔

---

[1] حضرت شیخ آدم بنوڑی لکھتے ہیں:

این نسبت جذبہ را از حضرت شیخ طاہر لاہوری کہ خلفائی کبار حضرت پیر ماست۔ یافتہ ام و این نسبت در اہل این طریقہ بر روح کمتر تاثیر می تواند نمودن۔ بنا بر آنکہ اول نسبت جذبۂ این بزرگواران از روح بقلب بظہور کردہ بسرعت بہ بدن متاثر می گردد و ہم در اوائل نسبت آگاہی بے چونی بروح می رسد۔ پس بقلب بخلاف اہل طرق دیگر کہ تا دیر آں نسبت آگاہی بی کیف در ابتدا ٔ شان میسر نگردد و نسبت جذبہ قادریہ در اوائل حال از روحانیت حضرت شیخ عبدالقادر جیلی رح یافتہ بودم۔ اما بر فنا در وسط حال خود این نسبت را ہم از خدمت شیخ طاہر مذکور من حیث استقرار یافتم و ایشان را این نسبت بتوسط شاہ اسکندر نبیرہ شاہ کمال کیتھلی رسیدہ بود علیہم رحمۃ۔ (آدم بنوری شیخ: خلاصۃ المعارف جلد دوم قلمی ورق ۲۵۹ ب)

[2] موجودہ مزار جناب پیر تنبیر حسین گیلانی مدظلہ کا تعمیر کردہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جدید تعمیر کے لیے مزار ربانی بر صفوا گندہ

قطعۂ تاریخ

شیخ طاھر پاک باز و پاک دین — اوج عرفان پر تھے مثل آفتاب
جب گئے دنیا سے سال خاتمہ — ہو گیا روشن کہ روشن آفتاب[۱]

۲۱۔ شیخ محمد میر المشہور بہ میاں میر قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شیخ خضر سیستانی کے خلیفہ تھے۔ ان کا شجرہ اس طرح پر کتابوں میں لکھا ہے کہ میاں میر لاہوری[۲] مرید و خلیفہ شیخ خضر سیستانی اور وہ مرید احمد اور وہ مرید سید احمد اور وہ مرید سید عابد کبیر اور وہ مرید سید ابوالقاسم اور وہ مرید شیخ موسیٰ جلبی اور وہ مرید شاہ ابوبکر اور وہ مرید شاہ داؤد اور وہ مرید شاہ سلیمان اور وہ مرید شیخ زید اور وہ مرید شیخ قریشی اور وہ مرید حضرت قطب الآفاق سید عبدالرزاق اور وہ مرید اپنے والد ماجد محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہم العزیز کے تھے۔ ان کے باپ کا نام قاضی سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی اور والدہ کا نام بی بی فاطمہ بنت قاضی قادن تھا۔ سیوستان میں آپ پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں ان کے باپ فوت ہو گئے۔ بارہ برس

(بقیہ حاشیہ) کی کھدوائی کی گئی تو قدیم مزار بالکل مزار حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرز پر بنا ہوا تھا۔

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

- محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ۳۴۰-۳۴۶ ● بدرالدین سرہندی: حضرات القدس دفتر دوم ۲۸۹/۲۹۶
- کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ — رکن اول ۳۲۶ / ۳۲۸
- نامی غلام دستگیر: تاریخ جلیلہ ۲۰۹ ● عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۵/ ۳۸۱
- نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی ۱۶۳/۱۸۱ ● عبداللہ خویشگی قصوری: اخبار الاولیاء قلمی ورق ۱۵۶ب ۱۵۴ب
- عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی: مفتاح العارفین قلمی ذخیرہ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب
- شاہ محمد قریشی: مخزن ہدایت و مرات المعرفت ۱۲۰۱ھ قلمی ذخیرہ آذر دانش گاہ پنجاب نمبر ۲۳/۱۴۲ ورق ۵ب ۱۰ا
-
- نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی ۱۶۳/۱۸۱
- عبداللہ خویشگی قصوری: اخبار الاولیاء قلمی ورق ۱۵۶ب، ۱۵۴ب

[۲] اگلے صفحہ پر

کی عمر میں علومِ دینی کی تعلیم سے فارغ ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں بسلسلۂ عالیہ قادریہ بیعت کر کے مصروف بعبادات و ریاضات ہوئے۔ جب صفائی حاصل ہوئی تو اپنی والدہ کی اجازت سے شیخ خضر سیستانی کی خدمت میں آئے اور تکمیل پائی اور بعد حصول خرقہ و خلافت پیر روشن ضمیر کے ارشاد سے لاہور میں پہنچے اور سکونت اختیار کی۔ ان کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ رات کو کبھی نہ سوتے اور حبس دم کی یہ حالت تھی کہ ایک دم میں تمام رات گذر جاتی تھی اور ایک ہفتہ کے بعد روزہ افطار ہوتا تھا اور کبھی بحالتِ جذب و استغراق ایک ایک ماہ تک طعام کھانے کی نوبت نہ پہنچتی تھی حضرت کے خوارق و کرامت کے حال میں شہزادہ داراشکوہ نے ایک کتاب سکینۃ الاولیاء نام لکھی ہے۔ اس میں سب حال درج ہے۔ ولادت حضرت میاں میر کی بقول صاحب سفینۃ اولیاء سال نوسو ستاون اور وفات ۱۰۴۵ھ میں ہوئی اور عمر اسی برس کی اور حضرت پچیس سال کی عمر میں لاہور میں تشریف لائے اور ساٹھ

(بقیہ حاشیہ) آپ کا نام میر محمد اور لقب میاں میر اور شاہ میر تھا۔ میاں مقامی زبان میں صاحب کے معنوں میں اور جیو عزت و تعظیم کے لیے مستعمل ہے (داراشکوہ، سکینۃ الاولیاء، ۲۵) آپ کی ولادت سیوستان میں ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں ہوئی (ایضاً، سکینۃ الاولیاء ۹۵)، والد کا نام قاضی سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی تھا۔ آپ کا شجرہ نسب از روئے سکینۃ الاولیاء یہ ہے:

قاضی سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی

قاضی بولن — میاں میر لاہوری — قاضی عثمان — قاضی طاہر — قاضی محمد — بی بی جمال خاتون — بی بی بادی

لاہور میں مولانا سعد اللہ لاہوری اور اخوند نعمت اللہ سے مروجہ علوم کی تحصیل کی (ایضاً ص۳۱)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

- داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء ۶۹ — ۷۳
- ایضاً، سکینۃ الاولیاء (در احوال و مقامات حضرت میاں میرؒ) تہران ۱۹۶۵ء
- عبدالحمید لاہوری: بادشاہنامہ جز اول ص۱۲، ۶۵، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۶
- محمد صالح کنبو لاہوری: عمل صالح ۳۵۷ — ۳۶۰ جلد سوم
- قانع ٹھٹھوی: تحفۃ الکرام
- ایضاً: مقالات الشعراء حواشی از سید حسام الدین راشدی ۵۰۰ — ۵۰۳
- عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۵/۳۹۲ — جہانگیر: تزوک

برس تک قیام رکھا اور حضرت میاں میرؒ کے چار بھائی اور تھے اور دو بہنوں اور بھائیوں سے ایک کا نام میاں قاضی اور دوسرے کا قاضی عثمان، تیسرے کا قاضی طاہر چوتھے کا قاضی محمد نام تھا اور بہنوں کا نام بی بی بادی اور بی بی جمال خاتون تھا۔ روضہ حضرت کا لاہور میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

قطعہ تاریخ :

میر دنیا و دیں میاں میر ست	واقف راز و محرم اسرار
ہست میر بہشت تولیدشں	ہم میاں میر چشمۂ انوار
ہادی صدق میر اشرف خوان	وصل آں شاہ زبدۂ اخیار
نیز فیاض حق ولی آمد	ہم میاں میر دستگیر اے یار

۲۲۔ سید شاہ بلاول[1] بن سید عثمان بن سید علیٰ قادری لاہوری قدس سرہٗ

مشائخ متاخرین میں سے یہ حضرت نہایت متقی و متشرع وصائم وقائم وعابد وزاہد تھے۔ خرقہ فقرا انھوں نے حضرت خواجہ شمس الدین لاہوری سے پایا۔ بزرگ ان کے ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہرات سے ہند میں آئے۔ بادشاہ نے قصبہ شیخو پورہ ان کی جاگیر میں دیا اور وہ اسی مقام پر سکونت پذیر رہے۔ ولادت شاہ بلاول کی بھی اسی مقام پر ہوئی۔ کتاب محبوب الواصلین میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ مادرزاد ولی تھے۔ سات برس کی عمر میں ایک روز حضرت کے ہمسائے کا ایک لڑکا جو آٹھ برس کا تھا

---

[1] شاہ بلاول لاہوری اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ شاہ جہاں اور داراشکوہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ کے حالات پر ایک رسالہ آپ کے پوتے شیخ عبدالغنی کے حینِ حیات لکھا گیا تھا۔ اس کا مصنف بعض روایتیں ان کی زبانی بیان کرتا ہے۔ عبدالغنی بن شیخ محمد حیات بن شاہ بلاول کا ذکر بھی اسی رسالہ میں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو

- عبدالحمید لاہوری : بادشاہ نامہ جلد دوم جز دوم ۳۳۴
- محمد صالح کنبو لاہوری : عمل صالح جلد سوم ۳۶۱
- داراشکوہ : سکینۃ الاولیاء مطبوعہ تہران ۵۰ ، ۱۲۶
- : رسالہ در حالات شاہ بلاول اردو ترجمہ ناشر ملک فضل الدین لاہور
- مقصود ناصر : تاریخ شیخوپورہ۔ لاہور ۱۹۶۳ء ۳۰۲ — ۳۰۵

مر گیا۔ اس کے ماں باپ رونے لگے۔ شاہ بلاول مُردہ کی چارپائی کے پاس جا کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے دوست بے وقت سونا کیا ضروری ہے۔ اٹھ بیٹھ کہ آپس میں کھیلیں۔ لڑکا فی الفور زندہ ہو گیا اور اٹھ کر ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ حضرت نے تعلیم ظاہری مولانا ابوالفتح لاہوری سے پائی اور تلقین حضرت شاہ شمس الدین سے جب تکمیل کو پہنچے۔ قبولِ عظیم پایا۔ ہزاروں طالب ان کے مرید ہوئے حضرت نے لنگر عام جاری کیا۔ ہزاروں مسافر، غربا، مساکین دو وقتہ کھانا آپ کے لنگر سے کھاتے تھے۔ وفات حضرت کی ایک ہزار چھیالیس ہجری میں واقع ہوئی اور تاریخ اٹھائیسویں ماہ شعبان اور عمر ستر برس کی۔ مزار گوہر بار دروازہ دہلی شہر لاہور کے باہر ہے۔

قطعۂ تاریخ :

شاہ بلاول شاہ عالی جاہ تھے	حضرتِ حق سے مِلا ان کو بہشت
ان کا نورِ معرفت ہے خاتمہ	دوسری تاریخ ہے نیکو سرشت

۲۳۔ سیّد محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابوالمعالی بن سید محمد نور بن سیّد بہاول شیر گیلانی حجروی ؒ

مرید و خلیفہ سید جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر [1] جامع سیادت و نقابت و نجابت و شرافت و عبادت و ریاضت و خوارق و کرامت تھے۔ جب ان کے باپ شاہ ابوالمعالی فوت ہو گئے تو یہ خرد سال رہ گئے بعد حصول فراغ علومِ ظاہری ان کو شوق تحصیل رموز باطنی ہوا تو یہ ہر روز اپنی عقدہ کشائی کی امید پہ اپنے جدّ بزرگوار بہاول شیر کے روضہ میں جاتے اور بعد ذکر و شغل وہاں ہی سو رہتے۔ ایک رات جدّ بزرگوار کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے فرمایا اے نور العین۔ تیرا حصہ ہمارے پاس نہیں بلکہ حیات المیر زندہ پیر کے پاس ہے۔ تم لاہور جاؤ وہاں ان کو پاؤ گے اور وہ تم کو نعمت باطنی بخشیں گے۔ پس شاہ محمد مقیم اس ارشاد

---

[1] احمد علی استرآبادی : تذکرہ مقیمی ۱۱۰۲ھ قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی ص ۲۰

(دیکھ کتاب ہذا تحت شاہ لطیف بری)

کے بموجب لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب گورستان میانی میں بجوار مزار شیخ محمد طاہر لاہوری[1] پہنچے تو حیات المیر کو ایک حجرہ میں پایا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور ایک نظر فیض اثر پیر روشن ضمیر سے تکمیل[2] پائی۔ حضرت کی ذات بابرکات سے خوارق و کرامات بہت صادر ہوئے جن کی تشریح کتابوں میں لکھی ہے۔ وفات حضرت کی سال ایک ہزار پچپن[3] ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پرانوار بمقام حجرہ زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

۲۴۔ شیخ مادھو لاہوری قدس سرہٗ

خلفائے شیخ حسین لاہوری سے یہ بزرگ اپنے پیر روشن ضمیر کے محبوب و مطلوب تھے قصبہ شاہدرہ میں ان کے باپ ماں ہو قوم کے برہمن تھے رہتے تھے۔ حضرت حسین ان کے حسن و جمال پر بدل و جان عاشق ہو گئے اور بجذب محبت اپنی طرف کھینچا۔ چنانچہ شیخ مادھو بھی بارادت صادق

۱ے تذکرہ مقیمی میں میانی شریف میں حاضری کے بارے میں ضرور تحریر ہے لیکن جوار مزار حضرت شیخ محمد طاہرؒ کا ذکر نہیں ہے اگر مفتی صاحب کی یہ روایت درست ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ شیخ محمد طاہر کی وفات ۱۰۴۰ھ کے بعد شاہ جمال اللہ سے بیعت ہوئے تھے۔

۲ے اس کا ذکر خود ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

مرا مربی ہجراں بداں غلط پرورد کہ مو بہ مو ہمہ حسن و جمال گردیدم (تذکرہ مقیمی قلمی ص۲۱)

۳ے قریب العہد ماخذ تذکرہ مقیمی (قلمی ص۲۳) میں آپ کا سال وفات نہم شوال ۱۰۵۰ھ ہے جو درست تسلیم کرنا چاہیے۔ سید محمد مقیم محکم الدین حجروی کی ایک تصنیف دُرالعجائب (در بیان معرفت و طریقت) سجادہ نشینان حجرہ نے شائع کی ہے۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی بھی فصوص الحکم کے بعض مطالب کا حل دریافت کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (تذکرہ مقیمی قلمی ص۲۲)

ملاحظہ ہو:

۱۔ احمد علی استرآبادی: تذکرہ مقیمی ۱۱۰۷ھ قلمی مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی)

۲۔ محمد مقیم محکم الدین سید: دُرالعجائب: حجرہ ۱۹۶۴ء

۳۔ محمد بخش میاں: بوستان قلندری (اردو ترجمہ)

ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے[1] اور تربیت و تکمیل پا کر ولی کامل ہوئے۔ تمام عمر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر وہ فوائد حاصل کیے کہ مشائخ وقت سے ممتاز ہوئے۔ جب حسینؒ نے وفات پائی۔ ان کے مزار پر مجاور رہے۔ ولادت شیخ مادھوؒ کی نوسو تراسی[۹۸۳] اور وفات ایک ہزار چھپن[۱۰۵۶] ہجری میں واقع ہوئی[2] اور تہتر[۷۳] سال کی عمر پائی۔

۲۵۔ خواجہ بہاری علیہ رحمۃ اللہ الباری قادری لاہوری قدس سرہٗ

میاں میر بالا پیر لاہوری کے خلیفہ صاحب کمال اہل حال وقال تھے۔ میاں میرؒ کی وفات کے بعد انہوں نے ہنگامہ مشیخت گرم کیا۔ ہزارہا خلق خدا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مراتب ولایت

---

[1] میاں مادھو نے اسلام قبول کر لیا تھا (پیر محمد، حقیقت الفقراء، ص ۵۲)

[2] ۲۷ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء (پیر محمد، حقیقت الفقراء، ص ۱۶۵) اور اپنے شیخ کے احاطہ میں دفن ہوا۔ میاں مادھو کا ذکر ہمیں فقط حقیقت الفقراء ہی میں ملتا ہے۔ ورنہ تعجب ہے کہ ۹۹۹ / ۱۵۹۰ء سے لے کر ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء تک جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں اور جن میں شاہ حسین کا ذکر موجود ہے۔ ان میں مادھوؒ کا نام تک درج نہیں ہوا۔ ان میں عبد القادر بدایونی کی نجات الرشید ۹۹۹ھ، حسنات العارفین، داراشکوہ ۱۰۶۲ھ اخبار الاولیاء عبدی ۱۰۷۷ھ مفتاح العارفین، عبد الفتاح ۱۰۸۰ھ اور معارج الولایت عبدی ۱۰۹۶ھ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر داراشکوہ نے حسنات العارفین لکھی ہی اسی نقطہ نظر سے تھی۔ اس کے لیے شاہ حسین کی داستان عشق مجازی سے بڑھ کر کونسی شطح قابل تحریر ہو سکتی تھی۔ لیکن پھر اچانک ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۰ء میں ایک غیر محتاط اور عقیدت کیش مصنف پیر محمد حقیقت الفقراء کے نام سے شاہ حسین کے سوانح کے موضوع پر تمام رطب و یابس جمع کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ مادھوؒ کی داستان عشق کو ہوا ملتی ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ پیر محمد، حقیقت الفقراء، مجلس شاہ حسین لاہور

۲۔ غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء ۱/۱۶۶

۳۔ محمد اقبال مجددی: مادھو لال حسین لاہوری مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور

۴۔ نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی

کو پہنچے۔ محمد دارا شکوہ سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک رات خواجہ[1] بہاری نواب غازی خاں کے گھر بتقریب دعوت مہمان تھے اور موسم سرما کے سبب سے آگ روشن تھی۔ اتفاقاً توحید کے مسائل شروع ہوئے ہر شخص الگ تقریر کرتا تھا۔ خواجہ بہاری اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھے اور آگ میں جا کر ایک ساعت تک ٹھہرے رہے۔ ایک بال ان کا نہ جلا۔ پھر اپنی جگہ پر آ گئے اور کہا کہ توحید کے لیے حال درکار ہے نہ قال جب انسان پر حال غالب ہو جاتا ہے تو آگ، پانی، ہوا، خاک، شیر، سانپ غرض کوئی دشمن اس کو آزار نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ سب مخلوق اس کی مطیع ہوتی ہے۔ وفات خواجہ بہاری کی سال ایک ہزار باسٹھ ہجری میں ہوئی اور مزار متصل روضہ میاں میرؒ کے ہے۔

۲۶۔ شاہ سلیمان قادری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شاہ معروف چشتی کے خلیفہ تھے۔ ان کا باپ منگو[2] قوم موچی[3] موضع بھیلووال[4] میں رہتا

۱۔ ملا خواجہ بہاری کا تعلق حاجی پور پٹنہ سے تھا۔ ابتدائی عمر میں تحصیل علوم کے لیے قصبہ کودہ پور میں شیخ جلال اولیا کی خدمت میں رہے۔ پھر حضرت میاں میرؒ کی کشش انہیں لاہور لے آئی اور لاہور ہی میں ملا فاضل سے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد حضرت میاں میرؒ سے بیعت ہوئے (دارا شکوہ: سکینۃ الاولیا ر ۲۰۵) دارا شکوہ لکھتا ہے کہ ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء میں شاہ ایران نے قندھار پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو میں نے اس سے نجات کے لیے ملا خواجہ بہاری سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسے زہر دے کر مار دیا گیا (ایضاً ۲۰۸) ملا خواجہ بہاری کا مسکن لاہور میں ملا فاضل کے مدرسہ میں تھا۔ بعد میں کہیں اور منتقل ہو گئے (ایضاً ۲۰۸) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ دارا شکوہ: سکینۃ الاولیا، ص ۵۳، ۶۴، ۹۵، ۱۱۴، ۱۳۵، ۲۰۵، ۲۰۸

۲۔ ایضاً: سفینۃ الاولیا ر ۷۳ ۳۔ عبد الحمید لاہوری: بادشاہ نامہ ۳۳۲، ۳۳۴

۴۔ محمد صالح کنبو لاہوری: عمل صالح ۳/ ۳۷۰ (میں سال وفات ۱۰۰۰ھ درج ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں سال وفات کے بعد سوالیہ نشان ڈالا گیا ہے اور پھر خطی نسخوں میں بھی یک ہزار کے بعد بیاض ہے جس کا مطلب ہے کہ مصنف کو صحیح سال وفات کا علم نہیں ہو سکا تھا)

۵۔ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیا، ۱/ ۱۶۸ — ۱۶۹

۲۔ شاہ سلیمان قادریؒ کے والد شیخ عبد اللہ معروف میاں منگو قوم قریشی سے تھے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

تھا جب شاہ سلیمان خرد سال تھا تو ایک رات شاہ معروف منگو کے گھر مہمان ہوئے۔ شاہ سلیمان اس وقت گھر کے صحن میں کھیل رہے تھے۔ شاہ معروف نے ان کو بغل میں لے کر پیار کیا اور منگو کو ارشاد کیا کہ یہ لڑکا ہماری امانت ہے۔ اس کی پرورش بخوبی کرنا۔ غرض جب شاہ سلیمان بالغ ہوئے تو شاہ معروف کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل پائی اور کاملان وقت سے ہوئے۔ یہ بزرگ سماع سنتے اور وجد میں ایسے بے ہوش ہوتے کہ مرگ کی حالت تک پہنچ جاتے۔ ہزاروں ان کی بیعت میں آکر مدارج اعلیٰ تک پہنچے۔ تمام عمر حضرت طلبار کی ہدایت میں مصروف رہے آخر سال ایک ہزار پنیسٹھ [۱۰۶۵] ہجری میں وفات [۱] پائی۔

۲۷۔ سیّد جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری لاہوری قدس سرّہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب محبت وجذب وخوارق وکرامت مشہور ہیں۔ جد بزرگوار ان کے سیّد محمود جن کا ذکر جزو اول اس کتاب میں درج ہو چکا ہے۔ کوہ غور سے آکر لاہور میں سکونت پذیر ہوئے۔ انہوں نے تربیت وتکمیل اپنے باپ سید نور اور جدِ بزرگوار سے پائی اور ان کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ ہزاروں خدام ان کے حلقۂ ارادت میں آئے اور قبول عظیم حاصل ہوا۔ لاہور میں متصل موضع گڑھی شاہو میں ان کا مزار ہے اور ۱۰۶۵ھ میں حضرت فوت ہوئے ان کی اولاد بھی لاہور میں رہتی ہے۔ مگر علم دینی ودنیوی سے بے بہرہ ہے۔ جلد سازی وغیرہ کاموں پر گذارہ کرتے ہیں۔ مزار پر سجادہ نشین وہی ہیں۔

۲۸۔ سیّد عبد الرزاق المشہور شاہ چراغ قادری لاہوری قدس سرّہٗ

مشائخ قادریہ میں سے یہ بزرگ صاحب عبادت وریاضت وزہد وتقویٰ جامع علوم ظاہری و

(بقیہ حاشیہ) آپ موچی نہیں تھے۔ شجرہ نسب قریشیاں بحوالہ شرافت نوشاہی، شریف التواریخ جلد اول ۸۶۵، عمر بخش رسولنگری، مناقبات نوشاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی۔

[۴] بھیلووال کی بجائے بھلوال ہونا چاہیے۔

[۱] آپ ۲۷ رمضان ۱۰۱۲ھ میں فوت ہوئے (عمر بخش، مناقبات نوشاہی قلمی) ۱۰۶۵ھ غلط ہے۔ (ر۔ک) شرافت نوشاہی، شریف التواریخ جلد اول ص ۸۶۵ ۔ ۸۹۹، جلد دوم ۱۰۳۰ —— ۱۰۳۱

باطنی تھے۔ اِن کے باپ کا نام سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن محمد غوث بالا پیر بن زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اوچی حلبی گیلانی تھا۔ جس روز یہ پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار نے فرمایا کہ یہ فرزند ہمارے گھر کا ایک چراغ پیدا ہوا ہے۔ جس سے تمام خاندان روشن ہوگا۔ ان کا نام شاہ چراغ مقرر ہوا۔ ان کو سیر کا شوق تھا۔ اکثر ملکوں کی انہوں نے بطور تجرید سیر کی۔ حرمین شریفین میں بھی تشریف لے گئے۔ شاہ جہان بادشاہ ان کا کمال معتقد تھا۔ اس نے ہر چند چاہا کہ ایک اپنی لڑکی ان کے یا ان کے فرزند سید مصطفیٰ کے ساتھ منسوب کرے۔ قبول نہ کیا۔ وفات حضرت کی بائیسویں ذی قعدہ سن ایک ہزار اڑسٹھ ہجری میں واقع ہوئی اور روضہ حضرت کا لاہور میں ہے۔

۲۹۔ شیخ شاہ محمد المشہور بہ مُلّا شاہ قادری لاہوری قدس سرہٗ

حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے خلفاء میں سے یہ حضرت بڑے زاہد و عابد و موحد و متقی تھے۔ کنیت ان کی اخوند[1] اور لقب لسان اللہ[2] اور باپ کا نام مُلّا عبدی[3] مولد و وطن موضع ارکسا[4] ملک بدخشاں تھا۔ بچپن میں یہ حضرت طالبِ حق ہو کر وطن سے نکلے اور آگرہ تک گئے۔ پھر لاہور میں آئے اور حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے مرید ہوئے اور اپنے پیر کے مریدوں میں سے زہد و ریاضت و مجاہدہ و ترکِ دنیا میں امتیاز حاصل کیا۔ یہاں تک کہ کوئی خادم اپنے پاس نہ رکھتے۔ اپنے گھر میں کبھی کھانا نہ پکاتے اور نہ رات کو چراغ جلاتے۔ سوائے ایک بوری کے کبھی فرش کے محتاج نہ ہوتے۔ ذکر ان کا ہمیشہ حبسِ دم کے ساتھ ہوتا۔ تمام عمر میں کبھی آنکھیں ان کی نیند سے آشنا نہ ہوئیں اور نہ نکاح کیا اور ہمیشہ یہ ان کی عادت میں داخل تھا کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تمام عمر میں ہم کو غسلِ جنابت اور احتلام کی حاجت نہیں ہوئی کیونکہ یہ دونوں غسل

---

[1] یاران و معتقدان حضرت ایشاں را حضرت اخوند می گویند (دارا شکوہ، سکینۃ الاولیاء، تہران ۱۵۲)

[2] لقب ایشاں از جانب حق لسان اللہ است (ایضاً ۱۵۲)

[3] مُلّا عبدی قاضی موضع ارکسا بودہ اند (ایضاً ۱۵۴)

[4] مولد حضرت ایشاں موضع ارکسا است کہ از مضافات روستان بدخشاں است چنانچہ ایں بیت را خود فرمودہ اند

ملک من از ملکہا ملک بدخشاں آمدہ — از بلاد روستان واز قری انزارکسا (ایضاً ۱۵۴)

نکاح اور نیند سے متعلق ہیں اور ہم نے نہ تو نکاح کیا اور نہ سوئے ہیں۔ سات برس میں انہوں نے تکمیل پائی اور اپنے پیر کے حکم سے کشمیر جاکر سکونت پذیر ہوئے۔ ہزار ہا طالبانِ خدا ان کی توجہ سے مراتب قربِ الہی سے مستفید ہوئے۔ کشمیر میں شیعہ لوگ ان سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ مگر جب روبرو آتے تائب ہو جاتے۔ یہ حضرت شاعر بھی تھے۔ ان کا دیوان[1] فارسی عمدہ تصانیف ان کی میں سے ہے اور ہر ایک شعر میں سے مضامین وحدت وجودی مترشح ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۹ھ[2] میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں بیرونِ مزار میاں میر بالا پیر ہے۔ اب ان کے مزار کے احاطہ میں موضع میاں میر آباد ہے۔ ان کا روضہ دارا شکوہ نے کئی لاکھ روپے خرچ کر کے بنوایا تھا جس کے پتھر تمام و کمال رنجیت سنگھ اتروا کر امرتسر[3] لے گیا۔

---

[1] ملا شاہ بدخشی کی رباعیات کا ایک ضخیم خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری نمبر 71-158/ام میں موجود ہے۔

[2] ملا شاہ کا سالِ وفات ۱۰۶۹ھ غلط ہے۔ کیونکہ نزع کے عالم میں ملا شاہ نے اپنا سالِ وفات ۱۰۷۲ھ خود نظم کیا تھا (محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی ۱۶۲) توکل بیگ مصنف نسخہ احوال شاہی ملا شاہ سے ۱۰۷۱ھ میں ملا تھا (توکل بیگ: نسخہ احوال شاہی خطی برٹش میوزیم ضمیمہ ۱۳۰) اور سالِ وفات ۱۰۷۲ھ میں کوئی معاصر اختلاف نہیں ہے۔ متاخرین میں اختلاف پایا جاتا ہے جو چنداں اہم نہیں۔

[3] کنہیا لال: تاریخ لاہور ۲۴۵

ملا شاہ بدخشی نہ صرف ایک صوفی بلکہ شاعر بھی تھے۔ ان کا مجموعہ رباعیات مذکورہ کے علاوہ قرآن مجید کی ایک تفسیر کے ۲ خطی نسخے ہمارے علم میں ہیں (۱) نسخہ حکیم معین الدین صاحب لاہور (بقول ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب چند اجزا کی تفسیر ہے) (۲) [illegible] زبانی۔ ملا شاہ ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں بدخشاں میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں ہندوستان میں آئے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ جہاں آرا: صاحبیہ [illegible] احوال و کر [illegible] ۵۰) ۱۰۵۱ھ خطی مملوکہ پروفیسر محمد اسلم لاہور جس کا ملخص اردو محمد ابراہیم ڈار نے تیار کیا تھا مستم [illegible] ین کالج میگ [illegible] اگست ۱۹۳۷ء

۲۔ دارا شکوہ: سکینۃ الاولیا [illegible] ۲۰۴، ۲۰۲، ۱۲۴، ۱۳۲، ۱۴۰، ۱۴۶، ۲۱۲، ۲۱۰

۳۔ ایضاً: سفینۃ الاولیا ۹ [illegible] لکھنؤ ۴۔ ایضاً: شطحیات اردو ترجمہ ۲۱، ۳۹، ۴۴

۵۔ عبدالحمید لاہوری: بادشاہ نامہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

۳۰- شیخ حاجی محمد قادری المشہور بحضرت نوشہ[1] گنج بخش قدس سرہٗ

یہ بزرگ مادر زاد ولی حضرت شاہ سلیمان قادری کے خلیفہ تھے۔ حالات جذب و سکر و محبت و عشق و شوق و ذوق ان کی طبیعت پر غالب تھی اور زہد و ریاضت، تقویٰ و خوارق و کرامت میں طاق یگانۂ آفاق تھے۔ طریقہ نوشاہیہ جس کے فقیر پنجاب میں ہزاروں ہیں۔ ان سے شروع ہوا۔ ان کے والد بزرگوار حاجی علاء الدین بھی بڑے بزرگ تھے جنہوں نے تمام عمر میں سات مرتبہ حج کیا اور زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہوئے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ بی بی جیونی بھی بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ سترہ سال کی عمر تک حضرت نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی پھر تارکِ دنیا ہو کر نیستاں ساندل بار[2] میں قیام کیا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے مگر والدین نے ان کو وہاں نہ چھوڑا۔ وہاں سے آکر حضرت بوسیلۂ ملا کریم الدین شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور چند

(بقیہ حاشیہ) ۶- محمد صالح کنبو: عمل صالح جلد سوم ۳۶۴-۳۶۶

۷- توکل بیگ: نسخۂ احوال شاہی (حالات و مقامات ملا شاہ) ۱۰۷۷ھ برٹش میوزیم (ریو ضمیمہ ص ۱۳۰) اس کے فرانسوی خلاصہ کے لیے دیکھیے Molla-Shah et le Spiritualisme Oriental, par M.A de Kremer (Journal Asiatique VI Serie, Tome XIII, (1869) pp. 105-159) (Storey: 1, 1009)

۸- فانی محسن: دبستان مذاہب بمبئی ص ۳۱۹ - ص ۳۲۷

۹- ایضاً: مثنویات فانی۔ مرتبہ امیر حسن عابدی کشمیر ۱۹۶۴ء

۱۰- طاہر نصر آبادی: تذکرہ ص ۹۳ ۱۱- بختاور خاں: مراۃ العالم قلمی دانشگاہ پنجاب ورق ۳۵۵ب

۱۲- شیر خاں لودھی: مراۃ الخیال ۱۲۷-۱۳۹ ۱۳- محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ۱۶۱-۱۶۲

۱۴- محمد اسلم پسروری: فرحۃ الناظرین ۴۸-۵۰

۱۵- زمرد: احوال و آثار ملا شاہ بدخشی (مقالہ برائے حصول ڈگری پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور)

[1] متن میں نادشاہ لکھا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔

[2] ساندل بار کی بجائے گوندل بار ہونا چاہیے

بجا لائیں بکمال زہد وریاضت تکمیل کو پہنچے۔ کرامت وخوارق جو حضرت سے سرزد ہوئے۔ ان کا انتہا نہیں ہے جو کتاب تذکرہ نوشاہی مصنفہ محمد حیات[1] میں مفصل مرقوم ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۰۳ھ میں واقع ہوئی[2] اور پیر فیاض حضرت کی تاریخ وفات ہے۔

---

[1] تذکرہ نوشاہی حضرت حافظ سید محمد حیات ربانی نوشاہی ساہنپالوی (ف ۱۱۷۳ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کا سالِ تالیف ۱۱۴۶ھ ہے۔ یہ کتاب اصل میں رسالہ الاعجاز مؤلفہ مرزا احمد بیگ لاہوری کی مشروح نقل ہے۔ بعض حالات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس میں صرف حضرات نوشاہیہ کے حالات ہیں۔ اس کتاب کے کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں۔ چار نسخے مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ کے کتب خانے میں ہیں۔ دو نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہیں۔

[2] حضرت نوشہؒ کا سال ولادت ۹۵۹ھ بمطابق یکم رمضان ہے (مناقبات نوشاہی قلمی) آپ کا صحیح سال وفات ۸ ربیع الاول ۱۰۶۴ھ ہے۔ ۱۱۰۳ھ غلط ہے۔ سید شرافت نوشاہی نے تحقیق سے ثابت کیا ہے (شریف التواریخ جلد اول ص ۹۰ - ۱۰۳۵، جلد دوم ۱۶ - ۳۳، ۸۹۲ - ۹۰۹ جلد سوم ص ۵۹۰۸)

آپ کا مزار شریف اس وقت ساہنپال شریف ضلع گجرات پنجاب میں ہے۔ نوشہ صاحب کا اردو اور پنجابی کلام: "گنج شریف" سید شرافت نوشاہی نے انتخاب کر کے مرتب کیا ہے جسے دار المورخین لاہور نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ رضی الدین قاضی کنجاہی: رسالہ تحفہ رضویہ مشمولہ رسالہ الاعجاز مؤلفہ مرزا احمد بیگ لاہوری قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی۔

۲۔ احمد بیگ مرزا لاہوری: رسالہ الاعجاز ۱۱۰۷ھ قلمی مملوکہ ایضاً

۳۔ صداقت محمد ماہ کنجاہی: ثواقب المناقب ۱۱۲۶ھ قلمی مملوکہ ایضاً

۴۔ محمد حیات حافظ: تذکرہ نوشاہی ۱۱۴۶ھ قلمی مملوکہ ایضاً

۵۔ پیر کمال بن شیخ عثمان لاہوری: تحائف قدسیہ ۱۱۸۶ھ قلمی مملوکہ ایضاً

۶۔ امام بخش برقندازی جالندھری: مراۃ الغفوری ۱۱۸۶ھ قلمی

۷۔ محمد اشرف منچری: کنز الرحمت ۱۲۲۰ھ مطبوعہ لاہور ۱۳۳۰ھ

۸۔ غلام محی الدین فقیر لاہوری: تشریف الفقرا، حدود ۱۲۴۱ھ قلمی مملوکہ ایضاً

۹۔ شرافت نوشاہی سید: شریف التواریخ ۱۳۵۵-۱۳۹۴ھ ۳ جلد سات ہزار صفحات قلمی مملوکہ مصنف مدظلہٗ

قطعۂ تاریخ

حضرت حاجی محمد پیر نوشہ گنج بخش — آنکہ شد مشہور در اہل جہاں اجلال او
کرد چوں آخر عروج از فرش بر عرش بریں — پیر فیاض است ہم اہل سخاوت سال او

۳۱- سید حسن لپشاوری قادری گیلانی قدس سرہٗ

یہ بزرگ نسبت قادریہ اعظمیہ میں اپنے باپ سید عبداللہ گیلانی کے مرید تھے پہلے ان کا جدِ امجد سید محمود بغداد سے ہجرت کرکے ٹھٹھہ کے ملک میں آئے[1] اور چند سال سکونت رکھی جب وہ فوت ہوئے تو ان کے باپ سید عبداللہ نے پشاور میں آکر سکونت[2] اختیار کی ان کی نسبت آبائی بچند واسطہ درمیانی بحضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی تک پہنچتی[3] ہے۔ اس طرح پر کہ سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید الیاس بن بدرالدین حسن بن سید شہاب الدین احمد بن علاء الدین علی بن سید احمد بن شمس الدین بن سید یحییٰ شہید تاتاری بن احمد متقی بن سید صالح بن ابی نصر صالح بن قطب الآفاق سید عبدالرزاق بن محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ۔ تمام عمر انہوں نے عبادت و ریاضت و تلقین طلباء میں صرف کی۔ آخر سال ایک ہزار ایک سو

---

[1] بغداد سے سید محمود نہیں بلکہ سید عبداللہ المعروف بہ صحابیؒ ٹھٹھہ میں تشریف لائے تھے۔

[2] سید عبداللہؒ پشاور نہیں گئے۔ بلکہ ٹھٹھہ ہی میں رہے اور وہیں انتقال کیا (امیر شاہ قادری گیلانی: تذکرہ عبداللہ صحابیؒ، پشاور ۱۹۷۱ء)

[3] یہ شجرہ نسب مفتی صاحب نے غلط لکھا ہے۔ صحیح شجرۂ نسب خود حضرت شاہ محمد غوثؒ نے اس طرح درج فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت حسن مثنیٰؒ، حضرت عبداللہ محض، موسیٰ الجون، عبداللہ حضرت موسیٰ، داؤد، حضرت محمد حضرت یحییٰ زاہد، ابو عبداللہ، ابو صالح موسیٰ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، سید عبدالرزاق، سید ابوصالح نصر، سید [illegible] الدین احمد، سید شرف الدین احمد یحییٰ، سید شمس الدین، سید علاؤالدین، سید بدرالدین حسن، سید شرف الد[illegible] یحییٰ، سید شرف الدین قاسم، سید احمد، سید حسین، سید عبدالباسط، سید عبدالقادر، سید محمود، سید [illegible] اللہ [illegible] رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ([illegible] شاہ قادری گیلانی: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ۲۶)

پندرہ میں فوت ہوئے۔ پشاور میں مدفون ہیں[1]

۳۲۔ شاہ رضا قادری شطاری لاہوری[2] قدس سرّہٗ

یہ بزرگ لاہور کے بزرگوں میں سے صاحب علم وعمل، جامع شریعت و طریقت تھے۔ دعوت اسمائے الٰہی میں حکم الحاکم قطعی تھا۔ جو زبان مبارک سے فرماتے ظہور میں آجاتا۔ ہزارہا خوارق و کرامات بے اختیار ان سے ظاہر ہوتے تھے۔ شجرہ ان کا حضرت شاہ محمد گوالیاری کے ساتھ اس طرح منتہی ہوتا ہے کہ حضرت شاہ محمد رضا مرید و خلیفہ شیخ محمد فاضل لاہوری اور وہ مرید شیخ الہ داد قادری اکبرآبادی اور وہ مرید شیخ محمد جلال اور وہ مرید سید نور اور وہ مرید سید زین العابدین حسینی اور وہ مرید شیخ عبدالغفور

---

[1] حضرت سید حسن پشاوری کی ولادت جمادی الآخر ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں ٹھٹھہ میں ہوئی۔ آپ کے حالات اور مساعی ارشاد و تبلیغ کا مفصل جائزہ حضرت میر محی الدین معروف بہ غلام کشمیری بن سید محمد عابد بن شاہ محمد غوث نے اپنے رسالہ خوارق العادات میں لیا ہے۔ مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ شاہ محمد غوث لاہوری: رسالہ در کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت۔ مطبوعہ پشاور ۱۲۰۲ھ

۲۔ محمد امیر شاہ قادری گیلانی: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ۲۶ - ۶۴

۳۔ محمد امیر شاہ: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ دو جلد

۴۔ غلام میر کشمیری، خوارق العادات در حالات و مقامات سید حسن پشاوری بزبان حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (بسال ۱۱۰۹ھ قلمی مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری۔ پشاور)

۵۔ نامی غلام دستگیر: سوانح شاہ محمد غوث لاہوری۔ لاہور (س۔ن)

[2] شاہ رضا قادری نے اپنی تصنیف ارشاد العاشقین میں اپنا پورا نام شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے: محمد رضا بن شیخ محمد فاضل بن شیخ اسد اللہ لاہوری قادری (شاہ رضا: ارشاد العاشقین قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی)

یہ کتاب اکبر نگر میں ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء میں تصنیف کی گئی جس میں مختلف اوراد و وظائف کا بیان و اسناد ہیں۔ آپ اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ مفتی صاحب نے شیخ محمد فاضل لاہوری کے بارے میں وضاحت نہیں کی کہ آپ شاہ رضا کے والد تھے۔ لیکن آپ نے خود انہیں اپنا والد لکھا ہے۔ شاہ رضا بھی اپنے والد کی طرح لاہور کے قاضی تھے۔ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں۔ صرف عمرہ فی الفتیا والتدریس (عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۶/۳۰۵)

عکسِ تحریر حضرت شاہ رضا قادری لاہوری" بر ورق اوّل کتاب مطالع الطالبین تالیف شیخ محمد لاہوری خطی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش۔ [illegible]

اور وہ مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی اور وہ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری کے۔ وفات ان کی بارھویں جمادی الاول ۱۱۱۸ھ میں واقع ہوئی اور مزار شہر لاہور کے اندر ہے۔

۳۳۔ سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہٗ

مشائخ قادریہ میں سے یہ بزرگ صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند تھے۔ اوّل بغداد سے ہند میں آئے اور متصل وزیر آباد کے ایک گاؤں کٹلہ نام آباد کر کے سکونت اختیار کی نسبت آبائی اس طرح پر بحضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی منتہی ہوتی ہے کہ شیخ سید احمد شیخ الہند بن سید عبدالرزاق بن تاج العارفین یحییٰ بن شہاب الدین احمد بن علاء الدین علی بن احمد بن شمس الدین قاسم بن محی الدین محمد بن علاء الدین علی بن شمس الدین شہید تاتاری بن سید احمد متقی بن سید صالح بن ابی نصر صالح بن قطب الآفاق سید عبدالرزاق بن حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہم العزیز وفات ان کی ۱۱۳۶ھ میں واقع ہوئی اور بمقام کوٹلہ مدفون ہوئے۔ ان کی اولاد موضع خان پور میں سکونت رکھتی ہے اور سلسلہ پیری کا اب تک جاری ہے۔

۳۴۔ شاہ عنایت[1] قادری شطاری لاہوری قدس سرہٗ

حضرت شاہ رضا قادری لاہوری کے خلفاء میں سے صاحب مراتب عظیم جامع علوم

---

[1] شاہ عنایت قادری سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ہندوستان کے ہندو اکثریت والے صوبوں کو دارالحرب قرار دیا۔ آپ کا پورا نام حافظ ابوالمعارف محمد عنایت اللہ حنفی قادری شطاری تھا (شاہ عنایت: ذیل الاغلاط قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی، شاہ عنایت: غایۃ الحواشی قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب) آپ کے والد کا نام پیر محمد تھا۔ شاہ عنایت نے علوم ظاہری کی تحصیل مولانا سید ابوالنصر عرف سید الیاس، مولوی عبدالہادی لاہوری سے کی اور پھر حضرت شاہ علی رضا فاروقی نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی رح ف ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء اور شیخ محمد سلطان بخاری سے باطنی استفادہ بھی کیا۔ ۱۱۱۱ھ کے بعد آپ شاہ رضا قادری شطاری لاہوری ف ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء سے منسلک ہو گئے تھے۔ شاہ عنایت کی اب تک سولہ عربی و فارسی تصانیف کا سراغ مل سکا ہے۔ جن میں غایۃ الحواشی ضخیم ترین کتاب ہے۔ شاہ عنایت کا سال وفات کسی معاصر تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ظاہری و باطنی و مظہر انوار صوری و معنوی تھے۔ اول سکونت ان کی قصبہ قصور میں تھی پھر بسبب اس کے کہ حسین خاں حاکم قصور سے ان کی رنجیدگی ہوگئی۔ لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ ہزاروں طالبان خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مراتب تکمیل کو پہنچے اور ہنگامۂ مشیخت ان کی زندگی تک گرم رہا۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۱ھ میں ہوئی اور مزار پر انوار لاہور میں ہے اور حضرت قوم کے باغبان تھے۔ اولاد اب بھی ان کی لاہور میں ہے۔

۳۵۔ شیخ محمد فاضل قادری بٹالوی قدس سرہٗ

یہ حضرت اجلۂ علماء و کبرائے فضلاء و عظمائے فقرائے پنجاب میں سے تھے۔ تمام عمر انہوں نے تدریس و تعلیم میں گزاری اور ہزاروں لوگ ان کے ذریعے سے تکمیل ظاہری و باطنی کو پہنچے۔ شجرہ ان کا اس طرح پر حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری کے ساتھ پہنچتا ہے کہ حضرت شیخ محمد فاضل مرید و خلیفہ شیخ محمد افضل کلانوری اور وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری اور وہ مرید شیخ محمد طاہر لاہوری تھے۔ ہزاروں روپیہ یومیہ ان کے خانقاہ میں خرچ ہوتا اور لنگر عام جاری رہتا۔ یہ سب خرچ حضرت خزانۂ غیب سے دیتے تھے۔ وفات حضرت کی چودھویں ماہ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں واقع ہوئی اور مزار قصبہ بٹالہ میں ہے[1]۔

۳۶۔ شیخ پیر محمد المشہور بہ پیر محمد سچیار نوشاہی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خلیفہ راستین حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش تھے۔ خرد سالی کی عمر میں یہ بزرگ اپنے پیر کی

(بقیہ حاشیہ) پہلی مرتبہ مفتی صاحب نے ہی ۱۱۴۱ھ بغیر کسی سند کے لکھ دیا۔ جسے بعد کے مؤرخ نقل کرتے رہے لیکن یہ سال وفات اس لیے غلط ہے کہ شاہ عنایت کے ایک معاصر عالم حاجی محمد شریف قصوری (ف ۱۱۵۲ھ) جن کے شاہ عنایت سے گہرے روابط تھے اپنے ایک مکتوب بنام شاہ عنایت میں شاہ عنایت کی ایک تصنیف سے اقتباس لیا ہے اور شاہ عنایت کے نام کے ساتھ سلمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے اور اپنی مہر العبد الفقیر محمد شریف ۱۱۴۸ ہجری ثبت کی ہے (محمد شریف قصوری: مکتوب قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی) جس سے ظاہر ہے کہ شاہ عنایت ۱۱۴۸ھ تک بقید حیات تھے اور تخمیناً ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء کے بعد فوت ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (محمد اقبال مجددی، حیات شاہ عنایت قادری)

[1] محی الدین: دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف۔ لاہور ۱۹۷۷ء

خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل پائی۔ چونکہ یہ بزرگ صدق و راستی، زہد و تقویٰ میں ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس لیے سچیار کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ وجد و سماع و شوق و ذوق کی طرف آپ کی طبیعت بہت مائل تھی۔ یہاں تک کہ سماع و وجد کی حالت میں لوگوں کو حضرت کے مرجانے کا شبہ ہوجاتا تھا۔ بعد وفات پیر روشن ضمیر کے حضرت نے موضع نوشہرہ میں جو گجرات سے بطرف شرق چھ[1] میل کے فاصلے پر ہے سکونت اختیار کی اور اسی جگہ قیام پذیر ہوکر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ آخر سال ایک ہزار ایک سو باون[2] میں فوت ہوئے۔

۲۷۔ حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ فرزند دلبند سید حسن پشاوری جامع علوم ظاہر و باطن کاشف رموز طریقت و حقیقت تھے اور خاندان قادریہ عظمیہ میں خلافت و خرقۂ اجازت انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے پایا اور بطلب خدا تمام ہندوستان میں سیر کی اور بہت سے اولیاء سے فیض پایا۔ چنانچہ سید میراں بھیکھہ چشتی و عبدالغفور نقشبندی و خلفائے[3] حاجی محمد نوشہ گنج بخش کی خدمت میں حاضر ہوکر فیوض وافر حاصل کیے۔ حضرت کی کرامتیں اکثر مشہور ہیں۔ مگر چشم دیدہ یہ ہے کہ جب رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد کھڑک سنگھ جانشین حکومت لاہور ہوا تو اس کے بیٹے نونہال سنگھ نے جو با اختیار حاکم تھا حکم دیا کہ لاہور کی فصیل کے باہر چار ہزار قدم تک زمین صاف کر کے پریٹ چاروں طرف شہر کے بنائی جائے۔ مکانات گرائے جائیں، درخت کاٹے جائیں اور ولاردس فرنگی اس کام پر مقرر ہوا۔ اس نے مکانات گرانے شروع کیے۔ حضرت کے مزار کی چار دیواری بھی گرائی گئی اور درخت تمام کاٹے گئے۔ جب اندرونی دیوار خاص مزار کی چار دیواری گری

---

[1] نوشہرہ گجرات سے چھ میل نہیں ہے بلکہ ۱۴ میل ہے۔

[2] پیر محمد سچیار نوشاہیؒ کا سال وفات ۱۱۲۰ھ صحیح ہے اور مفتی صاحب نے ۱۱۵۲ھ غلط لکھا ہے (شریف التواریخ جلد دوم صـ ۱۳۰۵، جلد دوم صـ ۱۲۶۰ صـ ۱۳۱۳، جلد سوم حصہ اول ۱۰۷۰-۱۱۸۰) آپ کا سال ولادت ۱۰۱۳ھ ہے۔

[3] حضرت نوشہ گنج بخش کے خلیفہ شیخ پیر محمد سچیار نوشہرویؒ (ف ۱۱۲۰ھ) سے آپ ملے اور فیض پایا۔۔۔ (شاہ محمد غوث: رسالہ کسب سلوک اور پھر حضرت نوشہؒ کے پوتے سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نوشاہی۔۔۔ (ف ۱۱۲۷ھ) کی خدمت میں آپ بارہ سال تک جاتے رہے (ایضاً)

تو قدرتِ الٰہی سے اس روز کھڑک سنگھ مر گیا اور نونہال سنگھ جب اس کی نعش جلا کر آیا تو سلامی کی توپوں کے زلزلے سے قلعہ کی دیوار سے ایک پتھر جدا ہو کر نونہال سنگھ کے سر پر آپڑا اور وہ جوان جوانمرگ ہوا۔ اس کی والدہ چند کور نہایت ڈری اور حکم دیا کہ مزار حضرت کا نہ گرایا جائے۔ چنانچہ گرا ہوا مکان اسی وقت تعمیر ہو گیا۔ رسالہ غوثیہ میں یہ حضرت اپنے حالات کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جب میں بتلاش حق لاہور میں پہنچا۔ رات کو مقبرہ عالیہ میاں میر میں قیام پذیر ہوا خواب میں میاں میر بالا پیر مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور بکمال توجہ ایک شغل عنایت کیا۔ صبح کے وقت وہاں سے اٹھ کر شیخ حامد لاہوری کی خدمت میں آیا اور کسی شغل کے واسطے ان سے بھی سوال کیا۔ وہ ہنسے اور فرمایا تجھ کو وہی شغل کافی ہے جو آج رات میاں میر بالا پیر سے عطا ہوا ہے۔ شجرہ نسب ان کا ان کے والد بزرگوار سید حسن پشاوری کے ذکر میں تحریر ہو چکا ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۲ھ میں واقع ہوئی اور مزار لاہور[1] میں ہے۔

قطعہ تاریخ

شہ محمد غوث شیخ متقی	گشت چوں در باغ جنت جائیگیر
گفت سرور سال وصل آنجناب	والی حق پیر کامل دستگیر ۱۱۵۲ھ

---

[1] حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کے مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ شاہ محمد غوث: رسالہ در بیان کسب سلوک و طریقت و حقیقت فارسی مطبوعہ پشاور ۱۲۹۳ھ

۲۔ غلام کشمیری میر: خوارق العادات ۱۱۸۹ھ قلمی مولانا سید امیر شاہ قادری پشاور

۳۔ غلام کشمیری میر: مقدمہ اسرار الطریقت بر خود نوشت خطی نسخہ حضرت شاہ محمد غوث قلمی مملوکہ فوزی آغا پشاور

۴۔ نامی غلام دستگیر: سوانح شاہ محمد غوث لاہوریؒ مطبوعہ لاہور (س۔ن)

۵۔ پیام شاہ جہانپوری: تذکرہ شاہ محمد غوثؒ مطبوعہ لاہور (یہ کتاب بغیر کسی تاریخی شعور کے مدون کرلی گئی ہے۔ اکثر تحقیقات بے سروپا ہیں)

۶۔ محمد اقبال مجددی: حیات حضرت شاہ محمد غوث لاہوریؒ زیر ترتیب۔

۷۔ اثر عبدالحلیم افغانی: روحانی تڑون بزبان پشتو مطبوعہ پشاور

۸۔ امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد مطبوعہ پشاور

۹۔ امیر شاہ قادری: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ مطبوعہ پشاور ص۷ تا ص۱۰ (باقی اگلے صفحہ پر)

۲۸۔ شیخ عبدالرحمٰن المشہور بہ پاک رحمٰن نوشاہی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ بڑے خلیفہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش کے تھے۔ عنایت و مہربانی جو ان کے پیرکو ان کی نسبت تھی کسی پر نہ تھی۔ صفات صمدیت کی ان پر ایسی غالب تھی کہ کھانا، پینا، سونا ان کا بالکل موقوف ہو گیا تھا۔ سماع کا حضرت کو بہت شوق تھا اور وجد کے وقت ایسی حالت ہو جاتی کہ لوگوں کو ان کی مرگ کا الیقین ہو جاتا اور ریاضت و مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ تمام رات بحبس دم ذکر خفی کرتے اور بعض اوقات کنوئیں میں معکوس لٹک کر رات بھر عبادت کرتے اور خلوت کے وقت زمین میں قبر کھود کر بیٹھ جاتے اور اوپر سے بند کرا دیتے۔ چالیس روز کے بعد جب قبر کھودی جاتی تو حضرت کو بحالت زار اس سے نکالا جاتا۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت شیخ شادی نام اپنے خادم پر مہربان ہوئے اور فرمایا کہ اے شادی ہم نے تیرے واسطے خدا سے یہ مانگا ہے کہ جس مریض پر تیری نظر پڑے اچھا ہو جائے اور جس مردہ کی طرف تو متوجہ ہو زندہ ہو جائے اور جس فاسق کی طرف تو دیکھے ولی ہو جائے۔ پس ایسا ہی وقوع میں آیا کہ ایک روز ایک عورت اپنے بچہ خرد سال کو جو مریض تھا شیخ شادی کے پاس دم کرانے کے لیے لائی۔ قضا کا روہ بچہ راستے میں مر گیا۔ عورت واویلا کرتی ہوئی شادی کے پاس اپنے بچہ کی نعش لے کر آئی۔ شادی بچہ کی طرف متوجہ ہوا۔ بچہ فی الفور زندہ ہو گیا۔ عورت نے خوش ہو کر ایک جوڑہ زنانہ کپڑوں کا شادی کے نذر کیا۔ وہ ان کپڑوں کو حضرت کے گھر لے گیا اور حضرت

(بقیہ حاشیہ) ۱۰۔ محمد حیات نوشاہی : تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی مدظلہ

۱۱۔ پیر کمال لاہوری : تحائف قدسیہ فارسی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی

حضرت شاہ محمد غوث لاہوری اپنے وقت کے عظیم شارح مفسر اور عالم تھے حسب ذیل تصانیف کے وجود کا علم ہو سکا ہے : ۱۔ شرح غوثیہ ۱۱۳۱ھ (پہلے تین پارے) شرح بخاری شریف قلمی مملوکہ سید امیر شاہ قادری صاحب

۲۔ کتاب در بیان کسب سلوک و طریقت و حقیقت۔ مطبوعہ پشاور (فارسی)

۳۔ رسالہ ذکر جہر قلمی مملوکہ سید امیر شاہ قادری مدظلہ

۴۔ ترجمہ فارسی قصیدہ غوثیہ شریف۔ یہ رسالہ پیر عبدالغفار لاہوری نے ۱۹۱۰ء میں شائع کیا اسکا نام شرح خمیرہ بھی ہے

۵۔ اسرار التوحید عربی (بحوالہ رسالہ در بیان کسب سلوک ص۴۶) حضرت شاہ محمد غوثؒ کے وحدت الوجود پر دو قلمی رسالے حال ہی میں مخدومی مولوی سید محمد امیر شاہ مدظلہ کو دستیاب ہوئے ہیں۔

کی صبیہ کو پہنا دیے۔ یہ خبر جب حضرت کو پہنچی۔ غضب میں آکر شادی کو روبرو بلایا اور فرمایا تو اس نعمت کے لائق نہیں کہ اس بڑھیا کے بچہ کو زندہ کر کے تو نے اجرت لے لی۔ اسی روز سے وہ شادی سے کرامت جاتی رہی۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۲ھ[1] میں ہوئی اور مزار پر انوار موضع بھڑی زیارت گاہ خلق ہے پوشیدہ نہ رہے کہ فرقہ نوشاہیہ عالیہ میں سب لوگ صاحب وجد و سماع و شوق و ذوق و مستی ہیں۔ مگر فقرائے سلسلہ پاک رحمان کے سماع کے وقت سب سے زیادہ مست ہو جاتے ہیں۔ جب تک ان کے پاؤں میں رسہ ڈال کر الٹا نہ لٹکائیں اور دہ ساعت دو ساعت اسی حالت میں رقص نہ کریں سرد نہیں ہوتے اور اگر اس عمل سے ہوش میں نہ آئیں تو اسی حالت میں ان کو زمین پر کھینچتے ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں آجائیں رسن ان کے پاؤں سے کھولا نہیں جاتا۔

۳۹۔ سید بُھلی[2] شاہ قادری شطاری قصوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری کے خلیفہ تھے۔ قصبہ قصور میں سکونت رکھتے تھے۔ سماع و وجد کا شغل دن رات مدنظر تھا۔ اکثر اوقات خوارق و کرامت بے اختیار ان سے سرزد ہوتی۔ طبیعت بھی ان کی موزوں تھی۔ پنجابی زبان میں ابیات و کافی ہزاروں ان کی تصنیف کی

---

[1] حضرت عبدالرحمٰن پاک نوشاہی کا سالِ وفات ۱۱۵۲ھ غلط ہے بلکہ خاندانی ماخذ لطائف گل شاہی قلمی، بیاض قادری قلمی اور کتاب الفوائد قلمی میں ۴ محرم ۱۱۱۵ھ لکھا ہے جو معتبر ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ شریف التواریخ، جلد سوم حصہ اول ص۳۳۷۔ آپ کی ولادت ۹۹۵ھ میں ہوئی (شریف التواریخ جلد سوم ۳۲۹) ملاحظہ ہو:

۱۔ گل محمد نوشاہی سید: لطائف گل شاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی گجرات

۲۔ غلام قادر نوشاہی سید: بیاض قادری قلمی مملوکہ ایضاً

۳۔ محمد شاہ نوشاہی سید: کتاب الفوائد قلمی مملوکہ ایضاً

۴۔ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۳۲۹ - ۳۳۹ قلمی مملوکہ مصنف مدظلہ

۵۔ ایضاً : شاہ عبدالرحمان پاک لاہور ۱۹۷۱ء

[2] اس وقت اس لفظ کا تلفظ "بُلھے" یا "بُلھا" ہے۔ آپ کی مہر "بُلھا شاہ قادری ۱۱۰۱ھ" سے بھی موجودہ تلفظ بُلھا کی تائید ہوتی ہے (محمد شفیع، اولیائے قصور ص ۱۹۹)

ہوئی مضامین توحید اب تک قوال مجالس فقرار میں گاتے ہیں۔ وفات ان کی ۱۱۷۱ھ[1] میں ہوئی۔ اور مزار گوہر بار قصور میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۴۰۔ شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قادری قدس سرہٗ

خاندان قادریہ اعظمیہ میں یہ بزرگ مرید و خلیفہ شیخ شرف الدین پانی پتی کے تھے اور سلسلہ ان کا چار واسطوں سے ساتھ حضرت میاں میر بالا پیر لاہوریؒ کے ساتھ ملتا تھا۔ یہ بزرگ ذات کے بلوچ تھے اور ساربانی کے پیشے سے بہت مال جمع کیا تھا اور موضع مزنگ میں متصل لاہور ایک کوٹ اپنے نام کا آباد کیا۔ اس کا نام کوٹ عبداللہ رکھا۔ پر جب جاذب حقیقی نے ان کو اپنی طرف کھینچا تو مال دنیا کو ترک کر کے فقیر ہوئے و باجازت پیر روشن ضمیر عبادت و ریاضت پر کمر باندھی اور تکمیل پائی۔ تمام عمر حضرت نے تلقین خدام میں گذاری اور سیکڑوں لوگ ان کے ذریعے مراتب قرب تک پہنچے۔ ان کے بڑے خلفار میں سے ایک حافظ غلام محمد المشہور امام گاموں امام مسجد وزیر خاں تھے جو اپنے وقت میں یگانۂ آفاق تھے۔ دوسرے شیخ فیض بخش قریشی لاہوری پدر شیخ امام بخش جد مادری مؤلف کتاب تھے۔ جنہوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر رہ کر قرب الٰہی حاصل کیا۔ شیخ مراد بخش ولد شیخ فیض نقل کرتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے ایک ہمسایہ کو جس کو کیمیاگری کا شوق تھا۔ دیکھا کہ سم الفار وگوگرد بازار سے لاکر اس نے کھرل کیا اور مسی پیسوں پر لگا کر آگ

---

[1] یہ سالِ وفات ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی تحقیق کے مطابق غلط ہے۔ اس لیے کہ انہیں فیروز پور میں عبدالعزیز خاں کے پاس ایک قلمی نسخہ اوراد دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس پر بابا بلھے شاہ کی ایک مذکورہ بالا مہر بھی ثبت تھی جس میں سنہ ۱۱۸۱ھ مندرج تھا جس سے مترشح ہوتا ہے کہ باباصاحب ۱۱۸۱ھ تک بقیدِ حیات تھے (ایضاً ۱۹۷ - ۱۹۹)

ملاحظہ ہو:

۱۔ بلھے شاہ بابا: کلیات بلھے شاہ۔ مرتبہ فقیر محمد فقیر لاہور

۲۔ احمد حسین احمد قریشی: سوانح بابا بلھے شاہ زیر طبع محکمہ اوقاف لاہور

۳۔ محمد شفیع ڈاکٹر: اولیائے قصور ۱۹۷ - ۱۹۹

۴۔ محمد اقبال مجددی: تاریخ قصور زیر ترتیب ۵۔ ایضاً: حیات شاہ عنایت قادری زیر طبع

میں ڈالا۔ یہ بات دیکھ کر مجھ کو بھی کیمیا گری کا شوق ہوا اور میں نے جانا کہ عمل کیمیا گری بہت آسان ہے اسی طرح میں سم الفار اور گوگرد لایا اور کھرل کر کے پیسوں کو لگایا اور پیسے آگ میں ڈال دیے۔ جب آگ سرد ہوئی تو معلوم ہوا کہ پیسے بھی بیکار ہو گئے ہیں۔ اس نقصان سے میں بہت پشیمان ہوا اور اسی پشیمانی میں عبداللہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ میں اس وقت کم عمر نوجوان لڑکا تھا۔ حضرت میری طرف دیکھ کر متبسم ہوئے اور فرمایا کہ برخوردار آج تم نے کیمیا بنانے میں بہت تکلیف اٹھائی تم کو اگر کیمیا کا عمل حاصل کرنا ہے تو اپنے باپ کی طرح ہماری خدمت میں آتے اور ہم تم کو ایسی کیمیا بخشیں گے کہ یہ کیمیا تمہاری نظر میں خاک نظر آئے گی۔ وفات حضرت عبداللہ شاہ کی ۸ رجمادی الاول ۱۲۱۲ھ اور مزار بیرون شہر موضع مزنگ میں ہے اور غریب تاریخ وفات[1] ہے۔

۱۴۔ شیخ غلام حسین ساکن وایاں والی قدس سرہٗ[2]

یہ بزرگ خاندان قادریہ اعظمیہ میں نہایت عابد و زاہد و صاحب عشق و محبت و کشف و کرامت تھے۔ آخری زمانے میں اگر ان کو قطب وقت لکھا جائے تو بجا ہے۔ ہزاروں طالبانِ خدا ان کی خدمت میں آتے اور اپنی مراد کو پہنچے۔ طالبانِ دنیا میں سے بھی جو اہل حاجت حضرت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ خالی نہ گیا۔ ان کی ذات بابرکات گویا چشمۂ فیض و دریائے رحمت تھی۔ کشف و کرامت جو ان کی ظہور میں آتی رہیں۔ ان کا ذکر لوگوں کی زبان پر اس قدر جاری ہے کہ ان کے اندراج کے لیے ایک کتاب علیٰحدہ لکھی جائے۔ وفات ان کی ۱۲۶۰ ہجری میں واقع ہوئی اور بعد وفات ان کے شیخ قیصر شاہ[3] ان کے فرزند بھی جامع کمالات ظاہری و باطنی ان کی ذات سے بھی بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا۔

---

[1] ملاحظہ ہو: محمد دین کلیم: عبداللہ شاہ بلوچ لاہور ۱۹۷۱ء

[2] شیخ غلام حسین بن بہرام خاں بن زر بخش بن رسیدہ قوم تور عرف داوان۔ وایاں والی ضلع گوجرانوالہ میں آپ کا مزار ہے (از افادات مخدومی سید شرافت نوشاہی مدظلہ)

[3] اصل نام کیسر شاہ تھا۔ سال وفات ۱۲۸۱ھ۔ آپ بادھائے حضرت سید الٰہی بخش نوشاہی ساہنپالوی دت ۱۲۵۲ھ پیدا ہوئے (شرافت نوشاہی: کلید گنجش قلمی)

دُوسرا چمن

تذکرہ پیرانِ خاندانِ چشت[1] اہلِ بہشت میں

ابتدا اس سلسلۂ عالیہ کی خواجہ حسن بصری سے ہے۔ جنھوں نے فیضِ باطن جناب علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ سے پایا۔ ان سے عبدالواحد بن زید' ان سے خواجہ فضیل بن عیاض' ان سے خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم' ان سے خواجہ حذلیفۃ المرعشی' ان سے خواجہ ہبیرہ بصری' ان سے خواجہ علو دینوری' ان سے خواجہ ابواسحاق شامی' ان سے خواجہ ابوابدال' ان سے خواجہ ابو محمد چشتی' ان سے خواجہ ابو یوسف چشتی' ان سے خواجہ مودود چشتی' ان سے خواجہ احمد چشتی' ان سے حاجی شریف زندنی' ان

---

[1] چشت کے بارے میں شجرۃ الانوار میں ہے:

(چشت نام کے) دو مقام ہیں۔ ایک شہر خراسان میں ہرات کے قریب واقع ہے۔ دوسرا چشت ہندوستان میں اوچ اور ملتان کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ خواجگان چشت خراسان والے چشت سے تعلق رکھتے ہیں۔

(بحوالۂ تاریخ مشائخ چشت ک ۳۶ - ۱۳۵)۔ مشائخ سلسلہ چشتیہ کے اسمائے گرامی بالترتیب اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت علیؓ ۲۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ۳۔ ابوالفضل عبدالواحد بن زید ۴۔ ابوالفضل فضیل بن عیاض ۵۔ خواجہ ابراہیم ادھم بلخی ۶۔ خواجہ سدیدالدین حذلیفۃ المرعشی ۷۔ خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری ۸۔ خواجہ ممشاد علی دینوری ۹۔ خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی ۱۰۔ ابی احمد بن فرسنافۃ الچشتی ۱۱۔ ابی محمد بن احمد چشتی ۱۲۔ ابی یوسف چشتی ۱۳۔ خواجہ مودود چشتی ۱۴۔ خواجہ حاجی شریف زندنی ۱۵۔ خواجہ عثمان ہرونی ۱۶۔ خواجہ معین الدین حسن سجزی

(تاریخ مشائخ چشت ۱۳۹ - ۱۴۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل الاولیاء میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ چشتیہ سلسلہ خواجہ حسن بصریؒ کے ذریعے حضرت علیؓ تک نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ خواجہ بصری اس وقت خرد سال تھے اور خلیفہ نہیں ہو سکتے تھے۔ حضرت شاہ فخرالدین دہلویؒ جو شاہ صاحب کے معاصر تھے۔ اس خیال کی تردید میں ایک رسالہ فخرالحسن کے نام سے لکھا۔ اس رسالہ کی شرح مولانا احسن الزمان حیدرآبادی ف ۱۳۲۸ھ نے قول المستحسن فی فخرالحسن کے نام سے عربی زبان میں ایک ضخیم شرح لکھی تھی جو حیدرآباد سے ۱۳۱۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

سے خواجہ عثمان ہرونی۔ ان سے خواجہ معین الدین حسن سجزی ثم الاجمیری نے خلافت پائی اور یہ سلسلہ ہند اور پنجاب میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی سے شائع ہوا اور ہزاروں طلبا تکمیل پاکر قرب الٰہی کے مدارج پر پہنچے۔

۲۴۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اکابر اولیا، و اجل اصفیائی ہند میں سے ہیں۔ خرقہ، خلافت انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزیؒ[1] سے پایا۔[2] اصل ان کا سادات اوش[3] سے تھا جو ایک قصبہ سرزمین ماورالنہر میں ہے۔ شجرہ نسب ان کا حضرت امام جعفر صادق کے ساتھ اس طرح پر پہنچتا ہے کہ خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید الحسن بن سید معروف بن سید احمد بن سید رضی الدین بن حسام الدین بن رشید الدین بن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ خرد سالی کی عمر میں ان کا باپ مر گیا اور والدہ ماجدہ نے ان کو پڑھایا اور تربیت کی جب بالغ ہوئے تو بطلب حق گھر سے نکلے اور بخدمت خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ بعد تکمیل پیر روشن ضمیر نے ان کو دہلی کو مامور کیا اور حکم دیا کہ اس شہر میں رہ کر ہدایت خلق میں مشغول ہو۔ چنانچہ دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے خوارق و کرامات و زہد و ریاضت کے ذکر میں صدہا کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مشہور کرامت ان کی یہ ہے کہ جب حضرت کے گھر سماع ہوتا اور خلقت جمع ہوتی تو حضرت اپنی بغل میں سے ڈو ڈو[4] گرم کاک یعنی کلچے نکال کر دیتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام محفل کے لوگ سیر ہو جاتے۔ اسی واسطے حضرت کا خطاب کاکی مشہور ہے

---

[1] خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتیؒ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی تھے۔ آپ کے حالات سے اکثر کتابوں میں ملتے ہیں۔ مثلاً سیر الاولیاء، سیر العارفین اور اخبار الاخیار وغیرہ۔ آپ کی نسبت سجزی (س۔ ج۔ ز۔ ی) ہے نہ کہ سنجری۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ دیوان امیر حسن سجزی نوشتہ مسعود علی محوی۔

[2] حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں بغداد میں ملے اور خرقہ، خلافت حاصل کیا (سیر الاولیاء ۴۸)

[3] اوش، فرغانہ میں اندیجان کے جنوب مشرق میں ایک قصبہ ہے۔

وفات حضرت کی چودھویں ماہ ربیع الاوّل ۶۳۴[1] ہجری میں عین سماع میں ہوئی تھی۔ اس روز حضرت کے یہاں مجلس سماع تھی۔ اور قوال حضرت احمد جام کی غزل گاتا تھا ؎

منزلِ عشقت مکان دیگرست　　　　این جہانرا ہم جانے دیگرست

جب یہ غزل گاتے گاتے نوبت اس شعر کی آپہنچی ؎

کشتگان خنجر تسلیم را　　　　ہر زمان از غیب جانے دیگرست

تو حضرت کا حال برگشتہ ہوگیا اور اسی حالت میں جان دے دی

قطعۂ تاریخ

گئے جنت کو جب دنیائے دون سے　　　　جناب شاہ شاہان قطب اقطاب

ندا ہاتف سے یہ سرور کو آئی　　　　کہ والا قطب دوراں قطب اقطاب

۴۳۔ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھنی پاک پٹنی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خاندان چشت اہل بہشت میں ترک و تجرید و زہد و ریاضت و علم و عمل و کشف و کرامت میں ہر ایک سے سبقت لے گئے تھے۔ ذوق و شوق و محبت و وجد سماع سے ان کو کمال شغل رہتا تھا۔ زہد و ریاضت راہِ خدا میں جس قدر انھوں نے کیا ہے۔ کسی نے متقدمین اولیاء میں سے بھی نہیں کیا۔ روزہ آپ کا دائمی تھا جب افطار کرتے تو درختوں کی پتی ان کی خوراک تھی۔ تمام روز خلائق کی تلقین میں گذر جاتا اور رات عبادت میں۔ ان کا باپ جمال الدین سلیمان[2] ان کا بھائی سلطان

---

[1] حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا صحیح سالِ وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہے (عبدالحق شیخ: اخبار الاخیار ۲۵) ملاحظہ ہو:

۱۔ حسن سجزی امیر: فوائد الفواد مرتبہ ملک لطیف ص۲۳، ۴۲، ۴۳، ۸۰، ۸۷ بہ بعد

۲۔ امیر خورد: سیر الاولیاء ۴۵۔۶۶　　　　۳۔ جمالی: سیر العارفین ۱۶۔۳۱

۴۔ عبدالحق شیخ، اخبار الاخیار ۲۵　　　　۵۔ غوثی مندوی: اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ص۳۶

۶۔ محمد صادق، کلمات الصادقین قلمی　　　　۷۔ الہدیہ چشتی: سیر الاقطاب ۱۴۲۔۱۶۱

[2] شیخ جمال الدین سلیمان کے بارے میں ہمیں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہے کہ آپ اپنے باپ (باقی اگلے صفحہ پر)

محمود غزنوی کا سلطان شہاب الدین غوری کے وقت کابل سے لاہور[1] میں آیا۔ چندے قصبۂ قصور میں سکونت رکھی پھر ملتان میں گیا اور ملا وجیہ الدین[2] خجندی کی دختر قرسم خاتون سے نکاح کیا۔ اس کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک شیخ اعز الدین محمود، دوم فریدالدین مسعود، تیسرے نجیب الدین متوکل کہ یہ تینوں بھائی اپنے زمانے کے یگانہ تھے اور شجرہ ان کے بزرگوں کا سترہ واسطوں کے ساتھ سلطان ابراہیم بن ادہم کے ساتھ اور تئیس واسطوں کے ساتھ حضرت فاروق اعظم عمر ابن الخطاب کے ساتھ منتہی ہوتا ہے[3]۔ اس طرح پر کہ حضرت شیخ فریدالدین بن جمال الدین سلیمان بن شعیب بن احمد بن یوسف بن محمد بن شہاب الدین بن احمد المشہور بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل بن نصیرالدین بن محمود المعروف بہ نشیماں شاہ بن سامان شاہ بن سلیمان مسعود بن عبداللہ بن واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن

(بقیہ حاشیہ) قاضی شعیب کی وفات کے بعد قصبہ کتنوال (مابین ملتان و اجودھن۔ اس وقت ایک معمولی قصبہ ہے جسے مشائخ کی چاولی کہتے ہیں) کے قاضی مقرر ہوئے اور وہیں دفن بھی کیے گئے (سیر العارفین ص۲۲، معارج الولایت بحوالہ لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فریدالدین از خلیق احمد نظامی ص۱۱

[1] یہ روایت سیر الاولیا، مراۃ الاسرار، معارج الولایت اور سیر العارفین (قدرے اختلاف کے ساتھ) منقول ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ قاضی شعیب ۱۱۷۵ء سے پہلے اور منگولوں کے قبضہ سے تقریباً چالیس برس قبل ہندوستان میں آئے (خلیق احمد نظامی، شیخ فریدالدین ص۱۰) بلکہ قاضی شعیب گز (۱۱۵۷ء) حملہ آوروں کے وقت ۵۵۲ھ / ۱۱۵۷ء میں ہندوستان میں آئے۔

[2] ملا وجیہ الدین خجندی کا کسی معاصر تذکرہ نویس نے ذکر نہیں کیا۔ ان کا نام سیر العارفین، مراۃ الاسرار، سیر الاقطاب اور روضۃ الاقطاب میں ہی درج ہوا ہے۔

[3] غوثی نے آپ کو حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے بتایا ہے ص۲ سیر الاقطاب پہلا تذکرہ ہے جس میں حضرت بابا صاحب کا شجرۂ نسب درج ہوا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کی کتابیں شجرۂ نسب سے خالی ہیں۔ سیر الاقطاب سے تقابل کے بعد مفتی صاحب کا منقولہ شجرہ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

شیخ فریدالدین مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ شعیب بن محمد احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن فخرالدین محمود بن سلیمان بن شیخ مسعود بن عبداللہ واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ نصیر بن عبداللہ بن حضرت عمر فاروقؓ (سیر الاقطاب ص۱۶۳)

اسحاق بن سلطان المتقین ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادھم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ بعد وفات فرخ شاہ[1] بادشاہ کابل کے جب کابل کا ملک شاہان غزنی نے لے لیا۔ اس خاندان سے سلطنت جاتی رہی مگر اولاد اس کی بدستور کابل میں رہی۔ پھر جب چنگیز خاں سلطان خوارزم پر غالب آیا اور شہر کابل پر آفت آئی تو حضرت کے جد بزرگوار لڑائی میں شہید ہوئے اور شیخ جمال الدین سلیمان ہندوستان کو چلے آئے۔ ولادت حضرت گنج شکر کی سال پانسو[2] بیاسی ہجری[3] میں موضع کھوتوال[4] علاقہ ملتان عمل میں آئی۔ پرورش بھی حضرت نے ملتان سے پائی۔ خرقہ خلافت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی سے پایا۔ حضرت نے سیر بھی بہت کی اور بہت بزرگوں سے فیض باطنی پایا۔ بعد حصول خرقہ خلافت حضرت نے شہر ہانسی میں سکونت اختیار کی پھر اجودھن میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت کے خوارق و کرامت ہزاروں درج تواریخ کتب ہیں۔ اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ شائق کتاب خزینۃ الاصفیا میں دیکھ لے مگر ایک کرامت کا ذکر منجملہ ان کے یہاں بھی لکھا جاتا ہے کہ حضرت نے ایک قطعہ زمین ایک شخص سے شمول خانقاہ کے لیے قیمت دے کر خریدا۔ چند ماہ کے بعد ایک اور دعویدار اس زمین کا پیدا ہوا اور اس نے استغاثہ اس دعوے کا دیپالپور میں جاکر حاکم شاہی کے روبرو پیش کیا۔ وہاں سے حضرت کی اصالتاً یا وکالتاً طلبی ہوئی۔ حضرت نے ایک خادم کو جوابدہی کے واسطے بھیجا۔ پھر گواہ طلب ہوئے۔ جن سے زمین ملکیت بائع کی ثابت ہو۔ حضرت نے حاکم کے بار بار تقاضے سے تنگ

---

[1] فرخ شاہ کی شخصیت کے بارے میں کتب تاریخ خاموش ہیں۔ سیر الاولیاء میں اسے کابل کا بادشاہ بتایا گیا ہے (ص ۵۹) مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے اسے اجلۂ امرا و اعاظم وزرا سلاطین کابل" لکھا ہے۔ (زبدۃ المقامات ۸۸)

[2] دیکھیے حاشیہ نمبر ا گزشتہ صفحہ

[3] بابا صاحب کے سال ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ۵۸۲ ھ تو بالکل غلط ہے۔ سیر الاولیاء میں سال ولادت ۵۶۹ ھ درج ہوا اس سے لکھا ہے۔ فوائد الفواد میں ہے کہ بابا صاحب نے ۹۳ سال کی عمر پائی۔ اس لیے جب ہم فوائد الفواد کے مطابق شمار کریں تو آپ کا سال ۵۷۱ ھ ہوتا ہے اور سیر الاولیاء کے مطابق ۵۶۹ ھ۔ ہمارے نزدیک فوائد الفواد کو سیر الاولیاء پر ترجیح حاصل ہے گویا بابا صاحب کا سال ولادت ۵۷۱ھ درست ہے (خلیق احمد نظامی: شیخ فریدالدین گنج شکر ۱۷ حاشیہ)

[4] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲ گزشتہ سے پہلا صفحہ

اگر فرمایا کہ اس گردن ٹوٹے کو کہہ دو کہ خود آکر زمین سے پوچھ لے۔ اگر زمین گواہی نہ دے گی تو ہم گواہ بھیج دیں گے۔ حاکم یہ بات سن کر کمال متعجب ہوا اور کہا کہ اچھا ہم چلتے ہیں۔ اگر زمین نہ بولی تو فرید اس بات کی سخت سزا پائے گا۔ پس حاکم خود سوار ہو کر آیا اور ہزاروں لوگ دیکھنے والے جمع ہوئے۔ جب مجمع ہو چکا تو اول مدعی کو حکم ہوا کہ زمین سے اپنی ملکیت کا سوال کرے، چنانچہ اس کے سوال پر زمین نے کچھ آواز نہ دی پھر حضرت کی طرف سے ایک خادم نے زمین سے پوچھا کہ تو کس کی ملکیت ہے۔ زمین سے آواز آئی کہ میں اس کی ملکیت تھی۔ جس نے فرید کے پاس مجھ کو فروخت کیا اور اب ملکیت خواجہ فرید کی ہوں۔ یہ بات سن کر حاکم حیرت میں آیا اور مدعی کو سخت سزا دی۔ بعد فیصلے کے جب وہاں سے چلا تو گھوڑے نے ناخن لیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اسی وقت گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ نعوذ باللہ من غضب الاولیاء۔ وفات حضرت کی پانچویں ماہ محرم ۶۶۴ ہجری[1] میں واقع ہوئی اور روضہ منورہ بمقام پاک پٹن زیارت گاہ خلق ہے۔

قطعۂ تاریخ

چو اندر زمین آہ مانند گنج — نہاں گشت فردے یگانہ فریدؒ
ز سرور عجب سال تاریخ او — عیاں گشت فردے یگانہ فریدؒ

---

[1] باباصاحب کے سال وفات میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن ۶۶۴ھ ہی معتبر اور صحیح ہے (خلیق احمد نظامی: لائف اینڈ ٹائمز آف بابا فریدؒ ۵۶-۵۸) حضرت باباصاحب سے ملفوظات کے کئی مجموعے منسوب ہیں (فوائد السالکین (ملفوظات قطب الدین بختیار کاکیؒ جامع باباصاحب)، اسرار الاولیاء، جامع شیخ بدرالدین اسحاق، راحت القلوب جامع خواجہ نظام الدین اولیاء)، یہ تمام مجموعے محض وضعی اور منسوب ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خلیق احمد نظامی، بابا فرید ۱۱۸-۲۰، محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویشگی ص ۹۹ حاشیہ ۱)

ملاحظہ ہو:

۱۔ امیر حسن سجزی: فوائد الفواد مطبوعہ لاہور
۲۔ امیر خورد: سیر الاولیاء ۵۴-۸۱
۳۔ عبدالحق شیخ: اخبار الاخیار ص ۵۲-۵
۴۔ جمالی: سیر العارفین ۹۰-۹۷
۵۔ نظام غریب یمنی: لطائف اشرفی
۶۔ حمید شاعر قلندر: خیر المجالس مرتبہ خلیق احمد نظامی علی گڑھ
۷۔ لعل بیگ: ثمرات القدس قلمی مملوکہ مولانا نصرت نوشاہی شرقپور، پاکستان

(باقی اگلے صفحہ پر)

۴۴۔ حضرت خواجہ علاءالدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت فریدالدین گنج شکر کے خلفاء میں سے عارف کامل صاحب ارشاد جامع سیادت ونجابت وشرافت وشریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت وشوق وذوق ووجد وسماع وخوارق وکرامت تھے۔ فقر میں مقامات بلند ومدارج ارجمند رکھتے تھے۔ حضرت کی طبیعت میں جلال بہت تھا۔ صابر خطاب ان کو پیر روشن ضمیر سے عنایت ہوا۔ اس خدمت پر کہ انہوں نے بارہ برس تک باورچی خانہ کی خدمت کو انجام دیا مگر خود بے اجازت ایک لقمہ نہ کھایا۔ صرف درختوں کی پتی کھا کر گزارا کیا۔ جب یہ حال ان کے پیر پر روشن ہوا تو کمال مہربانی سے صابر خطاب بخشا اور دہلی کا قطب بنا کر فرمان لکھ دیا۔ چونکہ حضرت فریدالدین گنج شکر کا یہ دستور تھا کہ جس خلیفہ کو کسی ملک کو روانہ کرتے۔ فرمان اپنے دستخط سے لکھ کر اس کو دیتے اور فرماتے کہ خواجہ جمال الدین ہانسویؒ کے پاس جا کر اس کی مہر کرالو۔ پس وہ ہانسی جاتا اور جمال الدین کی مہر اس پر کرا کر مکان مامورہ کی طرف روانہ ہو جاتا۔ اس رسم کے بموجب علاءالدین علی احمد صابرؒ بھی ہانسی پہنچے۔ چونکہ یہ خواجہ فریدالدین گنج شکر کے بھانجے اور داماد اور مقامات ولایت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ان کے استقبال کے لیے خواجہ جمال الدین ہانسی سے دو میل باہر آئے۔ انہوں نے ان کی تکریم کی مگر چند دل

(بقیہ حاشیہ) ۸۔ غوثی : اذکار الابرار۔ ترجمہ گلزار الابرار ص ۵۲ - ۵۳

۹۔ علی اکبر اردستانی : مجمع الاولیاء قلمی ذخیرہ آذر نمبر H - ۸

۱۰۔ عبداللہ خویشگی قصوری : معارج الولایت قلمی ذخیرہ آذر ورق ۲۱-۲۶

۱۱۔ محمد بلاق : مطلوب الطالبین قلمی ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری مخزونہ کتبخانہ گنج بخش راولپنڈی

۱۲۔ اصغر علی : جواہر فریدی لاہور ۱۳۔ معنی اجمیری : سوانح حضرت بابا فریدالدینؒ

14-K.A. Nizami: Life and Times of Sh. Farid-u-Din Aligarh, 1955.

۱۵۔ مسلم نظامی : انوار الفرید پاک پٹن ۱۹۶۵ء ۔

۱۶۔ محمد اسلم : کیا سلطان بلبن کی کوئی بیٹی باباصاحب سے منسوب تھی ؟ مشمولہ تاریخی مقالات ۹-۳۱

۱۷۔ وحید احمد مسعود : سوانح حضرت بابا فریدالدین کراچی ۱۹۶۵ء

سے نیچے نہ اترے اور خواجہ جمال الدین پا پیادہ ان کی سواری کے ساتھ رہے اور اپنی مسجد میں
لے جاکر اتارا۔ اس وقت شام کی نماز کا وقت تھا۔ خواجہ جمال الدین نے ان کو نماز میں بھی امام
کیا۔ جب نماز پڑھ چکے اندھیرا ہو گیا۔ حضرت نے اپنا فرمان خواجہ جمال کو دکھایا اور مہر کر دینے کی
درخواست کی۔ انہوں نے کہا۔ اب شام کا وقت ہے آپ آرام کریں کل صبح مہر کر دوں گا۔ یہ
بات سنتے ہی حضرت نے داہنے ہاتھ کی بڑی انگلی کو پھونکا۔ اس پھونک سے انگلی شمع کے مانند
روشن ہو گئی۔ فرمایا کہ اگر اندھیرے کا خیال ہے تو اب روشنی ہو گئی ہے۔ روشنی میں فرمان پڑھ کر
مہر کر دو۔ یہ بات سن کر خواجہ جمال نے فرمان پھاڑ کر کہا کہ دہلی بے چاری تیری ایسی آتشیں دم سہارنے
کی قوت نہیں رکھتی۔ اس بات پر حضرت کمال ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے میرے فرمان کو پھاڑ ڈالا
ہے۔ میں نے تیری ولایت کو پھاڑ ڈالا۔ انہوں نے کہا اول سے یا آخر سے۔ کہا۔ آخر سے۔
یہ بات کہہ کر حضرت وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خواجہ فرید کی خدمت میں آکر کل حال بیان کیا۔
انہوں نے کہا کہ پارہ کردہ جمال را فرید نتواند دوخت۔ بعد کچھ مدت کے خواجہ فرید نے حضرت صابر
کو شہر کلیر روانہ کیا اور فرمانِ تولیت اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا۔ بہ تعمیلِ ارشاد حضرت وہاں جاکر سکونت
پذیر ہوئے۔ شہر والے حضرت کی طرف رجوع نہ لائے۔ کوئی طالب خدا خدمت میں حاضر نہ ہوا
چند ماہ اسی طرح گزر گئے تو ایک روز جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے حضرت جمعہ مسجد میں گئے اور
امام کے مصلّیٰ کے بہت نزدیک بیٹھ گئے۔ جب نمازی جمع ہوئے تو لوگوں نے حضرت کو کہا کہ
جہاں تم بیٹھے ہو یہ مقام قاضی کی جانماز ہے۔ یہاں سے اٹھ کر دوسری صف کی جگہ پر چلے
جاؤ۔ حضرت وہاں سے نہ اٹھے اور فرمایا کہ قاضی سے بڑھ کر رتبہ قطب کا ہے اور ہم اس سرزمین
کے قطب ہیں۔ یہ بات سن کر لوگ ہنسے اور ان کی بات ہنسی میں اڑا دی اور زبردستی وہاں سے
بازو پکڑ کر اٹھا دیا۔ حضرت سب سے پیچھے آ کھڑے ہوئے اور طبیعت پر جلال و غضب غالب
تھا۔ جب لوگ نماز پر کھڑے ہوتے اور حضرت کو کوئی جگہ نماز پر کھڑے ہونے کے لیے نہ ملی تو
حضرت نے مسجد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مسجد تمام لوگ سجدے کو جاتے ہیں۔ تُو بھی
سجدہ کر۔ یہ بات کہتے ہی مسجد مع چھت اور دیواروں کے ان پر گر پڑی اور سب لوگ نیچے آ کر
ہلاک ہو گئے۔ اس روز سے بتاثیر غضب و جلال حضرت کے اس شہر پر وبا نازل ہوئی اور تھوڑے

عرصے میں وہ شہر ویران ہو گیا اور حضرت[1] لفراغ باطن عبادت میں مشغول ہوئے اور تمام عمر اسی ویرانہ میں بسر کی۔ اس وقت حضرت کے پاس صرف شمس الدین ترک پانی پتی خدمت گزار و خادم رہتے تھے۔ جب ان کو بھی حضرت نے پانی پت کی طرف روانہ کر دیا تو بحالت تنہائی وہاں

---

[1] حضرت صابرؒ کا ذکر معاصر کتب میں نہیں ملتا۔ سیر الاولیاء میں یہ چند غیر واضح سطور ہیں :

محمد مبارک علوی مدعو بہ امیر خورد عرض پرداز ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ ایک درویش صاحب نعمت شیخ علی صابرؒ نام درویشی میں ثابت قدم اور مستجاب الدعوات قصبہ ڈیکری کا رہنے والا شیخ شیوخ العالم فریدالحق والدین کا مرید تھا ...... رخصت ہوتے وقت شیخ علی صابر نے وصیت کی درخواست کی۔ تو شیخ شیوخ العالم نے فرمایا کہ جاؤ زندگی خوشی سے بسر ہو گی۔ چنانچہ آپ کی دعا سے اس بزرگ کی زندگی بڑے عیش سے گزری۔ یہ شخص نہایت خوش باش اور ہنس مکھ تھا (سیر الاولیاء اردو ترجمہ ۱۶۵)

صاحب لطائف اشرفی (حدود ۸۳۰ھ) کے الفاظ بھی قابل توجہ ہیں۔

"حضرت قطب المشائخ شیخ علی صابر کہ از کمل خلفا حضرت کبیر (بابا فریدالدین صاحبؒ) اند وانذکی فتوری درمیان واقع شدہ بود باز رفع او با حسن وجہ حاصل گشتہ" (جلد اول صـ۳۶۷)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

"شیخ صابرؒ در سیر الاولیاء می نویسد کہ او درویشی بود۔ ثابت قدم و صاحب نعمت مرید شیخ فریدالدینؒ است و شیخ فریدالدین وقتی کہ باو اجازت بعیت می کرد۔ فرمود صابر زندگانی خوش خواہی گذرانید و ہمچناں بود تا زندہ بود بہ عیش خوش می گذرانید واو مردی خوش باش وکشادہ بود و غالباً ایں شیخ صابر غیر شیخ علی صابر است کہ داماد شیخ فریدالدین وخلیفہ او بود و قبر او در قصبۂ کلیر است وسلسلہ شیخ عبدالقدوس وغیرہ بوی منتہی می شود و ذکر او در سیر الاولیاء اصلا نکردہ وآنچہ کردہ ہمیں شیخ صابر را کردہ براں نہجی کہ در عنوان مذکور شد و ترک ذکر او خالی از غرابت نیست، و تواند کہ مراد از شیخ صابرؒ ہمیں شیخ علی صابر باشد واللہ اعلم" اخبار الاخیار صـ۶۶

اس سلسلہ میں بہت بعد میں جو کتابیں لکھی گئیں۔ ان کا ماخذ کشف والہام قرار پایا اور ــــــ "چوں نہ دیدند حقیقت رہ فسانہ زدند" والا معاملہ پیش آ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت صابرؒ ان اولیاء اللہ میں سے تھے جو اخفائے حال کو پسند کرتے ہیں اور ان کا یہ اخفائے حال بعد وصال بھی کچھ عرصہ تک رہا ــــــ ان کا روحانی فیض اور صابر سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ ان کی عظمت و بزرگی پر شاہد عادل ہیں۔

تشریف رکھی۔ آخر سال چھ سونوّے میں بحالت سماع وفات پائی اور شمس الدین خواجہ ترک خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے حضرت کو دفن کیا اور روضۂ مکلف بنوایا جو اب تک زیارتگاہِ خلق ہے۔ قطعۂ تاریخ

بمعشوق ازل موصول گردید　　چو آں عاشق علاء الدین صابرؒ
بسال ارتحال آں شہ دین　　بگو صادق علاء الدین صابرؒ

۴۵۔ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خواجہ علی احمد صابر کے خلیفہ تھے اور حضرت کے حکم سے شہر پانی پت میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ہزاروں آدمی ان کے ذریعے سے مراتب قرب الٰہی تک پہنچے۔ اصلی وطن ان کا ترکستان تھا۔ جد بزرگوار ان کے شیخ احمد لیسوی مشہور اولیاء میں سے تھے۔ شجرۂ نسب ان کا حضرت امام محمد حنیف فرزند ارجمند علی المرتضیٰ کے ساتھ ملتا ہے اور علوی قریشی کہلاتے تھے۔ حضرت کے خوارق و کرامت کے ذکر سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور اس مختصر میں گنجائش اس کی نہیں ہے۔ وفات حضرت کی ۷۱۵ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پانی پت میں ہے۔

۴۶۔ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی قدس سرہٗ

اکابر اولیائے چشت خاندان میں سے یہ بزرگ ہیں۔ شجرۂ نسب ان کا حضرت امام اعظم کوفی کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ شیخ بوعلی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابابکر غازی بن فارس بن عبدالرحمان بن عبدالرحیم بن محمد بن امام نعمان امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ اور شجرہ پیران عظام کا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے ساتھ اس طرح پر گرہ کھاتا[1] ہے کہ شیخ بوعلی قلندر مرید و خلیفہ شیخ عاشق خدا اور وہ مرید و خلیفہ امام الدین ابدال اور وہ مرید

---

[1] آپ کی نسبت طریقت صحیح معلوم نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں :

نسبت ارادت او بیکی ازیں مشائخ مشہور نیست۔ بعضی گویند کہ بخواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ارادت داشت و بعض گویند بہ شیخ نظام الدین اولیاء و ہیچ یکی ازیں دو نقل بہ صحت نہ رسیدہ است' (اخبار الاخیار ۱۲۰ - ۱۲۱)

وخلیفہ شیخ بدرالدین غزنوی اور وہ مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے۔ حضرت کا طریق مجذوبانہ قلندرانہ اور کلام[1] آپ کا توحیدانہ تھا۔ خوارق وکرامت ان کی ہزاروں کتابوں میں تحریر ہیں۔ وفات ان کی ۱۳ ماہ رمضان ۷۲۴ ہجری میں واقع ہوئی۔

۷۴۔ سلطان المشائخ نظام الدین بداونی دہلوی قدس سرّہٗ

یہ حضرت بڑے خلیفہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر پاک پٹنی کے تھے۔ اصلی نام حضرت کا محمد بن احمد دانیال بن علی بخاری تھا اور لقب سلطان المشائخ وسلطان الاولیا، سلطان السلاطین وخطاب محبوب الٰہی ونظام الملّۃ والدین تھا۔ ان کے دادا شیخ علی بخاری اور نانا ان کے شیخ خواجہ عرب دونوں اول بخارا[2] سے آئے اور چند سال لاہور میں سکونت رکھی۔ پھر بدایوں میں جا کر قیام کیا۔ شیخ احمد دانیال ان کے باپ بھی ہمراہ تھے۔ ۶۳۴[3]ھ میں بمقام بدایوں حضرت پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں حضرت کا باپ مرگیا اور بی بی زلیخا ان کی والدہ نے ان کو پرورش کیا۔ بارہ برس[4] کی عمر میں حضرت نے علوم فقہ وحدیث وتفسیر وصرف ونحو ومنطق ومعانی کی تعلیم سے فراغت پائی اور دستار فضیلت زیبِ سر فرمائی۔ لبعدازاں بوسیلۂ جمیلہ شیخ نجیب الدین متوکل بخدمت شیخ

---

[1] آپ کی تصانیف میں سے مکتوبات مشہور ہیں (ایضاً) دانش گاہ پنجاب میں جو رسالہ مکتوبات بوعلی شاہ قلندر ہے، وہ محض منسوب ہے۔ آپ کے دیوان فارسی کی شرح مفتاح الغیب کے نام سے چھپ چکی ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالحق شیخ: اخبار الاخیار ۱۲۰-۱۲۲ (۲) غوثی: اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ۱۰۰-۱۰۱

[2] امیر خورد نے صرف سید علی کا مع خاندان بخارا سے ہجرت کا ذکر کیا ہے (سیر الاولیا ۹۲-۹۴) نیز جمالی نے لکھا ہے کہ خواجہ نظام الدینؒ کے والد احمد بن دانیال نے غزنی سے ہجرت کی تھی۔ (سیر العارفین)

[3] امیر خورد نے آپ کا سال ولادت ۶۳۶ھ/۱۲۳۸ء درج کیا ہے (ص ۱۵۴) اس لیے مفتی صاحب کا مندرجہ سنہ ۶۳۴ھ درست نہیں ہے

[4] بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہونے کی روایت قیاسی ہے۔ سولہ سال کی عمر میں تو آپ نے حصول علم کے لیے بدایوں سے دہلی کا سفر کیا اور تین یا چار سال دہلی کے قیام کے دوران وہاں کے مقتدر اصحاب سے اکتساب علوم کیا (امیر خورد کرمانی ص ۱۰۱) خود فرماتے ہیں "من لبعد دوازدہ سالہ بودم کم وبیش لغت می خواندم" (فوائد الفواد ۲۵۲)

فریدالدین گنج شکر کے حاضر ہو کر مرید ہوئے اور چند سال میں بکمال محنت و ریاضت و عبادت تکمیل پائی اور بعد حصول خرقۂ خلافت دہلی کو رخصت ہوئے۔ دہلی آکر حضرت جب مشغول ہدایت ہوئے تو لاکھوں آدمی طالبان حق خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ فروغ حاصل ہوا کہ کسی کو اس وقت کے اولیاء کو نصیب نہ تھا۔ دولت ظاہری کا یہ حال تھا کہ ہزاروں روپیہ روزمرہ حضرت کے لنگر میں خرچ ہوتا اور ہزاروں روپیہ نقد خیرات کیا جاتا اور باطنی فیض کی یہ حالت تھی کہ جو طالب حق بصدق اعتقاد خدمت میں حاضر ہوتا۔ بتاثیر نظر کیمیا اثر ولی کامل ہو جاتا۔ حضرت کے خوارق و کرامت کے تذکرے سے ہزاروں کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ کسی کی طاقت ہے جو بیان کر سکے۔ مگر لاکھوں میں سے ایک یہاں بھی لکھی جاتی ہے۔ نقل ہے کہ ایک فاضل جاگیردار کے گھر آگ لگ گئی اور فرمان جاگیر جو اُن کو بادشاہ سے ملا ہوا تھا جل گیا۔ اس نے بڑی محنت و مشقت سے دوسرا فرمان حاصل کیا۔ مگر جب وہ فرمان لے کر دیوانِ شاہی سے نکلا، وہ بھی بغل سے گر پڑا اس بات سے بہت گھبرایا اور بحال غمگینی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر رونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان تمہارا مل جائے تو پیران چشت کے ارواح و آثار حلوا دو گے۔ اس نے عرض کی کہ میں فرمان کے ملنے سے پہلے ہی حلوا لا کر فاتحہ دلاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور بازار سے حلوا لے آیا۔ جب حضرت کے پاس آیا تو حلوائی نے جس کاغذ سے حلوا اس کو ڈھانک کر دیا تھا۔ وہ کاغذ اسی کا فرمان نکلا۔ حضرت نے حلوے کے اوپر سے وہ کاغذ اٹھا کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ لو تمہارا یہ فرمان ہے۔ جب اس نے غور سے دیکھا تو اسی کا فرمان وہ تھا۔ نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ تمام عمر مجرد رہے اور نکاح نہ کیا۔ باعث یہ ہوا کہ ایک روز خواجہ فریدؒ ان کے مرشد نے روزہ افطار کیا اور ان کو حکم دیا کہ ہمارے کھانے کیلئے کچھ لاؤ۔ سلطان المشائخ نے اپنی پگڑی گرو کی اور تھوڑا سا لوبیا خرید کر نمکین پکایا اور پیر کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت کھا کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے خدا سے مانگا ہے کہ تیرے مہمان خانے میں ہر روز تہتر من نمک خرچ ہوا کرے۔ یہ مہربانی کا کلام سن کر سلطان المشائخ تعظیم کو اٹھے۔ چونکہ پاجامہ آپ کا اس وقت پھٹا ہوا تھا۔ حضرت نے اپنا پاجامہ منگوا کر ارشاد کیا کہ پہن لے۔ سلطان المشائخ نے اپنے پاجامہ کے اوپر اس کو پہن لیا۔ جب ازار بند باندھنے لگے تو مارے جلدی کے ازار بند ہاتھ سے چھوٹ کر پاجامہ پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت نے فرمایا کہ ازار بند مضبوط کر کے باندھ لے۔ عرض

کی کہ کس قدر مضبوط باندھوں فرمایا۔ اس قدر کہ سوائے روز قیامت کے نہ کھلے۔ اگر کھلے تو حوران بہشت پر کھلے۔ عرض کی کہ بہتر ہے۔ اس روز سے سلطان المشائخ نے ارادہ نکاح کا فسخ کیا اور تمام عمر مجرد رہے۔ وفات حضرت کی اٹھارہویں ربیع الآخر بدھ کے روز سات سو پچیس ہجری میں واقع ہوئی اور روضۂ مبارک شہر دہلی میں زیارت گاہِ خلق ہے۔

قطعۂ تاریخ

گئے دنیا سے جب نظام الدینؒ — کھلے جنت کے ان کے واسطے ابواب
سال تاریخ کے لیے سرور — بولا ہاتف کہ اشرف[1] الاقطاب ۷۲۵ھ

۸۴۔ خواجہ امیر خسروؒ شاعر چشتی دہلوی قدس سرہٗ

خواجہ سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے یہ حضرت کمال معتقد اپنے پیر کے تھے اور پیر روشن ضمیر کے روبرو اس سے زیادہ کوئی محرمِ اسرار و واقفِ راز نہ تھا۔ نام اصلی ان کا ابوالحسن اور

---

[1] ملاحظہ ہو:

(۱) امیر حسن سجزی : فوائد الفواد مرتبہ محمد لطیف ملک لاہور ۱۹۶۶ء

(۲) کرمانی امیر خرد : سیر الاولیاء دہلی ۱۳۰۲ھ (۳) جمالی : سیر العارفین ۱۱۴-۱۵۹

(۴) برنی : تاریخ فیروز شاہی کلکتہ ۱۸۶۲ء (۵) عفیف : تاریخ فیروز شاہی کلکتہ ۱۸۹۰ء

(۶) حمید شاعر قلندر : خیر المجالس مرتبہ خلیق احمد نظامی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

(۷) عبدالحق شیخ : اخبار الاخیار

(۸) لعل بیگ لعلی : ثمرات القدس قلمی مملوکہ مولانا نصرت نوشاہی شرقپور

(۹) غوثی : اذکار الابرار۔ ترجمہ گلزار ابرار - ص ۵۲

(۱۰) محمد صادق : کلمات الصادقین قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات

(۱۱) خلیق احمد نظامی : سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات دہلی ۱۹۵۸ء

(۱۲) M. Salim: Shaykh Nizam-ud-Din Auliya and the sultans of Delhi. J. Pakistan Historical Society, Karachi Jan 196[illegible]

شعر میں تخلص خسروؒ تھا۔ ان کا باپ امیر سیف الدین ایک امیر صاحب جاہ و دولت و علم و حلم تھا اور ارادت بخدمت سلطان المشائخ رکھتا تھا۔ وہ ستّر سال کی عمر میں کفار کی جہاد میں شہید ہوا۔ نانا خواجہ خسروؒ کا امیر عمادی الملک بھی ایک شخص صاحب خیر و برکت و واقف رموز ظاہری و باطنی تھا۔ خواجہ خسروؒ باپ کے مرنے کے بعد نو سال کے رہ گئے اور امیر عمادی الملک کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ ایک بھائی خواجہ خسروؒ کا جس کا نام اعزالدین علی تھا۔ کمال مقبول و محبوب سلطان المشائخ کا تھا۔ صاحب سفینۃ الاولیار لکھتے ہیں کہ خواجہ خسرو کی دلی محبت منزل میں اس قدر آتش عشق مشتعل تھی کہ پیراہن ان کا ہر وقت قلب کی جگہ سے جلا رہتا تھا۔ جب نیا پیراہن پہنتے تو اسی وقت پیراہن قلب کے مقام سے جل جاتا۔ تصانیف ان کی ایک کم سو مشہور ہیں اور اشعار منظوم فارسی پانچ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں اور ہندی اشعار اس سے علاوہ بے شمار ہیں اور فی البدیہہ کہنے پر ان کی طبیعت ایسی قادر تھی کہ کتاب مطلع الانوار بجواب مخزن الاسرار نظامی انہوں نے دو ہفتہ میں تمام کی۔ وفات ان کی سنہ سات سو پچیس میں سلطان المشائخ کی وفات کے بعد چھ ماہ وقوع میں آئی اور مزار گوہر بار سلطان المشائخ کے روضہ کے پاس ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب سلطان المشائخ فوت ہوئے، یہ حاضر نہ تھے۔ بنگال کے ملک کی مہم پر بادشاہ کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ جب یہ خبر ان کو پہنچی۔ فوراً دہلی میں آئے اور لباس سیاہ پہن کر بے خور و خواب پیر روشن ضمیر کے مزار کے پاس باسینۂ بریاں و چشم گریاں بیٹھے رہے۔ جب چھ مہینے اسی حالت میں گزر گئے تو بدھ کے روز اٹھارھویں ماہ شوال کو وفات پائی۔

قطعۂ تاریخ :

جب کہ فخر شاعرانِ ملکِ ہند	شاہِ والا خسروؒ عالی مقام
کر گئے رحلت بسالِ خاتمہ	بولا سرور بلبل شیریں کلام

۴۹۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی المخاطب بچراغ دہلی قدس سرّہٗ

بڑے دوست اور خلیفۂ راستیں سلطان المشائخ نظام الدین کے تھے۔ شجرہ ان کا حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ملتا تھا۔ ان کے جدِ بزرگوار کا نام سیّد عبداللطیف اور باپ کا نام سیّد

یحییٰ تھا۔ بعد وفات سلطان المشائخ کے ولایت خطۂ دہلی کی ان کو ملی۔ صبر و رضا و تسلیم ان کا شعار تھا۔ ان کی خوارق و کرامت کے تذکروں سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ جن کی گنجائش اس مختصر میں نہیں ہے۔ ہزاروں طالبانِ حق ان کے ذریعہ سے براتب قرب الٰہی پہنچے۔ وفات آپ کی اٹھارہویں رمضان المبارک روز جمعہ سال هات سو ستاون ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار شہر دہلی میں ہے۔[۱]

۵۰۔ شیخ جلال الدین[۲] محمود پانی پتی گازرونی قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے مرید تھے اور خرقۂ خلافت ان سے پایا۔ اصلی نام ان کا محمد بن محمود اور شجرۂ نسب حضرت امیر المومنین عثمان کے ساتھ ملتا تھا۔ جذب و استغراق حضرت

۱؎ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی وفات کے بعد چشتیہ سلسلہ کے مرکزی نظام کو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے سنبھالا۔ حضرت چراغ دہلی کو اپنے سلسلہ کا کام انتہائی ناساعد حالات میں کرنا پڑا۔ اب دہلی علاؤ الدین خلجی کی دہلی نہ تھی، بلکہ اب یہ بدقسمت شہر ایک مطلق العنان بادشاہ کے بدلتے ہوئے افکار و تصورات کا بازیچہ بنا ہوا تھا۔ بادِ مخالف کے بہت سے تیز و تند جھونکے آئے اور سلطانِ وقت محمد بن تغلق نے انہیں طرح طرح سے پریشان بھی کیا۔ لیکن آپ نے سلسلۂ ارشاد و تلقین سے سرمو جنبش نہ کی (خلیق احمد نظامی : سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات .... ۳۶۲ - ۳۶۸)

ملاحظہ ہو :

(۱) حسن سجزی امیر، فوائد الفواد ۲۰۵ (۲) امیر خسرو ، سیر الاولیار ۲۳۷

(۳) حمید شاعر قلندر : خیر المجالس (ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی) مرتبہ خلیق احمد نظامی علی گڑھ

(۴) عبدالحق دہلوی ، اخبار الاخیار ۷۴ - ۸۰ (۵) برنی ضیار الدین : تاریخ فیروز شاہی ۵۵،

(۶) جمالی دہلوی ، سیر العارفین حصہ دوم ۳۹-۵۴ (۷) عبدالواحد بلگرامی ، سبع سنابل ۶۴ - ۶۵

(۸) نظام غریب یمنی : لطائف اشرفی ۳۶۱ - ۳۶۲ بہ بعد

(۹) غوثی مندوی ، اذکار ابرار ص ۱۱۵ (۱۰) محمد صادق ، کلمات الصادقین قلمی

۲؎ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیار شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے جانشین تھے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کے مزاج پر اس قدر غالب تھا کہ ہر وقت بے ہوش رہتے۔ نماز کے وقت خدام بآواز بلند حق حق حق آپ کے کان میں کہتے تو وہ ہوش میں آ کر نماز ادا کرتے۔ چالیس اولیائے کامل ان کے خلیفہ تھے۔ جن سے علیحدہ علیحدہ سلسلے جاری ہوئے اور کتاب زادالابرار ان کی عمدہ تصانیف میں سے ہے۔ ان کے مطبخ میں ایک ہزار آدمی سے کم کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب کم ہوتے۔ شہر سے آدمی بلائے جاتے اور جب کبھی سفر میں ہوتے تو ایک ہزار آدمی کا کھانا غیب سے نمودار ہوتا۔ وفات حضرت کی سنہ سات سو پینسٹھ ہجری میں واقع ہوئی۔

۵۱۔ شاہ کاکو چشتی لاہوری قدس سرہٗ

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے یہ حضرت بڑے بزرگ صاحب عبادت و

(بقیہ حاشیہ) انہیں بڑی مقبولیت ہوئی۔ معارج الولایت میں ہے:

"مردمان از ہر جانب سوئے او می آوردند و نذر و فتوح بے شمار آوردند (عبداللہ خویشگی: معارج الولایت قلمی ورق ۱۹۴ ب)"۔ آپ کے چالیس خلفاء تھے۔ جن میں شیخ احمد عبدالحق ردولوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت کبیرالاولیاء کی اولاد میں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی خلیفہ حضرت مرزا مظہر جید عالم اور مفسر تھے (غلام علی شاہ: مقامات مظہری ۵۔۶۔۷)

ملاحظہ ہو:

۱۔ الہدیہ چشتی: سیر الاقطاب ۱۹۷-۲۱۵ (۲) عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت قلمی ورق ۱۹۴ ب

۱؎ حضرت شیخ کاکو چشتی لاہوری، شیخ علاءالحق والدین بن اسعداللہ لاہوری کے مرید تھے۔ ازاں بعد آپ نے شیخ عبدالکریم لاہوری سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ نے موجودہ لنڈا بازار متصل ریلوے سٹیشن لاہور میں اپنا مدرسہ تعمیر کروایا تھا۔ آپ کے محلہ کا ذکر بایزید بیات نے کیا ہے (تذکرہ ہمایوں و اکبر ۴، ۳۷) آپ کے صاحبزادوں میں سے شیخ اسحاق بہت ہی معروف عالم و مدرس تھے۔ شیخ سعداللہ بنی اسرائیل اور شیخ منور لاہوری آپ کے نامور شاگرد تھے۔ شیخ اسحٰق ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء میں فوت ہوئے۔ باپ اور بیٹے کے سال وفات میں ۱۱۴ سال کا فرق ہے۔ یہ فرق مفتی صاحب نے پیدا کیا ہے۔ نیز مفتی صاحب خزینۃ الاصفیاء (۱/۴۰۰) میں لکھتے ہیں کہ صاحب تذکرہ چوہڑ قطب العالم شاہ کاکو نے ۸۸۰ھ میں انتقال کیا۔ اس سے تذکرہ قطبیہ مولفہ شیخ جمال الدین ابوبکر (باقی اگلے صفحہ پر)

ریاضت و زہد و تقویٰ و توکل تھے۔ شیخ پیر محمد چشتی لاہوری سے انہوں نے خرقہ خلافت پایا اور تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ دولت ظاہری و باطنی ان کے نصیب تھی۔ کرامتیں ان کی بہت مشہور ہیں۔ چنانچہ سکھوں کے وقت کا ذکر ہے کہ سکھان تھہید بونگیوں نے ان کے مزار کا سالانہ عرس جو قوم خوجہ ان کی مرید کرتے ہیں بند کر دیا اور مریدوں سے پوچھا کہ ان کا عرس تم کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ بزرگ ولی عابد و زاہد تھے۔ اس واسطے ان کا عرس ہوتا ہے۔ یہ سن کر ایک سکھ بولا کہ میں اس کا امتحان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اس بیر کے درخت پر جو حضرت کے قبر پر ہے چڑھ گیا اور قبر پر پیشاب کرنے لگا۔ اسی وقت پاؤں پھسل کر نیچے آ پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس روز سے پھر سکھ مانع عرس نہ ہوئے۔ وفات ان کی سال آٹھ سو اسی ہجری میں واقع ہوئی اور مزار لاہور میں دہلی دروازے کے باہر ہے۔

۵۲۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ

یہ بزرگ بڑے خلیفہ شیخ محمد[۱] بن شیخ عارف[۲] بن شیخ احمد عبدالحق[۳] ردولی کے تھے۔ شجرہ

(بقیہ حاشیہ) مراد رہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سارے تذکرے میں کہیں شاہ کاکوؒ کے سالِ وفات کا ذکر تک نہیں ہے۔ البتہ اتنا تحریر ہے کہ جب لودھیوں کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالجلیل لاہور تشریف لائے تو اس وقت شاہ کاکوؒ بہت مسن اور ضعیف ہو چکے تھے۔ گویا زندگی کی آخری منازل میں تھے۔ اسی سے نامی صاحب نے قیاس کیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالجلیل ۹۰۲ھ کے قریب لاہور آئے ہوں گے اور اسی سنہ میں شاہ کاکوؒ نے انتقال کیا ہوگا۔ گویا آپ کا حتمی سالِ وفات معلوم نہیں۔ ملاحظہ ہو :

(۱) جمال الدین ابوبکر : تذکرہ قطبیہ مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۲ء ص ۹-۱۱

(۲) عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ۔ لکھنؤ ۲۹۵ - ۲۹۶

(۳) بایزید بیات : تذکرہ ہمایوں و اکبر کلکتہ ۳۷۰

(۴) غلام سرور مفتی : خزینۃ الاصفیاء ۱/۴۰۰ (۵) نامی غلام دستگیر : تاریخ جلیلہ ۱۵۰ / ۱۵۱

(۶) شجاع الدین پروفیسر : خانقاہ شیخ گاگو چشتی۔ مقالہ مشمولہ مجلہ بہار دیال سنگھ کالج لاہور ۱۹۵۴ء

(۷) ظہور احمد اظہر : شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل۔ مقالہ مشمولہ المعارف لاہور جولائی ۱۹۷۰ء (باقی اگلے صفحہ پر)

پیرانِ عظام ان کا انہیں تین واسطوں سے شیخ جلال الدین پانی پتی کے ساتھ ملتا ہے کہ شیخ احمد عبدالحق ردولی نے خرقۂ خلافت شیخ جلال الدین پانی پتی سے پایا تھا۔ خاندانِ چشت اہل بہشت سلسلہ صابریہ میں سے یہ بزرگ صاحبِ کمال ظاہری و باطنی تھا۔ تصوف میں ایک کتاب انوار العیون[۱] نام ان کی تصانیف میں سے مقبول خاص و عام ہے۔ وفات ان کی سال نو سو پینتالیس ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار گنگوہ[۲] میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ۳ حضرت شیخ محمد کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) غوثی: گلزارِ ابرار ۵۸۲-۵۸۳ (۲) الھدیہ چشتی: سیر الاقطاب ۲۱۸

۴ شیخ عارف بڑی مؤثر شخصیت کے مالک تھے۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ شیخ عارفؒ سے مجھے محبت نہیں یا مجھ پر وہ شفقت نہیں فرماتے (انوار العیون) ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالقدوس گنگوہیؒ: انوار العیون مطبوعہ (۲) عبدالحق دہلوی: اخبار الاخیار

۵ شیخ احمد عبدالحق ردولوی ف ۸۳۶ء/۱۴۳۲ یا ۱۴۳۳ء ردولی میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہ آپ نے ہی قائم کی تھی۔ آپ کے نفس گرم سے سلسلہ صابریہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالقدوس گنگوہیؒ: انوار العیون (ملفوظات و حالات شیخ احمد عبدالحق) مطبوعہ دہلی

(۲) عبدالحق: اخبار الاخیار ۱۸۷-۱۹۰ (۳) محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار

۱ انوار العیون فی اسرار المکنون، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے اپنے مرشد شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ کے ملفوظات و احوال جمع کیے ہیں۔ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے (۱) مطبوعہ مطبع گلزار محمدی لکھنؤ ۱۲۹۵ھ (۲) علی گڑھ ۱۹۰۵ء (۳) لکھنؤ ۱۹۰۹ء (۴) خانقاہ ایڈیشن ۱۳۱۸ھ (۵) الدر المکنون ترجمہ انوار العیون۔ مطبع مجتبائی دہلی۔

۲ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سلسلہ صابریہ کے معروف ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کا عہد سیاسی اعتبار سے بڑا ہوش ربا تھا۔ سلطنتِ دہلی دم توڑ رہی تھی۔ آپ کو مجبوراً سیاست میں حصہ لینا پڑا۔ ایک طویل مکتوب آپ نے سکندر لودھی کو لکھا۔ پھر بابر کا تسلط ہو گیا تو آپ نے ایک مکتوب بابر کو بھی لکھا۔ جس میں ان بادشاہوں کو خاص نصیحتیں فرمائی ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم نے کتاب دین الٰہی اور اس کا پس منظر میں حضرت شیخ کے بارے میں جو موشگافیاں کی ہیں۔ وہ تصوف اور اصطلاحات تصوف سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہیں۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

۵۳۔ شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ

یہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ شجرہ نسب ان کا فاروق اعظم عمر ابن الخطاب کے ساتھ ملتا ہے۔ ان کا باپ محمود بھی عالم فاضل مرد صاحب عظمت تھا۔ شیخ جلال الدین ان کے گھر میں ولی مادر زاد ہوئے۔ سات برس کی عمر میں انھوں نے قرآن حفظ کیا اور سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم صرف و نحو و منطق و معانی و حدیث و تفسیر سے فراغت پائی۔ بعد ازاں بجذب جاذب حقیقی بخدمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حاضر ہو کر تکمیل کو پہنچے۔ تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ آخر سال نوسو نواسی ہجری میں وفات[1] پائی۔

(بقیہ حاشیہ) آپ کی تصانیف میں سے (۱) انوار العیون مذکورہ (۲) مکتوبات مطبوعہ دہلی ۱۲۸۷ھ (۳) شرح عوارف المعارف (۴) حاشیہ فصوص الحکم (۵) رسالہ قدسیہ (۶) غرائب الفوائد (۷) رشدنامہ (۸) مظہر العجائب (۹) لطائف قدوسی (ملفوظات شیخ عبدالقدوس) (۱۰) بحر الانشعاب (۱۱) شرح مصباح (۱۲) حاشیہ شرح صحائف (۱۳) فوائد القرآت، رسالہ قرۃ العیون وغیرہ ہیں۔

ملاحظہ ہو:

(۱) رکن الدین : لطائف قدوسی مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ (۲) عبدالحق شیخ : اخبار الاخیار

(۳) محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات ص۹۹، ۱۰۱

(۴) جلال الدین تھانیسری : ارشاد الطالبین ؛ مرتبہ : مولانا نور احمد امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۳۱۷ھ

(۵) اعجاز الحق قدوسی ؛ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات کراچی ۱۹۶۱ء

[1] حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری بڑے ذی علم بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے تحقیق اراضی ہندی مطبوعہ کراچی اور ارشاد الطالبین (مطبوعہ امرتسر) معروف اور متداول ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی آپ سے دو مرتبہ ملا اور بڑا متاثر ہوا اور اپنے تاثرات منتخب التواریخ میں لکھے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ ۲۷۸ - ۲۷۹

(۲) غلام عبدالقدوس ؛ حدائق داؤدی قلمی۔ ذخیرہ شیرانی نمبر ۱/ ۶۷۶/ ۲۹۲۸

۵۴۔ شیخ جان اللہ چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ نظام الدین[1] بلخی کے خلیفہ تھے جو بڑے جانشین شیخ جلال الدین تھانیسری کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں ان کو استعداد کامل تھی۔ پہلے انہوں نے ظاہری علم حاصل کیا۔ اور تعلیم و تدریس کے کام میں مشغول ہوئے۔ چند سال اس کام میں مصروف رہے۔ پھر شیخ نظام الدین بلخی کی خدمت میں جاکر تکمیل باطنی پائی اور لاہور میں بعد حصول خرقۂ خلافت مامور ہوئے۔ تمام عمر ہدایت و ارشاد کے کام میں صرف کی آخر سال ایک ہزار انتیس میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۵۵۔ شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری قدس سرہٗ

اس بزرگ کا باپ عماد[2] الملک عبداللہ انصاری سرکار شاہی میں ایک امیر کبیر تھا۔ انہوں نے دولت ظاہری کو ترک کیا اور خدا کے طالب ہو کر شیخ نظام الدین بلخی کے مرید ہوئے اور تکمیل پائی۔

---

[1] حضرت نظام الدین بلخی بن عبدالشکور فاروقی تھانیسری م ف ۱۰۳۶ھ معروف عالم و شیخ تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے حقیقت حقہ (در توحید)، رسالۂ وحدت (شرح بیت : دل قدم کہ عشق وارد ابر لیست کہ جملہ کفر بابد)، اور رسالہ احسانیہ (مسائل وحدت الوجود) ذخیرۂ جواہر میوزیم (اب وہ حال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہیں (ابرار حسین فاروقی، تذکرۂ جواہر زواہر ۴۳ - ۴۷) دو شرح لمعات کی و مدنی (تجلیات الجمال شرح لمعات خطی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہور) رسالۂ حقیقت، ریاض القدس، تفسیر قرآن دو جزو آخر، شرح سوانح احمد غزالی اور رسالہ بلخی ہیں۔ (خزینۃ ۱ / ۴۳۶) ملاحظہ ہو :

(۱) غوثی : گلزار ابرار ۵۰۰

حضرت شیخ جان اللہ کے علاوہ سید الہ بخش بھکری، شیخ الہ بخش لاہوری، شیخ دوست محمد لاہوری بھی لاہور ہی میں آپ کے پیر بھائی تھے۔ شیخ جان اللہ باغ مہاراں سنگھ لاہور میں مدفون ہیں۔

شیخ جان اللہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) غلام سرور : خزینۃ الاصفیاء (۲) نالی : بزرگان لاہور ۱۶۷ - ۱۶۹

[2] مخدوم الملک ہونا چاہیئے۔

اور جب اکبر بادشاہ[1] نے نظام الدین ان کے پیر پر ناراض ہوکر ان کو ہند سے نکال دیا اور وہ حرمین الشریفین کو چلے گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہاں سے واپس آکر انہوں نے لاہور میں قیام کیا اور تمام عمر ہدایتِ خلق میں بسر کی۔ ان کی تصانیف اور تو الیف میں سے کتاب شرح فصوص الحکم فارسی و رسالہ اسرارِ عجیبہ[2] پیرانِ چشت کے ذکر و شغل کے بیان میں مقبول خاص و عام ہے۔ ان کی کرامتیں اکثر کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچہ ایک روز جو حج کا دن تھا ایک مرید خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آج حج کا دن ہے۔ صاحبِ قسمت لوگ آج مکہ معظمہ میں ہوں گے۔ فرمایا کہ آؤ ہم اور تم مکہ کو چلیں۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس مرید کو ساتھ لے لیا۔ جب آدھ کوس تک گئے تو مرید کو کہا کہ آنکھیں بند کرو اور ہماری دوش پر ہاتھ رکھ کر چلے آؤ۔ تھوڑی دیر گزری تو فرمایا کہ آنکھیں کھول دو۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ عرفات میں موجود ہے۔ بہت خوشی سے حج ادا کیا اور دوسرے روز بھی وہاں قیام کیا۔ پھر جس طرح گئے تھے لاہور پہنچ گئے۔ وفات ان کی ستائیسویں ماہ رجب سنہ ایک ہزار پینتالیس ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں متصل باغ زیب النساء بیگم المشہور موضع کوٹ نہال

۵۶۔ شیخ ابوسعید چشتی صابری گنگوہی قدس سرہٗ

یہ بزرگ فرزندِ دلبند شیخ نور الدین[3] بن عبد القدوس گنگوہی تھے۔ تربیت و تکمیل و خرقہ خلافت

---

[1] یہاں مفتی صاحب سے تسامح ہوا ہے۔ انہوں نے خود خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے باغی لڑکے شہزادہ خسرو کی دلجوئی اور اس کے لیے دعا کی تو جہانگیر آپ سے بدظن ہو گیا انہیں ملک بدر کر دیا (خزینہ ۱/ ۴۶۳ / ۴۶۴)

[2] ان کتابوں کے وجود کے بارے میں ہمیں ہنوز کوئی اطلاع نہیں ہے۔ شیخ عبد الکریم لاہوری کا ایک خطی رسالہ مسکہ حدیث غوثِ اعظم مولانا عبد الرشید صاحب رشیدیہ کتب خانہ لاہور کے ہاں نظر سے گزرا ان کی ایک تصنیف مصابیح العارفین (فارسی نثر) کا خطی نسخہ نمبر ۲۴م / ۱۷ / م ج کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) عبد الحی : نزہۃ الخواطر ۵/ ۲۴۲ (۲) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند ۲۲۰

(۳) غلام سرور مفتی : خزینۃ الاصفیاء ۱/ ۴۰۷ - ۴۱۰ (۴) ظہور الدین احمد: پاکستان میں فارسی ادب ۲/ ۱۴۴-۲۰۵

[3] شیخ نور الدینؒ، شیخ عبد القدوس گنگوہی کے صاحبزادے نہیں تھے، بلکہ پوتے تھے۔ یعنی شیخ نور الدین بن شیخ علی بن شیخ عبد القدوسؒ (غلام عبد القدوس، حدائق داؤدی قلمی ذخیرہ شیرانی روضہ دوم)

شیخ نظام الدین بلخی سے حاصل کیا اور اولیائے کاملین میں سے ہوئے۔ سواطع الانوار[1] میں لکھا ہے کہ ایک شخص منکرِ حال درویشاں ان کے روبرو آیا اور عرض کی کہ میں طالبِ خدا ہوں، مگر طاقت محنت وعبادت وریاضت کی مجھ میں نہیں ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ کی نظر فیض اثر سے مقصود دل حاصل کروں حضرت کے ہاتھ میں اس وقت عصا تھا فرمایا کہ ہاں ہم اس عصا کی تین ضرب سے طالب کو خدا تک پہنچا دیتے ہیں، یہ کہہ کر ایک ضرب عصا کی اس کے سر پر لگائی۔ عالم ملکوت اس پر کھل گیا۔ دوسری ضرب میں عالمِ جبروت، تیسری ضرب سے عالم مشہود اس پر منکشف ہوگیا۔ تین دن تک بیہوش رہا، جب ہوش میں آیا، صدقِ دل سے مرید ہوا۔ وفات حضرت کی سنہ ایک ہزار انچاس[2] میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار گنگوہ میں ہے۔

۵۷۔ شیخ محمد صادق بن فتح اللہ گنگوہی حنفی چشتی صابری قدس سرہٗ

شیخ ابوسعید کے خلفاء میں سے یہ بزرگ صاحبِ مقامات بلند ومدارج ارجمند اور ذوق وشوق ووجد وسماع ومحبت میں یگانہ زمانہ تھا۔ صاحب سواطع الانوار لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ حالت سیر میں حضرت جگناتھ میں پہنچے۔ سر بازار ایک بت سنگین نہایت خوبصورت دیکھا حضرت

---

[1] سواطع الانوار کا نام اقتباس الانوار بھی ہے۔ یہ شیخ محمد اکرم براسوی ف ۱۱۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۹ء میں مکمل ہوئی۔ چشتیہ صابریہ سلسلہ کا اہم تذکرہ ہے۔ شیخ محمد صادق، شیخ داؤد، شیخ سوندھا سفیدونی، شیخ الہ بخش اور شیخ محمد علی کے حالات کے لیے اسے معاصر دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تذکرہ مطبع اسلامیہ لاہور ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا تھا (محمد اقبال مجددی: حدائق داؤدی۔ برہان دہلی مئی ۱۹۷۰ء)

[2] شیخ ابوسعیدؒ کا سالِ وفات حدائق داؤدی میں ۱۰۳۹ھ درج ہے (قلمی ذخیرہ شیرانی روضۂ دوم)،

ملاحظہ ہو:

(۱) غلام عبدالقدوس: حدائق داؤدی ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء (قلمی ذخیرہ شیرانی روضۂ دوم

(محمد اقبال مجددی: حدائق داؤدی تاریخ سلسلہ صابریہ کا ایک اہم ماخذ۔ برہان دہلی مئی ۱۹۷۰ء

(۲) محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار

(۳) گھاسی شیخ: انیس العاشقین قلمی ذخیرہ شیرانی

محواس کے تماشے میں ہوئے۔ خدا کے حکم سے بت بولا اور کہا أنا المعبود لا تعبد سوائی شیخ اگرچہ اس وقت مغلوب الحال تھے مگر برعایت شرع مقدس کعبہ کو سجدہ کیا بت بولا اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ شیخ نے جواب دیا کہ سچ ہے مگر رعایت شرع رسول فرض ہے۔ وفات حضرت کی اٹھارہویں محرم ۱۰۵۸ھ ایک ہزار اٹھاون[1] ہجری میں واقع ہوئی۔

۵۸۔ شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ

شیخ جان اللہ لاہوری کے یہ بزرگ خلیفہ علومِ ظاہری و باطنی میں طاق یگانۂ آفاق تھے۔ وجد و سماع کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ لوگوں کو ان کے مرجانے کا شبہ ہوتا اور حالتِ وجد میں جس پر نظر فیض اثر ڈالتے بیہوش ہو جاتا۔ لنگر ان کا غربا و مساکین پر عام تھا۔ ہزاروں لوگ دو وقت کھانا ان کے باورچی خانے سے کھاتے تھے۔ بہت طالبانِ خدا ان کے ذریعۂ جمیلہ سے قربِ خدا تک پہنچے۔ آخر سال ایک ہزار اور ساٹھ ہجری میں فوت ہو گئے اور مزار گوہر بار لاہور میں ہے۔

---

[1] شیخ محمد صادق گنگوہی کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ خود مفتی صاحب نے خزینۃ الاصفیا رطبع اوّل لاہور میں ۱۰۳۶ھ نظم کیا ہے اور یکایک دوسرے ایڈیشن میں بحوالہ سواطع الانوار (اقتباس الانوار) ۱۰۵۸ھ لکھ دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقتباس الانوار میں شیخ محمد صادق کے سالِ وفات کے بارے میں مصنف نے صاف لکھا ہے کہ سنہ وفاتش تا حال معلوم ایں احقر نہ شد کہ نوشتہ آید (ص ۳۰۳) ہمارے پیشِ نظر اس وقت ایک خاندانی دستاویز یعنی حدائق داؤدی ہے۔ جس میں مع اسناد، شیخ محمد صادق کا سالِ وفات ۱۹ر محرم ۱۰۵۱ھ تحریر ہے۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ شیخ محمد صادق کا سالِ وفات ۱۰۵۱ھ صحیح ہے۔

ملاحظہ ہو :

(۱) غلام عبدالقدوس : حدائق داؤدی قلمی ذخیرہ شیرانی روضۂ سوم
(۲) محمد اکرم براسوی : اقتباس الانوار لاہور ۱۸۹۵ء ص ۳۰۳
(۳) امام بخش : حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاولیاء، مطبوعہ ص ۱۲۳
(۴) آفتاب بیگ : تحفۃ الابرار ص ۱۷۹ (جزو مشائخ چشتیہ)
(۵) محمد اقبال مجددی : شیخ محمد صادق کا سالِ وفات مقالہ حدائق داؤدی مشمولہ جہان مئی ۱۹۷۰ء

۵۹۔ شیخ محمد عارف چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ عبدالخالق چشتی لاہوری کے جانشین تھے تجرید وتفرید میں شان بلند رکھتا تھا۔ جو کچھ زبانِ مبارک سے فرماتے ظہور میں آجاتا۔ ایک روز حضرت کے گھر سماع ہو رہا تھا اور حضرت وجد میں تھے۔ قوال یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎

آں مسیحائے کہ جان در دست اوست ۔ می دہد جان گر بمیرم چند بار

اچانک ایک شخص اپنے بیمار لڑکے کو جو قریب المرگ تھا۔ کاندھے پر اٹھائے ہوئے خدمت میں آیا اور التجا کی کہ حضرت اس کے واسطے دعائے حصول شفا کریں۔ حضرت اسی وجد کی حالت میں اٹھے اور بیمار کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ وفات حضرت کی ساتویں ذی الحجہ سال ایک ہزار اکہتر میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

۶۰۔ شیخ محمد صدّیق چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ عظمائے مشائخ چشت سے صاحب مقامات بلند مدارج ارجمند تھا۔ علوم شریعت وطریقت میں اپنے زمانے میں فرید الدہر وحید العصر تھا۔ تمام روز تدریس طالبان علم میں مصروف رہتا اور رات بھر تلقین عارفان حق میں گذرتا تھا۔ پنجاب کے ہزاروں لوگ اس کے ذریعہ سے فیض یاب دنیا وآخرت ہوئے۔ بعد بارہ برس کی عمر کے یہ اپنے دلی شوق سے علم کے شغل میں مشغول ہوا۔ بیس برس کی عمر میں جاذب حقیقی نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور شیخ محمد عارف کی خدمت میں جا کر تکمیل پائی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ وفات ان کی ایک ہزار چوراسی ہجری[1] میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں ہے۔

---

[1] شیخ محمد صدیق لاہوری کا سال وفات سید محمد لطیف نے ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء لکھا ہے۔ جو مفتی صاحب سے بہت متضاد ہے۔ دونوں مصنف بہت بعد کے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی معاصر شہادت نہیں ہے۔ اس لیے ترجیح دینے سے قاصر ہیں۔ سید محمد لطیف نے آپ کے مزار کے بارے میں لکھا ہے کہ میدان زین خان میں جو سڑک کے جنوب میں سرائے رتن چند سے ریلوے اسٹیشن کو جاتی ہے واقع ہے (ص ۹۵)

۶۱ - شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق گنگوہی قدس سرّہٗ

مرید و خلیفہ پدر عالی قدر اپنے کا تھا۔ ہمت عالی و حالت قوی رکھتا۔ صاحب سواطع الانوار کا قول ہے کہ ایک مرید حضرت کا چلہ میں بیٹھا۔ اس حجرے میں درخت بیر کا تھا۔ درویش بھوک کی حالت میں بیر کے درخت کی پتی کھالیا کرتا۔ جب چلہ سے نکلا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے چالیس روز تک کچھ نہیں کھایا۔ حضرت نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ بیر کے درخت کی پتی چلہ کے وقت تیری غذا تھی۔ اس نے انکار کیا۔ اس بات سے حضرت غضب میں آئے اور درخت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سچ بول تیری پتی یہ کھاتا رہا ہے یا نہیں۔ درخت زبان فصیح سے بولا کہ ہاں یہ درویش چالیس روز تک میری پتی کھاتا رہا ہے۔ درویش یہ بات سُن کر اپنے دعوے سے تائب ہوا وفات حضرت کی پانچویں رمضان ایک ہزار پچانوے[1] ہجری میں واقع ہوئی۔ اگرچہ خلیفہ حضرت کے بہت تھے۔ مگر شیخ سوندھا و شیخ بلاقی و سید غریب اللہ و شاہ ابوالمعالی چار خلیفہ بڑے تھے۔ جن سے علیحدہ علیحدہ سلسلے جاری ہوئے[2]۔

---

[1] شیخ داؤد گنگوہیؒ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ مفتی صاحب نے خزینۃ الاصفیاء (۱/۴۰۵) میں ۱۰۹۵ھ سواطع الانوار کے حوالہ سے لکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سواطع الانوار (اقتباس الانوار) شیخ داؤد کے سالِ وفات سے یکسر خالی ہے (ص ۳۱۶) حدائق داؤدی میں سالِ وفات یک شنبہ رمضان ۳ ۱۰۷۲ھ درج ہے اور یہی سال محمد اسلم پسروری نے بھی لکھا ہے (فرحۃ الناظرین ص ۵۹) جو ہمارے نزدیک معتبر ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، شیخ داؤد گنگوہی کا سالِ وفات مقالہ حدائق داؤدی۔ برہان دھلی مئی ۱۹۷۰)

[2] ملاحظہ ہو:

(۱) غلام عبدالقدوس، حدائق داؤدی (احوال و مقامات شیخ داؤد گنگوہی) قلمی ذخیرہ شیرانی۔ مقالہ محمد اقبال مجددی "حدائق داؤدی" مشمولہ برہان مئی ۱۹۷۰ء

(۲) محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری کراچی ۱۹۷۲ء ۵۸ - ۶۰

(۳) محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار ۳۱۶

(۴) مشتاق احمد انبیٹھوی: انوار العاشقین ص ۱۰۱

۶۲۔ شاہ ابوالمعالی چشتی صابری قدس سرہٗ

سادات عظام و مشائخ کرام سے صاحب عشق و محبت شوق و ذوق و وجد و سماع تھے۔ خرقہ خلافت شیخ داؤد سے پایا۔ شیخ محمد صادق گنگوہی سے بھی فیض حاصل کیا۔ باپ ان کے سید محمد اشرف[1] قصبہ امیٹھہ ضلع سہارنپور میں رہتے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد شاہ ابوالمعالی خرد سال رہ گئے۔ والدہ نے ان کو شیخ محمد صادق کے سپرد کیا۔ انہوں نے علوم ظاہری و باطنی سے ان کو مستفید کیا اور مرتے وقت ان کو شیخ داؤد کے سپرد کیا۔ باقی ماندہ تکمیل ان کی شیخ داؤد نے کی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ صاحب ثمرۃ الفواد[2] لکھتا ہے کہ ایک روز مجلس مشائخ تھانیسر میں جمع تھے۔ عند التذکرہ حضرت شاہ نے فرمایا کہ مرگ و حیات کلمہ نفی اثبات لا الٰہ الا اللّٰہ میں ہے۔ جنہوں نے یہ کلمہ دل سے پڑھا ہے اگر وہ لفظ لا الٰہ زندہ کے کان میں کہہ دیں تو مر جائے و اگر الا اللّٰہ کہہ دیں تو جی اٹھے۔ حاضرین مجلس نے التماس امتحان کی کی۔ حضرت مجلس سے اٹھے اور ایک گاؤ میش کے کان میں جو اسی گھر کے صحن میں بندھی ہوئی تھی لا الٰہ کا لفظ کہا۔ وہ فی الفور گر پڑی اور مرگئی پھر دوسرے کان میں الا اللّٰہ کا لفظ کہا۔ فی الفور گاؤمیش جی اٹھی اور چارہ چرنے لگی۔ وفات شاہ ابوالمعالی کی ایک ہزار ایک سو سولہ ۱۱۱۶ ہجری[3] میں واقع ہوئی۔

---

[1] شیخ محمد اشرف کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

[2] ثمرات الفواد شیخ لطف اللہ انبالوی کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے مرشد میراں بھیک چشتی امیٹھوی کے حالات و مناقب لکھے ہیں۔ ضمناً اس میں حضرت شاہ ابوالمعالی امیٹھوی کی کرامات کا ذکر بھی ہے۔ یہ کتاب آرمی پریس دہلی سے مع اردو ترجمہ چھپ چکی ہے۔ ذخیرۂ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اس کے دو خطی نسخے نمبر ۲۲۲۹ دوسرا نسخہ ۱۱۷۳ موجود ہیں۔

[3] مشتاق احمد امیٹھوی نے شاہ ابوالمعالی کا سال وفات ۱۱۱۲ھ لکھا ہے (انوار العاشقین ۲۰۹) ملاحظہ ہو:

شاہ ابوالمعالی کی وفات کے بعد ان کے دو صاحبزادے شاہ محمد فخر الدین اور مسعود احمد سجادہ نشین ہوئے (انوار العاشقین)

(۱) لطف اللہ انبالوی: ثمرات الفواد۔ آرمی پریس دہلی (۲) محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار لاہور۔

(۳) غلام عبدالقدوس، حلائق داؤدی خطی ذخیرہ شیرانی (۴) مشتاق احمد امیٹھوی: عقد اللآلی یعنی مناقب ابوالمعالی

(۵) ایضاً: انوار العاشقین ۲۰۸-۲۱۰

۶۳۔ شیخ عبدالرشید جالندھری چشتی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خاندان سادات عظام شہر جالندھر سے ہے۔ ان کے باپ کا نام سید اشرف تھا۔ خرد سالی کی عمر میں ان کو شوقِ حق دامن گیر ہوا اور بعد تحصیل علوم متداولہ گھر سے نکل کر شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی۔ شاہ ابوالمعالی نے ان کو تربیت و تکمیل کے واسطے میراں سید بھیکھ کے حوالے کیا۔ ان کی خدمت میں چند سال انہوں نے بسر کیے اور خرقۂ خلافت پایا۔ وفات ان کی غرہ ماہ ربیع الاول روز جمعہ سنہ ایک ہزار ایک سو اکیس میں واقع ہوئی۔ غلام محی الدین ان کے فرزند بھی ایک مقبول شخص تھے۔ بیعت ان کی بھی میراں سید بھیکھ کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔[۱]

۶۴۔ شیخ سوندھا ولد شیخ مومن صدیقی چشتی صابری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ داؤد چشتی گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ شجرہ نسب ان کا حضرت ابوبکر صدیق خلیفۂ اول کے ساتھ ملتا تھا۔ باپ ان کا شیخ مومن بادشاہی جاگیردار امیر کبیر تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ خرد سال رہ گئے۔ بالغ ہونے کے بعد انہوں نے سامان حشمت و جاہ ترک کیا اور شیخ داؤد کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور ایسے مراتب عالیہ کو پہنچے کہ اولیائے متقدمین سے گوے سبقت لے گئے۔ صاحب سواطع الانوار کا قول ہے کہ ایک روز ایک گاؤں میں حضرت بتقریب ایک عرس کے تشریف لے گئے۔ جب ہنگامہ سماع گرم ہوا تو اتفاقاً اسی وقت گاؤں کے مالک کا بیٹا نوجوان مر گیا۔ وہ مردہ کی چارپائی اٹھا کر عین مجلس میں لے آیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی:

مردان خدا خدا نباشند   لیکن ز خدا جدا نباشند

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) لطف اللہ انبالوی، ثمرات الفواد مطبوعہ دہلی

(۲) علیم اللہ جالندھری سید: نزہۃ السالکین اردو ترجمہ باسم تحفۃ الصالحین لاہور

(۳) غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیا ۱/۴۶۴   (۴) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۱۴۹

(۵) امام بخش: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار - ۱۲۵

میرے گھر میں بھی ایک لڑکا تھا جو آج لقمۂ نہنگ اجل ہوگیا ہے۔ تم لوگ مقبولان الٰہی ہو اگر تمہاری توجہ سے یہ لڑکا میرا زندہ ہو جائے تو عجب نہیں۔ یہ تقریر سن کر شیخ اٹھ کھڑے ہوئے اور لڑکے کے منہ سے چادر اٹھا کر فرمایا کہ اے لڑکے اس قادر قیوم کے حکم سے جو ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ زندہ ہو جا۔ لڑکا فی الفور زندہ ہوگیا اور درج سواطع الانوار ہے کہ جب روز وفات شیخ سوندھا کا آیا۔ قوالوں کو بلا کر حکم دیا کہ یہ شعر خواجہ حافظ شیرازی کا گائیں ؎

صحبتِ غیر نخواہم کہ بود عین قصور   باخیال تو چرا بادِ گراں پردازم

جب قوالوں نے یہ شعر گانا شروع کیا۔ حضرت وجد میں آئے اور اسی حالت ذوق وشوق میں دنیائے فانی سے رہگرای عالم جاودانی ہوگئے۔ وفات حضرت کی چوبیسویں ماہ جمادی الاول سنہ ایک ہزار ایک سو انتیس ۱۱۲۹ھ[1] میں ہوئی۔

۶۵۔ سید محمد سعید المخاطب بمیراں شاہ بھیکھ چشتی صابری قدس سرہٗ

بڑے خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری کے تھے۔ ذوق وشوق و وجد و سماع و استغراق و عشق و محبت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مشائخ متاخرین میں سے کسی بزرگ کو ایسے کشائش ظاہری و باطنی نصیب نہیں ہوئی۔ جیسے کہ ان کو ہوئی۔ ان کے مرید اکثر اقطاب و ابدال کے مراتب تک پہنچے۔ اشعارِ ہندی و دوہڑے حضرت کے بمضامین توحید بہت مشہور ہیں۔ جو صوفیوں کی محفل میں گائے جاتے ہیں[2]۔ شجرۂ نسب ان کا حضرت امام حسینؓ کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ سید محمد سعید میراں بھیکھ بن محمد یوسف سوانیہ بن سید قطب شاہ بن سید عبدالواحد بن

---

[1] شیخ سوندھا سفیدونی کا سال وفات صاحب اقتباس الانوار نے نہیں لکھا۔ اس لیے مولانا مشتاق احمد نے انوار العاشقین میں بحوالہ اقتباس الانوار، شیخ سوندھا کا جو سال وفات ۱۱۱۹ھ لکھا ہے غلط ہے (انوار العاشقین ص۱۰۵) ملاحظہ ہو،

(۱) محمد اکرم براسوی ، اقتباس الانوار   (۲) غلام عبدالقدوس ، حدائق داودی قلمی ذخیرۂ شیرانی

(۳) امام بخش ، حدیقۃ الاسرار ۱۲۵   (۴) مشتاق احمد ، انوار العاشقین ۱۰۴-۱۰۵

[2] سید میراں بھیکھؒ کے دوہڑے لطف اللہ انبالوی نے ثمرات الفواد میں نقل کیے ہیں (ص۱۰۱)

سید احمد بن سید امیر شہید بن سید محمد نظام الدین بن سید عزیز الدین بن شاہ تاج الدین بن عز الدین[1] نوبہار بن سید عثمان بن سید شاہ سلیمان کفار شکن بن سید شاہ زید سالار لشکر بن امیر احمد زاہد بن سید امیر حمزہ بن سید ابابکر علی بن سید عمر علی بن سید محمد تختہ[2] بن سید علی شاہ رہبر کاکی بن سید حسین ثانی الملقب بہ حمیص بن سید محمد مدنی بن سید حسن شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ حمیص بن سید علی حسن بن سید حسین علی اصغر بن سید زین العابدین بن سید الثقلین امام حسینؓ اور والدہ حضرت کی بھی سیدہ پاکدامنہ[3] تھی۔ حضرت کے بزرگوں میں سے زید سالار لشکر شہر ترمذ سے بہت سا لشکر لے کر ہند کو بارادۂ جہاد آئے اور شہر سوانہ[4] میں قیام کیا۔ وہاں کے راجہ نے جس کا نام سیانہ تھا بکمال حسد حضرت کو نماز میں شہید کر دیا۔ حضرت سالار کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادوں نے راجہ کے ساتھ جنگ کیا اور فتح یاب ہو کر وہ شہر لے لیا اور سکونت وہاں ہی اختیار کی۔ سلطان شمس الدین شاہ دہلی نے ان کی شرافت کا شہرہ سن کر اپنی لڑکی سید شہاب الدین زید سالار[5] کے بیٹے کو دی اور دولت ظاہری و باطنی ان کے نصیب ہوئی۔ حضرت میراں بھیکھ نو برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تو فرید الدین نام ایک فاضل سے انہوں نے ظاہری علوم حاصل کیا[6] اور شاہ ابو المعالی سے خرقۂ خلافت پا کر مقتدائے ظاہری و باطنی ہوئے۔ ثمرات الفواد میں لکھا ہے کہ ایک مرید حضرت کا موضع نوذہن میں رہتا تھا۔ اتفاقاً اس کا دہ سالہ لڑکا مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد جب دو گھڑی گذری تو حضرت بھی اسی جگہ جا پہنچے۔ اس کو خبر ہوئی۔ حضرت کو اپنے گھر لے آیا۔ اپنے لڑکے کی نعش کو کوٹھڑی میں بند

---

[1] عز الدین غلط ہے۔ صحیح رمز الدین ہونا چاہیے (ثمرات الفولو ص۲۳)

[2] سید محمد سید احمد یحییٰ امثال رسعل (ایضاً ص۲۳)

[3] شاہ میراں بھیکھ کی والدہ کا نام بی بی ملکوہ ہمشیرہ سید علی اکبر بن سید صادق بن سعید احمد بن محسن بن علی اکبر بن حسین سید خان کلتمی بن شاہ نظام الدین ساکن ساڈھورہ بن شاہ عزیز الدین سیوانیہ بن تاج الدین بن عزیز الدین نوبہار بن شاہ عثمان بن شاہ سلیمان بن شاہ زید شہید (ایضاً ص۲۳)

[4] سید شاہ سلیمان کفار شکن نے فتح کے بعد سیانہ کا نام سیولنہ رکھا تھا (ایضاً ص۲۲)

[5] اس کا کوئی معاصر تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ ثمرات الفواد میں مفصل واقعہ لکھا ہے (ملاحظہ ہو ص۲۲)

[6] ثمرات الفواد ص۲۹-۳۲

کر کے عورت کو تاکید کی کہ صف ماتم کی اٹھا دے اور حضرت کی ضیافت کے کام میں سرگرم ہو۔ عورت نے خاوند کے حکم کی تعمیل کی۔ جب کھانا پک کر تیار ہوا حضرت کے آگے اترا۔ فرمایا کہ مرید کا لڑکا بھی کھانا کھانے کے لیے حاضر ہو۔ مرید نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ لڑکا کہیں لڑکوں کے ساتھ کھیلتا ہو گا آپ کھانا تناول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ لڑکا جب تک حاضر نہ ہو گا۔ کھانا ہم پر حلال نہیں ہے مرید یہ ارشاد سن کر رو دیا اور عرض کی کہ لڑکا آج حضرت کے آنے سے دو ساعت پہلے مر گیا ہے۔ لاش اس کی کوٹھڑی میں بند ہے۔ فرمایا کہ وہ مرا نہیں۔ شاید تو نے مغالطہ کھایا ہو گا۔ اب جا کر اس کو اچھی طرح سے دیکھ۔ اگر سوتا ہو تو جگا لا۔ ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔ اس نے کہا کہ وہ مر چکا ہے۔ اب آپ کی توجہ سے زندہ ہو جائے تو عجب نہیں۔ یہ کہہ کر وہ حجرے کے اندر گیا تو دیکھا۔ لڑکا سانس لیتا ہے۔ اس نے اس کو ہلایا تو اٹھ بیٹھا اور باپ کے ساتھ ہو لیا۔ حضرت کی خدمت میں آکر قدم بوس ہوا۔ یہ کرامت دیکھ کر حاضرینِ مجلس سے اِک شور اُٹھا اور ہزاروں آدمی مرید ہوئے۔ ولادت حضرت کی ساتویں[1] رجب پیر کے روز سنہ ایک ہزار چھیالیس اور وفات پنجم رمضان المبارک سنہ ایک ہزار ایک سو اکتیس ہجری میں واقع ہوئی اور عمر شریف چوراسی برس کی اور مزار گوہر بار قصبہ گھڑام میں زیارت گاہ خلق[2] ہے۔ قطعہ تاریخ

میر سید بھیکہ پیرِ باکمال	اہلِ درد و اہلِ حال و اہلِ قال
ہست نورِ معرفت ۱۰۴۶ھ تولیدِ او	رکنِ حق شاہِ ولایت ۱۱۳۱ھ ارتحال

۶۶۔ شیخ عتیق اللہ چشتی جالندھری قدس سرہٗ

سادات صحیح النسب جالندھری سے ہیں۔ خاندان چشت میں بیعت ان کی شاہ ابوالمعالی

[1] مولانا لطف اللہ نے تاریخ ولادت نہم رجب لکھی ہے (ثمرات ص۲۴)

[2] ملاحظہ ہو:

(۱) لطف اللہ انبالوی، ثمرات الفواد (احوال و مقامات میراں بھیکہ چشتی) مطبوعہ دہلی

(۲) علیم اللہ جالندھری، تحفۃ الصالحین ترجمہ اردو نزہۃ السالکین دستنان و ملفوظات میراں بھیکہ مطبوعہ لاہور

(۳) محمد اکرم براسوی : اقتباس الانوار

چشتی کی خدمت میں تھی۔ تمام عمر ان کی عبادت و ریاضت میں گذر گئی۔ زہد و تقویٰ بدرجۂ کمال تھا وفات ان کی سنہ ایک ہزار ایک سو اکتیس ہجری میں ہوئی۔

۶۷۔ شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے مشائخ چشتیہ صابریہ میں سے یہ بزرگ صاحب طریقت و شریعت تھے خرقۂ فقر انہوں نے شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری[1] سے پہنا اور بہت سے طالبانِ حق کو بقربِ حق پہنچایا۔ انکی مجلس کبھی سماع سے خالی نہ ہوتی۔ محمد شاہ بادشاہ کے وقت علمائے لاہور بسبب سماع دائمی ان کے دشمن ہوگئے۔ سب نے مل کر بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایسے بدعتی شخص کو قتل کرنا واجب ہے۔ بادشاہ نے وہ عرضی صوبہ دار لاہور کے پاس بھیج دی۔ صوبہ دار لاہور خود ان کی خدمت میں آیا کشش باطنی سے مرید ہوگیا۔ جب خود صوبہ دار لاہور نے بیعت کرلی تو علمائے لاہور خاموش ہوگئے۔ وفات ان کی تیسری ذی الحجہ سنہ ایک ہزار ایک سو اکیاون ہجری میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

۶۸۔ شاہ بہلول برکی چشتی صابری جالندہری قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شاہ بھیکھ چشتی کے خلیفہ قوم کے افغان جالندھر کے رہنے والے تھے۔ فاضل اجل و عامل و مکمل و عالم بزرگ علوم معقول و منقول سے واقف سید عبدالرشید و سید کبیر و سید عتیق اللہ جالندھری[2] سے علم ظاہری حاصل کیا۔ وضع ان کی قلندرانہ تھی۔ شاہ بھیکھ کی وفات کے بعد یہ لاہور میں آئے اور شاہ بلاق لاہوری سے فیض پایا۔ بہت سی کتابیں بھی مثل فوائد الاسرار[3] و شرح دیوان خواجہ حافظ وغیرہ لکھیں۔ ان کے شعروں کا دیوان بھی بمضامین توحید مقبول خاص و عام ہے۔ مولوی جان محمد ترک کے ساتھ ہمیشہ ان کا بحث رہتا تھا۔ سید علیم اللہ جالندھری[4] و

---

[1] ملاحظہ ہو ترجمہ نمبر ۶۳ کتاب ہذا [2] ملاحظہ ہو ترجمہ نمبر ۶۶ کتاب ہذا

[3] فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار دراصل دیوانِ حافظ کی شرح کا ہی نام ہے۔ یہاں اندراج میں مفتی صاحب سے تسامح ہوا ہے اور فوائد الاسرار کو دیوان حافظ کی شرح سے الگ تصنیف لکھ دیا۔ فوائد الاسرار خطی ذخیرۂ شیرانی میں موجود ہے۔

[4] ملاحظہ ہو ترجمہ نمبر ۷۱ کتاب ہذا

سبھاچند تخلص نادر و عظمت خاں برکی ان کے اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں اور دیوان تصانیف ان کے شاگردوں کے بھی مشہور ہیں سنہ ۱۱۷۰ ایک ہزار ایک سو ستر ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔ مزار جالندھر[۱] میں ہے۔

۷۹۔ شاہ لطف اللہ چشتی قدس سرہٗ

مریدان پاک اعتقاد و خادمان حق یاد میراں سید بھیکھ چشتی سے تھے سکونت ان کی شہر انبالہ میں تھی۔ لڑکپن کے زمانہ سے انھوں نے پیر روشن ضمیر کے حضور میں پرورش پائی اور انہیں سے ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ حاصل کیا اور کتاب ثمرۃ الفواد اپنے پیر کے حال میں لکھی جواب تک

---

[۱] شیخ بہلول گول بن مرزا خاں برکی ثم جالندھری ایک کثیر التصانیف عالم اور شاعر تھے۔ آپ کی قلمی تصانیف بزبان فارسی ذخیرۂ شیرانی کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب میں محفوظ ہیں۔

(۱) مثنوی منصور نامہ خطی ص ۱۳۳ / ۳۷۶۶

(۲) السیف المسلول علی من اعرض من سماع الرسول بسال ۱۱۳۰ھ نمبر ۲۵ھ۴ / ۱۳۷۴ (۲ نسخے)

(۳) شرح دیوان صائب بسال ۱۱۲۴ھ بخط مصنف خود بہلول بدستخط "تمام شد بخط شارح عفی عنہ" نمبر ۱۲۰۱ / ۵۱۹۲

(۴) شرح دیوان غنی کشمیری بسال ۱۱۲۳ھ نمبر ۳ / ۲۱۸۱ / ۵۱۹۲

(۵) شرح دیوان ناصر علی (حدود ۱۱۲۴ھ) بخط شارح خود بہلول نمبر ۲ / ۲۱۸۱ / ۵۱۹۲

(۶) شرح مثنوی معنوی (دفتر دوم) بسال ۱۱۲۹ھ نمبر ۶۳۶۲

(۷) فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار (شرح دیوان حافظ) نمبر ۲۲۲۷ / ۵۴۳۷

(۸) عقائد علیہ در مذہب صوفیہ (در جواب اعتراضات مخالفین بر رسالہ سیف المسلول نمبر ۲) بسال ۱۱۴۰ھ نمبر ۲ / ۱۳۷۴ / ۲۵ھ۴۔ مولوی رحمان علی نے ان کی تصانیف کی تعداد نوے لکھی ہے (تذکرہ ص ۱۳۴)

ملاحظہ ہو:

(۱) بہلول برکی: احوال نامہ (احوال مرزا بہلول برکیؒ) بحوالہ خزینۃ الاصفیاء ۱ / ۴۹۸

(۲) رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند ۱۳۴ (۳) عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۶ / ۴۸

(۴) محمد بشیر حسین ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شیرانی ص ۱۰۶، ۲۹۰، ۴۴۳، ۴۹۴، ۴۵۲، ۴۵۷، ۶۷۰

یادگار زمانہ ہے۔ وفات ان کی بیسویں ماہ ذیقعد سنہ ایک ہزار ایک سو اسی ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار جالندھر[1] میں ہے۔

۷۰۔ مولانا فخر الدین فخر جہاں شاہجہاں آبادی چشتی قدس سرہٗ

اعلم علمائے عظمائے مشائخ و کبرائے خلفائے شیخ نظام الدین اورنگ آبادی[2] اپنے باپ کے

---

[1] حضرت لطف اللہ انبالوی نے اپنے حالات ثمرات الفواد میں لکھے ہیں۔ جن کا یہاں خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ "آپ کی والدہ ماجدہ شاہ میراں بھیکھ کی ارشاد یافتہ تھیں۔ ان سے حضرت میراں بھیکھ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو فرزند عطا کرے۔ اس کا نام لطف اللہ رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پرورش قصبہ انبالہ میں ہوئی۔ چودہ برس کی عمر تک شب و روز تحصیل میں کوشش کی۔ میاں شاہ عنایت کی ریاضت سے متاثر ہو کر انہیں بھی ریاضت کا شوق دامن گیر ہوا۔ ابتدائی سلوک میں میاں محمد شاہ کرنالی نے رہنمائی کی۔ پھر حضرت میراں بھیکھ چشتی نے سلوک کی تعلیم سے نوازا۔ آپ نے اپنے مرشد شاہ میراں بھیکھ کے حالات، ملفوظات اور مقامات پر ثمرات الفواد کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو بہت اہم ماخذ ہے۔ یہ کتاب آرمی پریس دہلی سے مع اردو ترجمہ چھپ چکی ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) لطف اللہ: ثمرات الفواد ۱۱-۱۴ (۲) امام الدین گلشن آبادی: برکات الاولیاء ۱۶۱

(۳) غلام سرور مفتی، خزینۃ الاصفیاء جلد اول ۹۰

[2] حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی ۱۰۶۰-۱۱۴۲ھ / ۱۶۴۹-۱۷۲۹ء سلسلہ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ گیسو دراز ف ۸۲۵ھ کے بعد سرزمین دکن پر چشتیہ نظامیہ سلسلہ کے کسی اتنے جلیل القدر بزرگ نے قدم نہیں رکھا امراء کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ نظام الملک آصف جاہ اول (۱۷۴۸-۱۶۷۱ء) آپ کے معتقد تھے اور ایک کتاب اُنس گلستان ارم آپ کے حالات پر تصنیف کی تھی۔ اہل دکن اور والیان دکن پر آپ کی تعلیمات کے گہرے اثرات ہوئے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) کامگار، احسن الشمائل قلمی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (۲) مناقب فخریہ

(۳) فخر الطالبین (۴) رحیم بخش، شجرۃ الانوار قلمی کراچی میوزیم

(۵) روائح النظام دہلی ۱۳۴۴ھ (۶) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت ۲۷۴-۵۹۰

تھے حضرت کی ذات عالم علوم شریعت و واقف رموز طریقت و محرم اسرار حقیقت جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ پدری شجرہ ان کا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے ساتھ ملتا تھا اور مادری شجرہ بسید السادات سید محمد گیسو دراز چشتی کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔ حضرت کے اوصاف احاطۂ تقریر و تحریر سے خارج ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے خاندان چشت اہل بہشت میں ان کو زمانہ اخیر کا قطب پیدا کیا تھا۔ ہزاروں طالبان خدا ان کے ذریعہ سے بمراتب علیہ پہنچے۔ لاکھوں خوارق و کرامتیں ان سے سرزد ہوئیں نواب نظام الملک غازی الدین خاں ناظم حیدرآباد مؤلف مناقب فخریہ[1] نے بے شمار کرامتیں حضرت کی اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ نظام الدین کی خانقاہ پر مجلس سماع گرم تھی اور چند صوفی حالت وجد میں تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان لڑکا بھی سرمست بادۂ حالت تھا۔ اتفاقاً تبدیلی قوالوں کی عمل میں آئی اور سماع موقوف ہوگیا۔ اس وقت وہ جوان بھی خاموش مجلس میں پڑا رہا جب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ وہ مر چکا ہے۔ سانس کا آنا جانا مسدود اور بدن سرد ہے اس کا باپ جو حاضر مجلس تھا۔ سخت بے قرار ہوا اور نالاں و گریاں حضرت کے روبرو آکر کہنے لگا۔ کہ یہی ایک میرا فرزند تھا اب جو یہ مرگیا ہے۔ میں بھی اپنی زندگی نہیں چاہتا۔ حضرت کو اس کی حالت دیکھ کر رحم آیا اور کہا کہ صبر کر اگر خدا نے چاہا تو لڑکا تیرا زندہ ہو جائے گا۔ شاید ابھی یہ زندہ ہو۔ یہ فرما کر قوالوں کو حکم دیا کہ یہ شعر پڑھیں ؎

یک لب لعل تو صد جان می دھد	خضر آسا آب حیوان می دھد
مُردہ گر باشم بعالم پاک نیست	جان بوصل خویش جاناں می دھد

جب قوالاں خوش مقال نے یہ قول شروع کیا۔ اہل مجلس جوش و خروش میں آئے۔ ایک ساعت کے بعد اس جوان نے بھی حرکت کی اور فرش پر لوٹنے لگا۔ کچھ دیر گذری تو ہوش میں آگیا ولادت باسعادت حضرت کی سنہ ایک ہزار ایک سو چھبیس اور وفات ساتویں[2] ماہ جمادی الثانی سنہ

---

[1] مناقب فخریہ نواب غازی الدین نبیرہ آصف جاہ اول کی تصنیف ہے جو حضرت فخر جہاں کے حالات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ مطبع مجتبائی دہلی سے اس کا فارسی متن چھپ چکا ہے۔ میر درد کاکوروی نے کراچی سے ۱۹۶۱ء میں اسکا اردو ترجمہ شائع کیا تھا۔

[2] ، جمادی الآخری غلط ہے بلکہ ۲۷ رجمادی الآخری ہونا چاہیے (خلیق احمد نظامی ، تاریخ مشائخ چشت بحوالہ فخر الطالبین ص۲۳)

یک ہزار و یک صد و نو دو نہ وقوع میں آئی اور مزار گوہر بار دہلی میں اندرون احاطہ مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہے۔

قطعۂ تاریخ از مؤلف

فخر دنیا فخر دین فخر الانام ‌ ‌ افتخار خلق و فخر المومنین
گشت فخر الدین علامی بیان ‌ ‌ سال تولیدش بصد صدق و یقین
طرفہ سال انتقال آں جناب ‌ ‌ شد عیاں محبوب فخر المسلمین

۱۷۔ شیخ سید علیم اللہ بن سید عتیق اللہ چشتی جالندھری قدس سرہٗ

سادات صحیح الطرفین قصبہ جالندھر سے ہیں۔ شجرہ نسب ان کا حضرت زید بن امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ملتا ہے۔ پہلے بیعت ان کی بخدمت شاہ ابو المعالی چشتی سے تھی اور تربیت و تکمیل و خرقہ خلافت حضرت میراں سید بھیکھ سے پایا۔ علوم ظاہری میں بھی یہ صاحب تدریس تھے۔ کتابیں بھی انہوں نے مثل انہار الاسرار و شرح بوستان[۲] سعدی و رسالہ نزہۃ السالکین و

---

[۱] حضرت فخر جہاں جید عالم بھی تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے (۱) نظام العقائد (۲) رسالہ مرجیہ (۳) عین الیقین مطبوعہ دہلی (۴) فخر الحسن جس میں حضرت فخر جہاںؒ نے حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علیؓ سے بیعت کے اثبات میں دلائل دیئے ہیں۔ اس کی شرح مولانا حسن الزمان حیدر آبادی نے القول المستحسن فی فخر الحسن کے نام سے تقریباً آٹھ سو صفحات میں لکھی جو حیدر آباد سے ۱۳۱۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) رحیم بخش فخری : شجرۃ الانوار فخری قلمی ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم کراچی میوزیم
(۲) غازی الدین : مناقب فخریہ دہلی
(۳) نور الدین حسین فخری : فخر الطالبین دہلی مجتبائی
(۴) نجم الدین حاجی : مناقب المحبوبین لاہور
(۵) گل محمد احمد پوری : تکملہ سیر الاولیا دہلی ۱۳۱۲ھ
(۶) احمد خاں سر سید : آثار الصنادید
(۷) خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۴۷۰-۵۲۹
(۸) عبد المعبود معینی : روائح النظام (سوانح شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ) دہلی ۱۳۴۴ھ

[۲] یہاں مفتی صاحب سے تسامح ہوا ہے۔ شرح بوستان ہی کا نام انہار الاسرار ہے۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

شرح اخلاق ناصری وزبدۃ الروایات فقہ و نثر الجواہر فارسی ترجمہ نظم الدرر و المرجان بہت سی لکھیں اشعار فارسی ان کے بے شمار مشہور ہیں۔ شیخ عبداللہ ان کے خلیفہ نے کتاب اسرار العلیم[1] ان کے احوال میں لکھی ہے۔ اس میں بہت سے کرامت و خوارق ان کے درج کیے ہیں۔ ولادت ان کی بائیسویں جمادی الثانی سنہ ایک ہزار ایک سو نو اور وفات سولھویں ماہ صفر سنہ ایک ہزار دو سو دو میں واقع ہوئی اور روضہ عالیہ جالندھر میں زیارت گاہ خلق ہے[2]۔

قطعۂ تاریخ:

حضرت سید علیم اللہ شاہ دو جہاں	ذات پاکش بود براوج شرف بدر منیر
قطب الجنت[۹] مقتدا تاریخ تولیدش بود	وصل سلطان متقی سید علیم اللہ پیر ۱۲۰۲ھ

۷۲۔ شیخ نور محمد چشتی المشہور نور محمد مہبل[3] مہاروی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خلیفہ اعظم مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی کے ہیں۔ اوائل حال میں بعد حفظ قرآن پنجاب

(بقیہ حاشیہ) انہار الاسرار اور شرح بوستان دو کتابیں نہیں ہیں۔ مولانا عبدالحی (نزہۃ ۷/۲۳۷) نے اسی غلطی کا اعادہ کیا ہے۔

[1] اسرار العلیم کے کسی مطبوعہ یا خطی نسخہ کا ہمیں علم نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) لطف اللہ انبالوی: ثمرات الفواد دہلی (۲) غلام سرور مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/۵۰۵

(۳) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند منہ ۳۵ (۴) عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷/۲۳۷

[2] شاہ علیم اللہ جالندھری جید عالم تھے۔ آپ کی حسب ذیل تصانیف اس وقت ہمارے علم میں ہیں۔

(۱) نزہۃ السالکین در سلوک و سخنان میراں بھیکہ۔ اس کا اردو ترجمہ لاہور سے تحفۃ الصالحین کے نام سے شائع ہوا تھا۔

(۲) انہار الاسرار شرح بوستان سعدی شیرازی بسال ۱۱۳۰ھ مکتوبہ ۱۱۳۴ھ قلمی ملوکہ محمد اقبال مجددی و مطبوعہ لاہور ۱۲۸۱ھ

(۳) نثر الجواہر ترجمہ فارسی نظم الدرر والمرجان (در سیرت)، عربی مؤلفہ مرزا جان بر کی قلمی مخزونہ در کتب خانہ دانشگاہ پنجاب لاہور۔ بانکی پور نمبر ۱۰۳۳۔ ۷۲ آصفیہ ۸۷۴

(باقی بر صفحہ آئندہ)

سے دہلی میں گئے اور مولانا فخر الدین کی خدمت میں بیعت[1] کی اور چند سال بکمال خدمت گزاری و صدق واخلاص بتکمیل پاکر خرقۂ خلافت حاصل کیا اور پنجاب میں آکر قصبہ مہاراں علاقہ نواب بہاول خاں میں سکونت اختیار کی اور تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ ہزاروں مخلوق ان کے طفیل سے بقرب الٰہی پہنچے۔ ان کے خلفائے کرام میں سے چار خلیفے صاحب قرب[2] تھے۔ ایک خواجہ ثانی الملقب بخلیفہ صاحب[3] دوم مولانا قاضی محمد عاقل[4] سوم خواجہ محمد جمال[5] چہارم خواجہ سلیمان[6] اور خلیفے بھی آپ کے بہت ہیں، جن سے فیض اب تک جاری ہے۔ وفات ان کی سنہ ایک ہزار دو سو[۱۲۰۵] پانچ میں واقع ہوئی اور مزار پُر انوار قریہ تاج سرور متصل قصبہ مہاراں کے ہے۔

(بقیہ حاشیہ ؛ (۴) شرح اخلاق ناصری (۵) زبدۃ الروایات

(بقیہ حاشیہ ص۳) حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا آبائی نام ہنجیل تھا۔ حضرت شاہ فخر الدین نے اسے نور محمد سے بدل دیا۔ آپ کے والد کا نام ہندال بن تاتار بن فتح محمد بن محمود بن سرور بن عزیز بن واآبن دینا بن کو بہابن جاہر... الخ (نجم الدین۔۔ مناقب المحبوبین ص۴۹) آپ کا تعلق قوم کھرل سے تھا۔ آپ کی ولادت ۱۴ رمضان ۱۱۴۲ھ میں قصبہ چوٹالہ (از مہار سہ کروہ سمت مشرق بہاول پور ایضاً ص۵۴) میں ہوئی۔

[1] خواجہ نور محمد ۱۱۶۵ھ میں حضرت شاہ فخر سے بیعت ہوئے (خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۵۲۰) آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) نور الصمد شہید (۲) نور احمد (۳) نور حسن (مناقب المحبوبین ۹۱)

[2] آپ کے بہت سے خلفاء تھے۔ جن میں سے تیس کے نام محفوظ ہیں (خلیق احمد نظامی ۵۵۵)

[3] خلیفہ دوم سے مراد حضرت نور محمد ثانی ناروالہ ہیں۔ آپ نے ۱۲۰۴ھ میں وصال فرمایا (ایضاً ۵۶-۵۷ مناقب المحبوبین ۱۰۵-۱۱۸)

[4] حضرت خواجہ محمد عاقل کا فاروقی خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کے والد کا نام مخدوم محمد شریف تھا۔ شاہ محمد عاقل کا خاندانی لقب کوریجہ تھا۔ آپ نے ۸ رجب ۱۲۲۹ھ میں انتقال کیا (خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۵۰۵-۵۹۷)

[5] ملتان میں سلسلۂ چشتیہ کو حضرت حافظ محمد جمال ملتانی ف ۱۲۲۶ھ کی بدولت فروغ ہوا۔
(۱) گلزار جمالیہ از علامہ عبد العزیز پہاروی (۲) انوار جمالیہ از غلام حسن (۳) اسرار الکمالیہ از زاہد شاہ۔ آپ کے ملفوظات کے مجموعے ہیں (مناقب المحبوبین ۱۲۱-۱۴۰، خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ۵۹۰-۶۰۷)

[6] پنجاب میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ کی زیادہ اشاعت حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے ذریعہ ہوئی۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۴ھ میں اور وفات ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو : نافع السالکین، خاتم سلیمانی، انتخاب مناقب سلیمانی، مناقب المحبوبین وغیرہ۔

قطعۂ تاریخ

حضرت نورِ محمد نورِ حق | جلوہ گر شد چوں بہ گلزارِ جناں
سالِ ترحیلش بقولِ اہلِ سیر | نورِ عرفاں آفتابِ دین بخوان ۱۲۰۵ھ

۷۳۔ سید علی شاہ چشتی صابری جالندھری قدس سرہٗ

یہ بزرگ سید علیم اللہ جالندھری کے خلیفہ تھے بعد وفات پیر روشن ضمیر کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ تمام عمر ہدایت وارشاد میں گزاری۔ وفات ان کی سنہ ایک ہزار دو سو تیرہ میں ہوئی اور مزار قصبہ جالندھر میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۷۴۔ شیخ محمد سعید چشتی صابری شرقپوری قدس سرہٗ

سرمست محبت الٰہی جامع خوارق وکرامت تھے۔ قصبہ شرقپور متعلقہ ضلع لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ چونکہ یہ بزرگ قوم کے نوجہ تھے۔ پہلے اپنے ہم قوم نوجوں کے ساتھ محنت مزدوری سے گذارہ کرتے تھے۔ پھر جب شوق الٰہی دامن گیر ہوا۔ بامداد غیبی عبادت وریاضت میں مصروف ہوئے۔ شجرہ ان کا ان ناموں سے شیخ نظام الدین بلخی کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ شیخ محمد سعید بن محمد باقر شرقپوری مرید شاہ مراد ملتانی اور وہ مرید شیخ جیوی شاہ گجراتی اور وہ مرید شیخ ذکریا اور وہ مرید شیخ حاجی قطب اور وہ مرید شیخ درگاہی لاہوری اور وہ مرید حاجی ابوسعید حنفی گنگوہی اور وہ مرید شیخ نظام الدین بلخی قدس سرہم العزیز۔ وفات شیخ کی باقوال صحیح سنہ ایک ہزار دو سو چودہ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار شرقپور میں ہے۔ ان کی ہدایت کا حال اس طرح پر مشہور ہے کہ ایک روز یہ غلہ کا بیل لاد کر شرقپور سے لاہور کو آئے گذر راوے قصبہ شاہدرہ سے اتر کر جب متصل گنبد کہنہ مدرسہ عالیہ کے پہنچے۔ ان کا بیل گر پڑا اور ٹانگ اس کی ٹوٹ گئی ہمراہی ان کے سب لاہور کو چل دیے اور یہ تنہا معہ بیل وہاں ہی رہے۔ آدھی رات ہوئی تو ایک سوار برقع پوش آیا اور اپنے نیزہ کی نوک کے ساتھ بیل کو اشارہ کیا۔ بیل اٹھ کھڑا ہوا اور گون غلہ کی بھی اسی اشارہ کے ساتھ رکھ دی اور کہا کہ تیرا بیل تندرست ہے۔ لاہور کو چلا جا۔ محمد سعید نے قدم پکڑ لیے اور

عرض کی آپ کون ہیں۔ اپنا نام بتائیے۔ فرمایا کہ ہمارا نام علی المرتضیٰ ہے اور حق سے تیری امداد کے لیے مامور ہوئے ہیں۔ عرض کی کہ اب مجھے محروم نہ چھوڑو اور باطنی امداد بھی کیجیے۔ فرمایا کہ تیرا حصہ شاہ مراد ملتانی کے پاس ہے۔ وہاں جاکر لے لے۔ اسی روز سے ان کو شوقِ حق دامن گیر ہوا اور پیر کی خدمت میں جاکر تکمیل پائی۔

۷۵۔ شیخ محمود سعید چشتی جالندھری قدس سرہٗ

سید علیم اللہ جالندھری کے خلفاء میں سے صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند تھے۔ خالق حقیقی نے ان کو علوم ظاہری و باطنی سے بہرۂ کامل بخشا تھا۔ ہزاروں آدمیوں نے ان کی ذات سے بہرۂ کامل تلقین و تعلیم سے پایا۔ تمام عمر انھوں نے طلبہ کی تکمیل و تربیت میں صرف کی۔ آخر سنہ ایک ہزار دو سو بیس ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی۔

۷۶۔ شیخ خیر الدین المشہور خیر شاہ چشتی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ سلیم چشتی لاہوری کے خلیفہ تھے۔ اخیر زمانہ میں انھوں نے علم مشیخت کا بلند کیا۔ بہت سے طالبانِ حق ان کی خدمت میں آئے اور فائدہ پا گئے۔ وجد و تواجد و سماع کے ساتھ ان کو کمال میل تھا۔ لنگر بھی ان کا فقرا اور درویشوں کے واسطے جاری رہتا۔ وفات ان کی انیسویں ذی الحجہ سنہ ایک ہزار دو سو اٹھائیس[1] میں ہوئی اور مزار لاہور میں ہے۔

۷۷۔ حافظ موسیٰ چشتی مانک پوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ سلسلہ شاہ بھیکھ چشتی میں مرید و خلیفہ شیخ اعظم چشتی روڑی کے تھے۔ ابتدائے حال

---

[1] شیخ خیر شاہ لاہوری کا سال وفات نور احمد چشتی نے ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء لکھا ہے (تحقیقات چشتی ۳۰۹) اور امام بخش نے ۱۲۲۰ھ درج کیا ہے (حدیقۃ الاسرار ص ۱۲۹) ملاحظہ ہو:

(۱) نور احمد چشتی : تحقیقات چشتی ص ۳۰۹ (۲) کنھیا لال : تاریخ لاہور ص ۹۰

(۳) امام بخش : حدیقۃ الاسرار ص ۱۲۹

میں صیقلی گری کے کام میں مشغول رہتے اور دو زوجہ ان کی تھیں۔ جب جاذب حقیقی نے ان کو اپنی طرف کھینچا۔ دونوں عورتوں کو طلاق دے دی اور دنیاوی علاقہ چھوڑ کر ہمہ تن عبادت میں مشغول ہوئے اور شیخ سید عالم چشتی رودیڑی کی خدمت میں جاکر مرید ہوئے اور بعد تکمیل خلافت حاصل کی۔ ان کے جذب کا یہ حال تھا کہ وجد و حالت کے وقت جس پر ان کی نظر پڑ جاتی۔ مجذوب سرمست ہو جاتا۔ چنانچہ کئی شخص مثل کریم شاہ و محمد شاہ وغیرہ مجذوب ہو گئے۔ وفات ان کی سولھویں ماہ رمضان روز یک شنبہ سنہ ایک ہزار دو سو پینتالیس میں ہوئی اور مزار پر انوار قصبہ مانک پور میں ہے۔ ان کے خلیفے صاحب کمال مثل امانت علی امروہی و غلام معین الدین شاہ خاموش و خواجہ عبداللہ امروہی میر امانت علی ثانی و محمد بخش و پیر شاہ وغیرہ بہت تھے۔

۷۸۔ خواجہ محمد سلیمان چشتی قدس سرہٗ

خلفائے نامدار و احباب باوقار خواجہ نور محمد مہاروی چشتی سے تھے۔ کشف و کرامت و زہد و ریاضت و عبادت میں شرق سے غرب تک مشہور تھے۔ اصل وطن ان کا پہاڑی ملک میں موضع گرگوجھی[1] تھا۔ ابتدائے حال میں قصبہ کوٹ مٹھن میں قاضی محمد عاقل کی خدمت میں حاضر ہو کر علم ظاہری حاصل کیا۔ بعد تحصیل علم کے حضرت نور محمد مہاروی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور چند سال میں تربیت و تکمیل پاکر خرقہ خلافت پایا اور حسب الحکم پیر روشن ضمیر کے قصبہ تونسہ[2] میں جاکر قیام پذیر ہوئے۔ ہزاروں طالبان خدا وہاں حضرت کی خدمت میں مشرف ہوئے اور ہزاروں مسافر و مسکین و غربا دو وقتہ حضرت کے لنگر سے کھانا کھاتے۔ غرض وہ قبول حاصل ہوا کہ اس زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا۔ تمام عمر حضرت نے ہدایت و ارشاد میں گزاری اور ایک لاکھ سے زیادہ حضرت کے مرید ہوئے اور سینکڑوں کفار و فجار نے توبہ کی۔ حضرت کے خلفاء بے شمار تھے۔ ان میں سے

---

[1] حضرت شاہ سلیمان تونسوی بن زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں کی ولادت ۱۱۸۴ھ بمقام گڑگوجھی میں ہوئی۔ (خانہ خود کہ در کوہ است و اسم آں گر گوجی است کہ مسافت از تونسہ ۴۰ کروہی شود (نافع السالکین ص۱۱)۔

[2] تونسہ ڈیرہ غازی خاں سے ۳۰ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ آپ نے اپنا شہر چھوڑ کر بحکم مرشد تونسہ میں سلسلہ ارشاد و تلقین کا آغاز کیا۔ یہاں ایک مدرسہ قائم کیا۔ آپ کو قرآن حدیث اور فقہ پر عبور حاصل تھا۔

شیخ محمد یار و حافظ محمد علی[1] و مولوی محمد علی ثانی تین خلیفے حضرت کے مقرب و محبوب و محرم اسرار تھے وفات حضرت کی نویں ماہ صفر روز پنجشنبہ سنہ ایک ہزار دو سو سرسٹھ میں واقع ہوئی اور بعد وفات ان کے اب شیخ اللہ بخش[2] حضرت کے پوتے مسند آرائے مسند مشیخت ہیں۔

قطعہ تاریخ

شہ چو از دنیا بفردوس برین | شاہ والا شان سلیمان اہل فیض
بہر تاریخش بسرور گفت دل | ای بگو سلطان سلیمان اہل فیض ۱۲۶۷

حضرت کے مرید صاحب ذوق و شوق بے شمار تھے اور موجود بھی ہیں۔ چنانچہ لاہور کے مشائخ میں سے میاں امیر بخش جلد ساز ایک مرد صاحب ذوق و عبادت تھا جو سنہ بارہ سو اکیانوے میں خلد معلیٰ میں قیام پذیر ہوا۔

۷۹۔ مولوی امانت علی چشتی صابری قدس سرہٗ

شیخ حافظ موسیٰ مانک پوری کے خلفاء میں سے صاحب کشف و کرامت و زہد و ریاضت و تارک الدنیا تھے۔ بعد وفات پیر اپنے کے کشمیر گئے اور شیخ احمد شاہ کشمیری سے بھی فیض

---

[1] حضرت حافظ محمد علی عرف محرم علی خیرآبادی (۱۱۹۲-۱۲۶۶)، خواجہ تونسویؒ کے اولین خلفاء میں سے تھے۔ خیرآباد میں ان کی خانقاہ علم و فضل کا مرکز تھی (ملاحظہ ہو محمد ہادی علی: مناقب حافظیہ، مناقب المحبوبین ص ۳۵۲-۳۵۶)

[2] اپنے دادا کی طرح خواجہ اللہ بخش تونسویؒ روحانی اصلاح و تربیت کے کام میں سرگرم رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انیسویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کی رونق ان کے دم قدم سے تھی۔ آپ علم و عمل، لطف و کرم کا مجسمہ تھے۔ ولادت ۱۲۴۱ھ، وفات ۱۳۱۹ھ میں ہوئی (خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت ۱۸۷-۲۷۰)

ملاحظہ ہو:

(۱) امام الدین: نافع السالکین لاہور ۱۲۸۵ھ
(۲) اللہ بخش خاں: خاتم سلیمانی لاہور ۱۳۳۵ھ
(۳) محمد الدین صوفی: ذکر حبیب پنڈی بہاؤ الدین ۱۳۴۲ھ
(۴) محمد ہادی علی خاں: مناقب حافظیہ مطبوعہ
(۵) امیر بخش: انوار شمسیہ لاہور ۱۳۳۵ھ
(۶) دین محمد: احترام الاصفیا نشاط حافظیہ علی گڑھ ۱۹۳۱ء
(۷) نغمات المحبوب فی احیاء القلوب
(۸) خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ۶۰۸-۶۶۶

پایا اور وہاں سے واپس آکر امروہہ میں سکونت کی اور باقی عمر ہدایت وارشاد میں صرف کی۔ وفات ان کی سنہ ایک ہزار دوسواسی میں وقوع میں آئی۔ ان کے مریدوں میں سے شیخ عبدالرحیم وعبدالرحمان وشیخ سمیع اللہ موجود ہیں۔

۸۰۔ شیخ حاجی رمضان لاہوری چشتی قدس سرہٗ

خواجہ سلیمان کے خلیفہ صاحب عبادت وریاضت وصدق وراستی تھے۔ لاہور میں ان کی سکونت تھی۔ حالت تجرید وتفرید میں گزارتے۔ سماع کے حالت میں کمال اضطراب وبیقراری ان پر عائد ہوتی۔ حرمین الشریفین میں یہ بزرگ گئے اور مستفید حج وزیارت روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے۔ دعا ان کی اکثر اوقات مقبول ہوئی۔ غرض ایسے ناپرسان وقت میں کہ ذات مردان خدا حکم عنقا رکھتی ہے۔ ان کی ذات بابرکات مغتنمات میں سے تھی۔ ولادت ان کی ماہ رمضان سنہ ایک ہزار دوسو دو میں اور وفات ماہ رمضان کی تیسری ۱۲۸۲ھ ایک ہزار دو سو بیاسی میں واقع ہوئی اور عمر شریف اسّی برس کی تھی۔[1]

۸۱۔ شیخ فیض بخش لاہوری صابری چشتی قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ حیدر شاہ کے خلیفے تھے۔ جنہوں نے فیض باطنی شیخ خیرالدین المشہور خیرشاہ سے پایا تھا۔ صاحب حال وقال ووجد وسماع وشوق وذوق وتجرید وتفرید تھے۔ گذارہ ان کا ریشم سازی کے کام پر تھا۔ ہر سال میں سترہ عرس مثل سالینہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم علی المرتضیٰ وفاطمۃ الزہرا ختم سالینہ امامین وغوث الثقلین وخواجہ معین الدین حسن سجزی وخواجہ قطب الدین بختیار وخواجہ فریدالدین وخواجہ علاء الدین علی احمد صابر وغیرہ پیران عظام کیا کرتے اور ہر ایک سالینہ میں طعام وافر پکا غربا ومساکین کو تقسیم کرتے۔ سماع کے وقت کمال اضطراب عائد حال ان کے ہوتا اور وجد کی حالت میں جس پر نظر فیض پڑجاتی مست وبے خود ہوتا۔ خوارق و

---

[1] حاجی شیخ رمضان لاہوری کا مزار دربار حضرت شیخ محمد طاہر بندگی (لاہور میانی صاحب) کے قریب ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) غلام سرور مفتی : خزینۃ الاصفیاء ۱/۵۱۵ (۲) امام بخش : حدیقۃ الاسرار صفحہ ۱۳۰

کرامات ان کے مرید بے انتہا بیان کرتے ہیں۔ جس کی گنجائش اس مختصر میں نہیں ہے مگر ہزاروں میں سے ایک تحریر ہوتی ہے کہ ایک روز آپ ریشم کھول کر مہان سنگھ کے باغ میں کام کرتے تھے۔ اتنے میں ٹیڈی کا دَل آسمان پر نمودار ہوا۔ اس قدر کہ سورج چھپ گیا۔ باغبان جس نے باغ کا میوہ خریدا تھا۔ رونے لگا کہ اب ٹیڈی میرا میوہ اور درختوں کو کھا جائے گی۔ حضرت اس کو روتے دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کہ ایک ہنڈیا پانی کی بھر لا۔ وہ بھر لایا۔ آپ نے اس کے نیچے ایک باریک سوراخ کر دیا اور فرمایا کہ باغ کے باہر جا کر اس پانی سے باغ کے چاروں طرف لکیر کر دے۔ انشاء اللہ ٹیڈی تیرے باغ پر نہ بیٹھے گی۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ٹیڈی باہر کے تمام درختوں کو کھا گئی مگر باغ کے اندر ایک پرندہ بھی نہ گیا۔ زہد و ریاضت کا یہ حال تھا کہ تمام رات حالت بیداری میں کٹتی تھی۔ ایک رات میں تین مرتبہ غسل کیا جاتا اور بنظر ترکِ لذت حلوا میں نمک مرچ لگا کر تناول فرماتے۔ جب حضرت کے وفات کے دن قریب آئے۔ تپ محرق کی بیماری لاحق ہوئی۔ چند روز اسی حالت میں گزر گئے۔ جب آخری وقت قریب آیا۔ قوالوں کو بلایا چنانچہ حافظ قادر بخش مدح خوان حاضر ہوا تو اس کو اشارہ کیا۔ کوئی نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں پڑھے۔ اس نے یہ غزل شروع کی ؎

منم خاک در کوئے محمد ۔۔۔ اسیر حلقۂ موئے محمد
قتل نوک شمشیر نگاہش ۔۔۔ شہید تیغ ابروئے محمد

اس نعت کے سنتے ہی حضرت وجد میں آگئے اور لرزہ جسم پر ظاہر ہوا۔ تمام بدن پر عرق ہو گیا آخر اسی جوش و خروش میں وفات پائی۔ تاریخ وفات نویں ماہ رجب ۱۲۸۶ھ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہے۔[1]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) غلام بخش: حدیقۃ الاسرار ص ۱۳۰ ۔۔۔ (۲) نامی: بزرگان لاہور ۱۷۹ ـ ۱۸۰

تیسرا چمن

تذکرہ مشائخ خاندان نقشبندیہ قدس اللہ سرہم العزیز

اول امام اس خاندان عالی شان کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے حضرت سلمان فارسی نے فیض پایا۔ ان سے امام قاسمؒ خلف ابوبکر صدیق نے۔ ان سے حضرت امام جعفر صادق نے۔ ان سے شیخ بایزید بسطامی نے۔ ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی نے۔ ان سے شیخ ابوعلی نے۔ ان سے خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے۔ ان سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی نے۔ ان سے خواجہ محمد عارف نے ان سے خواجہ محمود خیر فغنوی نے۔ ان سے خواجہ عزیزان علی نے ان سے خواجہ بابا سماسی نے۔ ان سے خواجہ میر کلال نے۔ ان سے حضرت شیخ بہارالدین نقشبند نے ان سے خواجہ علاؤالدین عطار نے۔ ان سے خواجہ یعقوب چرخی نے، ان سے خواجہ عبیداللہ احرار نقش بند نے۔ ان سے خواجہ محمد زاہد نے، ان سے خواجہ درویش نے، ان سے خواجہ محمد خواجگی نے، ان سے خواجہ باقی باللہ دہلوی نے فیض باطنی حاصل کیا۔ چونکہ بزرگان مرقوم الصدر سے کسی کا مزار پنجاب کی سرزمین میں نہ تھا۔ لہذا احوال مفصل ان کا قلم انداز ہوا اور خواجہ باقی باللہ سے آغاز کیا گیا۔

۴۲۔ خواجہ محمد باقی المشہور باقی باللہ نقشبندی دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اپنے وقت میں امامِ طریقت و مقتدائے حقیقت، صاحب کمالات ظاہری و باطنی معروف باخلاق حمیدہ موصوف باوصاف پسندیدہ تھے۔ اگرچہ ظاہری بیعت ان کی خواجہ محمد خواجگی کے ہاتھ پر ہوئی، مگر نسبت باطنی ان کی حضرت بہارالدین شاہ نقشبند کے ساتھ تھی، بلکہ روحانیت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی سے بھی ان کو بہت سا فیض حاصل ہوا۔ ابتدائے حال میں انہوں نے شہر کابل کا سفر کیا۔ وہاں ہی علوم فقہ و حدیث و تفسیر سے بہرہ حاصل کیا۔ ظاہری علوم کے حاصل کرنے سے جب فراغت پائی۔ حضرت خواجہ محمد خواجگی الکمنگی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور بعد تکمیل مراتب بلند مقامات ارجمند تک فائز ہوئے۔ زہد و ریاضت کا یہ

حال تھا کہ کھانا آپ بہت کم کھاتے۔ خواب بھی بہت کم کرتے۔ ضرورت کے بغیر کسی سے ہم کلام نہ ہوتے۔ نماز عشاء کے بعد نماز تہجد تک دو ختم قرآن شریف کے کرتے۔ بعد تہجد صبح تک اکیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھنا آپ کا روزمرہ کا ورد تھا۔ ہزار ہا طالبانِ حق ان کے ذریعے سے منازل قرب الٰہی پر فائز ہوئے۔ وفات ان کی بروز دوشنبہ پچیسویں جمادی الثانی ۱۰۱۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ عمر چالیس برس کی پائی۔ مزار پُرانوار شہر دہلی میں زیارت گاہ خلق ہے۔[1]

---

[1] اگر سولھویں صدی کے آخر اور سترھویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات گرامی احیائے سنت کی تمام تحریکوں کا منبع تھی۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک ایک حرف آپ کی مجددانہ مساعی، بلندیٔ فکر و نظر کا شاہد ہے۔ جب سترھویں صدی کی دو جلیل القدر ہستیوں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے احیائے علوم دینیہ کا بیڑا اٹھایا تو حضرت خواجہ باقی باللہ کے انوار سے مستفیض ہونا از بس لازم سمجھا۔ خواجہ باقی باللہؒ نے شیخ محدث سے ایک مرتبہ رسالہ فقر محمدی کے مصنف اور مضمون کے متعلق دریافت کیا شیخ محدث نے آپ کے استفسار کے جواب میں جو کچھ لکھا۔ وہ ہندوستان کے حالات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ تھا۔ اس کتاب میں گرد و پیش کے حالات پر نہایت بالغ نظری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ پردے ہی پردے میں آپ نے عہد اکبری کے سب فتنوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور اپنے پریشان دل کی دھڑکن کو اپنے پیر و مرشد کے کانوں تک پہنچا دیا ہے (شیخ عبدالحق: کتاب المکاتیب والرسائل ص۱۹)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) محمد غوثی منڈوی: اذکار ابرار، ترجمہ گلزار ابرار ۷۷۔۴۰۰

(۲) محمد صادق: کلمات الصادقین ۱۰۲۲ھ ورق ۵،۷۔۸۰ قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات پاکستان

(۳) محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات نولکشور ایڈیشن ۵-۶۵ (۴) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس دفتر اول ۲۱۲/۲۲۷

(۵) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ رکن اول ۱،۷-۶،۷ بابعد

(۶) خواجہ باقی باللہ: کلیات خواجہ باقی باللہ مرتبہ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، مطبوعہ لاہور

(۷) ایضاً: مشائخ طرق اربعہ ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کراچی ۱۹۶۹ء

(۸) عبید اللہ کلاں بن خواجہ باقی باللہؒ: مبلغ الرجال (مقالہ متعارفہ مبلغ رجال خطی نسخہ ذخیرہ آزاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مجموعہ تاریخی مقالات ص۴۰۱)

۸۲۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی کابلی سرہندی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اعلم علمائے دین و غوث العالمین قطب الاقطاب عالی جناب مظہر خوارق و کرامت جامع عشق و محبت دافع بدع و ضلالت عامل سنت و جماعت وارث کمالات نبویہ مطلع الانوار احمدیہ عارج معارج نقشبندیہ امام طریقت مقتدائے حقیقت تھے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں امام تھے۔ شجرہ آبائی ان کا اٹھائیس[۲] واسطوں کے ساتھ حضرت عمر فاروق خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملتا ہے۔ طریقت میں ان کو چار سلاسل نقشبندیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ میں بیعت تھی۔ نقشبندیہ میں تو بیعت حضرت کی خواجہ باقی باللہ نقشبندی کے ساتھ تھی اور قادریہ میں حضرت کی بیعت شاہ سکندر کیتھلی اور ان کی بخدمت شاہ کمال کیتھلی کے تھی اور سلسلہ چشتیہ میں ارادت ان کی بخدمت شیخ عبدالاحد پدر خود اور ان کی بخدمت شیخ رکن الدین اور ان کی بخدمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی تھی اور سلسلہ سہروردیہ میں بھی حضرت نے فیض شیخ الاحد سے اور انہوں نے شیخ رکن الدین گنگوہیؒ سے پایا۔ چونکہ اس سلسلہ میں چار سلسلوں کا فیض ہے۔ اس واسطے اس کو سلسلہ مجددیہ کہتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کی تصانیف میں سے کتاب مکتوبات مقبول علماء و فضلاء و مشائخ ہے اور سلسلہ حضرت کا آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ کرامت و خوارق لاکھوں حضرت کے وجود برکت آمود سے ظاہر ہوئیں۔ جن کا اظہار زبان اور قلم سے نہیں ہو سکتا۔ تذکرہ مجددیہ[۱] میں لکھا ہے کہ ایک روز ایک شخص نے جس کا مذہب شیعہ امامیہ تھا حضرت کی کتاب مکتوبات کو ہاتھ میں لے کر کھولا اور ایک صفحہ پر حضرت صدیق اکبر ابوبکر خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح لکھی دیکھی۔ فوراً کتاب کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ منہ سے بھی کلمات تبرا کہے۔ جب رات کو سویا تو دیکھا کہ شیخ احمد مجدد اس کے گھر آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے مردود تو نے میری کتاب کو ہاتھ سے بڑے غضب کے ساتھ پھینک دیا اور حضرت صدیقؓ اکبر کی نسبت کلمات بے ادبی کے کہے تو سزا کے لائق ہے۔ آئیں تجھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

---

[۱] تذکرہ مجددیہ کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے۔ محمد دین فوق نے اسے حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری
(ف ۱۰۴۰ھ) کی تصنیف بتایا ہے (محمد دین فوق، تذکرہ علماء و مشائخ لاہور ص ۱۵)

[۲] تفصیل کے لئے دیکھئے ضمیمہ ثانی کتاب ہذا ص ۲۹۷

کی خدمت میں لے جاؤں اور تجھے سزا دلواؤں۔ یہ کہہ کر اس کو پکڑ لیا اور کھینچتے کھینچتے دوسرے مکان میں علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں لے گئے اور حال بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بداعتقاد بزرگوں کی کتاب کو اس طرح پھینکتا ہے اور اصحابِ نبیؐ کو برا کہتا ہے تو لائق سزا ہے یہ کہہ کر حضرت لے اٹھے اور ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا جس کے صدمے سے اس کی نیند کھل گئی اور آنکھوں سے خون جاری دیکھا۔ پھر آئینہ لے کر منہ دیکھا تو تمام سیاہ پایا۔ اسی وقت اس اعتقاد سے توبہ کی۔ علی الصباح حضرت کی خدمت میں آکر مرید ہوا۔ مرید ہوتے ہی چہرہ کی سیاہی جاتی رہی۔ تمام عمر حضرت نے ہدایت و ارشاد کے کام میں صرف کی۔ اگرچہ علمائے ظاہر[1] نے حضرت کی عداوت پر کمر بستہ رکھی، مگر خدا کی امداد اور پیرانِ عظام کی حمایت سے فتح یاب نہ ہوئے۔ ولادت حضرت کی باقوالِ صحیح ۹۷۱ ہجری میں اور وفات منگل کے روز وقت صبح سلخ ماہ صفر سال ایک ہزار پینتیس[2] ہجری میں وقوع میں آئی اور عمر تریسٹھ برس کی۔ مزار سرہند میں ہے۔

قطعۂ تاریخ

چوں جنابِ شیخ احمد شیخ دین	دل ازیں دنیا بجنت باز بست
احمد فیاض کامل سال اوست ۱۰۳۵	بار دیگر پیر احمد حق پرست ۱۰۳۵

۱؎ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مخالفین کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد اقبال مجددی، احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری۔ لاہور، ۱۹۷۲ء) مکتوبات کے علاوہ رسائل مبدا و معاد، معارف لدنیہ، مکاشفات عینیہ، شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ ردِ روافض، چہل حدیث امام ربانی شائع ہو چکے ہیں اور تعلیقات عوارف المعارف اور رسالہ جذب و سلوک ابھی تک دریافت نہیں ہوئے ہیں۔

۲؎ حضرت مجدد کا صحیح سالِ وفات ۱۰۳۴ھ ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) بدرالدین سرہندی: وصالِ احمدی، کراچی ۱۳۸۰ھ (۲) محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات۔ لکھنؤ ۱۳۰۷ھ
(۳) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب عالم لاہور ۱۹۷۲ء؛ اردو ترجمہ لاہور ۱۳۴۰ھ
(۴) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ قلمی مخزونہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور، اردو ترجمہ لاہور ۱۳۳۵ھ
(۵) غوثی مندوی: اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار آگرہ ۱۳۲۶ھ ص۵۲۷

(باقی اگلے صفحہ پر)

بحرمت جدکم الامجد علیه وعلی آله افضل الصلوات والتسلیمات

ماخوذ از عرفانیات باقی مرتبہ نظام الدین احمد کاظمی حیرت۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۷۰ء

۴۸۔ حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری المشہور بحضرت ایشاں نقشبندی قدس سرہٗ

ولی مادر زاد قطب الارشاد صاحب حال وقال جامع کمال ظاہری وباطنی ومظہر جمال صوری و معنوی تھے۔ شجرہ ان کے بزرگوں کا خواجہ علاء الدین عطار حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلیفہ اعظم کے ساتھ ملتا ہے اور نام ان کے باپ کا میر سید شریف بن خواجہ ضیاء[1] بن خواجہ

(بقیہ حاشیہ) (۶) محمد صادق : کلمات الصادقین قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات۔

(۷) علی اکبر اردستانی : مجمع الاولیاء قلمی ذخیرہ آذر کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر H - 8

(۸) عبد الفتاح بن میر محمد نعمان بدخشی : مفتاح العارفین ۱۰۷۰ھ قلمی ذخیرہ شیرانی نمبر ۱۶۱۳/۲۲۲۳۔

(۹) محمد فضل اللہ : عمدۃ المقامات، سندھ ۱۳۵۵ھ۔

(۱۰) سراج احمد بن محمد مرشد : سیر المرشدین در احوال وانساب اولاد حضرت مجددؒ بحوالہ ہدیہ احمدیہ ص ۱۶۔

(۱۱) احمد ابو الخیر مکی : ہدیہ احمدیہ (انساب صاحبزادگان حضرت مجددؒ) کانپور ۱۳۱۳ھ۔

(۱۲) محمد مظہر مجددیؒ : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی ۱۲۸۲ھ وعربی ترجمہ مطبوعہ قزان ۱۸۹۶ء۔

(۱۳) ابو الفضل محمد احسان : سوانح عمری حضرت مجددؒ دہلی ۱۹۲۹ء۔

(۱۴) محمد منظور نعمانی : تذکرہ حضرت مجددؒ الف ثانی، لکھنؤ ۱۹۵۹ء۔

(۱۵) زوار حسین سید : حضرت مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۷۴ء۔

16. Friedman : Shaykh Ahmad Sirhindi . Montreal 1971.

(۱۷) محمد اشرف بن خواجہ محمد معصوم خواجہ : حل المغلقات فی الرد علی اہل الضلالات بہ تصحیح وحواشی محمد اقبال مجددی لاہور۔

(۱۸) وحدت عبد الاحد شاہ گل : شواہد التجدید مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، مجلہ الرحیم ستمبر اکتوبر ۱۹۶۷ء۔

(۱۹) معین الدین ٹھٹھوی : بہجۃ النظار فی براۃ الابرار در رد مخالفین حضرت مجددؒ قلمی مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی کراچی۔

(۲۰) نظام الدین شکارپوری : رد شبہات در جواب مخالفین حضرت مجددؒ قلمی مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی

[1] خواجہ محمود ضیاء الدینؒ (معین الدین بن خواجہ خاوند محمود : المرغبۃ القلوب ورق ۱۲ ب

میر محمد بن تاج الدین حسین[1] بن خواجہ علاء الدین عطار تھا۔ بعیت حضرت کی اگرچہ بظاہر خواجہ ابواسحاق سفید[2] کے ہاتھ پر ہوئی، مگر نسبت اویسی شاہ بہاء الدین نقشبند کے ساتھ تھی۔ ولادت[3] حضرت کی شہر بخارا میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں حضرت بعد حصولِ فراغت علوم ظاہری شہر وخش میں آئے۔ وہاں سے کابل میں چندے سکونت رکھی۔ پھر کشمیر جنت نظیر میں آکر چند سال وہاں رہے اور ہزارہا مخلوق کو نسبت نقشبندیہ سے سرفراز کیا۔ پھر عزم سیر ہندوستان ہوا۔ چنانچہ دہلی و اکبرآباد وغیرہ بڑے بڑے شہروں کی سیر کرکے لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ اگرچہ ارادہ وطن کے جانے کا تھا، مگر شاہجہان بادشاہ کی التجا[4] سے یہاں ہی قیام کیا اور تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ خواجہ معین الدین ان کے فرزند نے کتاب رضوانی[5] ان کے احوال میں لکھی

---

[1] ملا معین الدین نے اپنے نسب نامہ میں کسی تاج الدین حسین کا ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا یہاں یہ نام زائد ہے ...
(المرفقۃ القلوب ورق ۱۲ ب) خواجہ محمد اعظم نے شجرہ نسب کی جو تحقیق پیش کی ہے (اعظمی ص ۱۴۰) وہ ملا معین کے مقابلہ میں اہمیت نہیں رکھتی۔ ملا معین نے اپنا شجرہ اس طرح سے لکھا ہے:

معین الدین بن خاوند محمود بن میر سید شریف بن خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ میر محمد بن خواجہ علاء الدین
حامد حسین بن خواجہ علاؤالدین عطار (المرفقہ ۱۲ ب)

[2] حضرت خواجہ محمد اسحاق دہ بیدی از فرزندان مخدوم اعظم خواجہ احمد کاسانی (است)۔ (اعظمی ۱۳۹)

[3] سال ولادت ۹۷۱ھ (اعظمی ۱۳۹)

[4] کشمیر میں اہل تسنن و تشیع کے اختلاف اور آپ کی مداخلت کی وجہ سے شاہجہان نے انہیں کشمیر سے لاہور ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا (اعظمی ۱۳۸) ملاحظہ ہو

(۱) معین الدین: کتاب رضوانی قلمی جموں و کشمیر کلچرل اکیڈیمی سری نگر
(۲) ایضاً، مقامات محمودیہ قلمی انڈیا آفس ۱۰۹۵/۲ء (۳) محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ۱۳۸-۱۴۰
(۴) عبدالحمید لاہوری: بادشاہ نامہ جلد دوم حصہ اول ص ۳۳۲ (۵) محمد صالح کنبو: عمل صالح جلد سوم ۲۰۴
(۶) معین الدین مذکور، المرفقۃ القلوب قلمی مملوکہ جی معین الدین لاہور (۷) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس دفتر دوم ص ۱۵۰
(۸) خاوند محمود خواجہ: رسالہ محمودیہ (احوال مشائخ خود و ذکر اولاد الیشان و وظائف) حال ملک انبالہ بک بانڈنگ لاہور

[5] کتاب رضوانی در حالات خواجہ خاوند محمود ایک اہم تذکرہ ہے۔ جموں و کشمیر کلچرل اکیڈیمی سری نگر میں اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔

ہے۔ اس میں صدہا خوارق و کرامات حضرت کے درج کیے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت کے جب روضہ تعمیر ہوا تو خان دوران صوبۂ لاہور جو خشک ملا تھا اور مشائخ عظام کے ساتھ اس کی کمال عداوت تھی، برسر پرخاش ہوا اور مجاور کو بلا کر کہا کہ خاندان نقشبندیہ میں کسی بزرگ کا روضہ آج تک نہیں بنا۔ بلکہ شاہ نقشبند کا بھی روضہ نہیں ہے۔ اس کو گرا دینا چاہیے مجاور نے جواب دیا کہ مجھ کو گرانے کا اختیار نہیں ہے۔ آپ کو اختیار ہے تو گرا دو۔ دوسرے روز خان دوران خود روضہ پر آیا اور حاکمانہ حکم دیا کہ روضہ گرا دیا جائے، مگر جب وہاں سے لوٹ کر شالامار باغ کو چلا تو راستہ میں گھوڑے نے ناخن لیا اور خان دوران کی گھوڑے سے گر کر گردن ٹوٹ گئی۔ تین دن زندہ رہ کر مر گیا۔ نعوذ باللہ من غضب الاولیاء۔ وفات حضرت کی بارھویں شعبان ۱۰۵۲ھ ایک ہزار پنجاہ و دو ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں ہے۔

۸۵۔ شیخ محمد سعید نقشبندی مجددی[1] قدس سرہ

یہ بزرگ دوسرے فرزند شیخ احمد مجدد الف ثانی رح کے ہیں۔ حاوی معقول و منقول جامع فروع و اصول صاحب حال و قال مظہر انوار کمال مخزن برکات معدن خوارق و کرامات ہزاروں خدا کے طالب ان کے وسیلہ جمیلہ سے تکمیل کو پہنچے۔ مؤلف[2] تذکرہ آدمیہ لکھتا ہے کہ ملا بدرالدین مجددی[3] کہتا ہے کہ ایک روز میں شیخ محمد سعید مجددی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک

---

[1] حضرت شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے لاہور سے شائع کر دیے تھے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے آپ کی تعلیقات مشکواۃ المصابیح کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷ ربیع جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ کو فوت ہوئے (روضۃ القیومیہ ۱/۲۹۱-۱۹۲) آپ کے آٹھ فرزند اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ شاہ عبداللہ، لطف اللہ، مولوی فرخ شاہ، سعدالدین، شیخ عبدالاحد وحدت، خلیل الرحمان، محمد یعقوب اور محمد تقی آپ کے صاحبزادے تھے (ہدیہ احمدیہ ۸-۹)

[2] خواجہ عبدالخالق سرہندی مرید حضرت شیخ آدم بنوڑی

[3] مصنف حضرات القدس اور وصال احمدی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

خادم پان کا بیڑا، ڈھاک کی پتی میں لپیٹا ہوا حاضر لایا۔ حضرت نے اس کو کھول کر بیڑا پان کا تو کھا لیا اور ڈھاک کی پتی کو پھر اسی طرح باندھ کر میری طرف پھینکا۔ میں سمجھا کہ شاید اس میں بیڑا پان کا ہے بڑی تعظیم کے ساتھ میں نے اس کو اٹھا لیا اور کھولا تو خالی پایا۔ حاضرین مجلس اس بات پر متبسم ہوئے اور میں نادم ہوا۔ رفع ندامت کے لیے میں نے وہ پتا بدستور لپیٹ کر پگڑی میں رکھ لیا جب مجلس سے اٹھ کر گھر پہنچا اور چاہا کہ پگڑی سے وہ پتا نکال کر پھینک دوں تو دیکھا کہ وہ پتا پان کا بیڑا بنا ہوا تھا۔ یہ تصرف حضرت کا دیکھ کر میں سخت حیران ہوا اور بڑی خوشی کے ساتھ کھا لیا۔ وہ لذت پائی کہ تمام عمر نہ بھولا۔ وفات حضرت کی سن ایک ہزار ستر ۱۰۷۰ھ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار سرہند میں ہے اور عمر اسّی برس کی۔

۸۶۔ شیخ محمد معصوم[1] نقشبندی مجددی سرہندی قدس سرہٗ

یہ بزرگ فرزند میانگی شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کے قطب المشائخ مقتدائے زمانہ مردِ یگانہ تھے۔ سولہ برس کی عمر میں انہوں نے ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرکے دستار فضیلت کی باندھی۔ پھر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں تکمیل باطنی پائی۔ صحبتِ اغنیا سے ان کو کمال نفرت تھی۔ اگرچہ شاہ اورنگ زیب عالمگیر حضرت کا مرید و کمال معتقد تھا، مگر حضرت کبھی اس کے دربار میں نہ گئے[2] اور نہ زر نقد و جاگیر وغیرہ کی طمع کی اور مرید حضرت کے جو ان کی توجہ موجہ سے درجۂ قرب

(بقیہ حاشیہ) ملاحظہ ہو (۱) محمد سعید خواجہ : مکتوبات مرتبہ حکیم عبد المجید سیفی لاہور

(۲) محمد ہاشم کشمی : زبدۃ المقامات ص ۳۰۰ تا ۳۱۵ (۳) بدر الدین سرہندی : حضرات القدس دفتر دوم ص ۲۰۰-۲۲۵

(۴) کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۱۷ - ۲۲۰

(۵) فضل اللہ حاجی : عمدۃ المقامات ۲۲۶ - ۲۳۰

[1] حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی کے جانشین تھے۔ لاتعداد انسانوں کو آپ سے ظاہری و باطنی فیض حاصل ہوا۔ مکتوبات معصومیہ (۳ جلد)، اذکار معصومیہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

تک پہنچے۔ تین لاکھ سے زائد تھے۔ حضرت ہندوستان سے سفر کرکے حرمین الشریفین کو گئے اور حج و زیارت سے مستفید ہوئے۔ محمد صدیق پشاوری[1] سے نقل ہے کہ میں پشاور سے بسواری استر سرہند کو بامیدِ ملازمت حضرت کے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ استر بے بس ہو کر بھاگا اور میں زین سے گرا، مگر ایک پاؤں میرا رکاب میں ہی اٹکا رہا۔ ایسی حالت میں کہ استر دوڑا جاتا اور میں زمین پر کھنچا ہوا اس کی رکاب میں جاتا تھا۔ میں زندگی سے ناامید ہوا اور بحالتِ ناامیدی حضرت کو یاد کیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور استر کو پکڑ کر پاؤں میرا رکاب سے جدا کیا۔ جب اپنے کو سنبھالا اور چاہا کہ قدم بوس ہوں مگر حضرت کو نہ پایا۔ ولادت حضرت کی سن ایک ہزار نویں اور وفات سال ایک ہزار اسی[2] میں واقع ہوئی۔

۸۷۔ خواجہ معین الدین[3] خلف خواجہ خاوند محمود نقشبندی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ خواجہ خاوند محمود نقشبندی لاہوری کے بیٹے تھے۔ بعد وفات پدر بزرگوار کے

---

[1] حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رح، حضرت خواجہ محمد معصوم کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔ بہت سے حضرت خواجہ کے مکتوبات آپ کے نام ہیں (مکتوبات معصومیہ جلد اول مکتوبات ۱۸، ۵۶، ۵۹، ۶۶، ۸۴، ۱۱۱، ۲۲۴، ۱۱۴، ۱۱۸، ۱۶۹، ۱۴۹، ۱۴۶، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۴)

[2] خواجہ محمد معصوم کا صحیح سالِ وفات ۱۰۷۹ھ ہے (ر۔ک جواہر علویہ)

[3] ملا معین الدین کشمیری جید عالم تھے کثیر التصانیف فاضل تھے۔ ان کے والد بزرگوار خواجہ خاوند محمود نے انہیں کشمیر میں اپنی خانقاہ میں مقیم ہو کر رشد و ہدایت خلق کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ ملا معین الدین، اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے عہد کی پیدا کردہ بدعات کے خاتمہ کے لیے کوشاں رہے۔ جب محی الدین اورنگ زیب کا دور آیا تو زبدۃ التفاسیر کے نام

(بقیہ حاشیہ) سے قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ جس کے خطبہ میں تحریر فرماتے ہیں :
"میں عرصہ دراز سے ان بدعات واہوائی وجہ سے پریشان تھا جو اس ملک میں رائج ہیں۔ بیس سال کے بعد عالمگیر کا دور آیا اور مجھے اور ملک کو اطمینان حاصل ہوا تو بطور شکریہ میں نے یہ تفسیر لکھ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔" (زبدۃ التفاسیر قلمی مخزونہ سعیدیہ لائبریری ٹونک بحوالہ قاضی محمد عمران : ملا معین کشمیری مقالہ مشمولہ معارف مارچ ۱۹۶۷ء ص ۲۳۱)
ملا معین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد بھی تھے۔
ملا معین الدین کی حسب ذیل تصانیف ہمارے علم میں ہیں :
(۱) فتاوی نقشبندیہ (معاصر علماء کی خواہش پر مرتب کیا) متعدد خطی نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ ملا یعقوب تاجر کتب کوئٹہ کے پاس ہے۔
(۲) کنز السعادت (مسائل فقہ و در آغاز کتاب احوال مجمل خاندان خود) دو نسخے خطی (i) ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (ii) پنجاب پبلک لائبریری لاہور نمبر ۲۹۷/۲ معین / ش ۶، ۲۹۷ - غز ا - نظا
(۳) کتاب رضوانی (احوال والد خود خواجہ خاوند محمود) قلمی مخزونہ جموں و کشمیر کلچر اکیڈیمی سری نگر
(۴) مقامات محمودیہ (احوال والد خود) قلمی انڈیا آفس لندن نمبر ۱۸۹۵/۲
(۵) زبدۃ التفاسیر (عربی۔ عہد عالمگیر) قلمی مخزونہ پٹنہ لائبریری (فہرست ص ۱۴۴۶) سعیدیہ لائبریری ٹونک
(۶) شرح القرآن (فارسی) بسال ۱۰۷۲ھ (آغاز ۷ رجب انجام محرم چھ ماہ میں) قلمی سعیدیہ لائبریری ٹونک
(۷) مرآۃ العدالۃ (بحوالہ شرح القرآن) (۸) رسالہ رد الملاحدہ (بحوالہ شرح القرآن)
(۹) المرفقۃ القلوب و تحفۃ الکاملین (عربی) فقہ و تصوف، قلمی مملوکہ حجی معین الدین صاحب لاہور، ملا معین کشمیری کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی صحیح بخاری اور رسالہ تحقیق الاشارہ تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اپنے ہاتھ سے ۱۰۵۹ھ میں لکھا تھا۔ یہ دونوں خطی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں محفوظ ہیں (بحوالہ حکیم قاضی محمد عمران ص ۲۲۵)
(۱۰) مرآۃ الطیبہ در سیرت (بحوالہ اعظمی ۱۹۰) ماخذ ہو:
(۱) محمد اعظم : تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۳۰ ـ ۱۲۹ (۲) سکین : تحائف الابرار تاریخ کبیر کشمیر
(۳) فوق محمد دین : روضۃ الابرار (۴) فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ ص ۴۲۱
(۵) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند ص ۵۰۱ (باقی بر صفحہ آئندہ)

کشمیر میں سکونت اختیار کی اور اس خانقاہ میں جو ان کے باپ کی تعمیر تھی۔ مقام کیا۔ تمام عمر ہدایت وارشاد میں گزرانی۔ علمائے ظاہری بھی حضرت کے دل سے فرمانبردار تھے۔ ہر ایک مقدمہ میں جو حضرت فتویٰ دیتے۔ کسی کو انکار نہ ہوتا۔ وفات ان کی بقول صاحب تواریخ ڈھیری ماہ محرم سن ایک ہزار پچاسی ہجری میں واقع ہوئی۔

۸۸۔ شیخ سیف الدین[۱] بن شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہم

یہ بزرگ خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے باپ کے جانشین تھے۔ جامع تھے علوم ظاہری باطنی و کمالات صوری و معنوی و زہد و ورع و تقویٰ و عبادت و اتباع سنت و شریعت اور از غایت پرہیزگاری کے سبب سے مخاطب بخطاب محی السنت تھے۔ جو کوئی شخص کفار یا فساق و فجار میں سے ان کے روبرو آتا تائب ہو جاتا۔ دنیاداروں کی صحبت سے ان کو کمال نفرت تھی اہل محفل میں سے جب کوئی لفظ اللہ کا زبان پر لاتا تو شیخ پر حالت وجد طاری ہو جاتی۔ ان کی خانقاہ میں ہر روز چار سو آدمی درویش دو دو وقتہ کھانا کھاتے تھے اور کھانا ہر ایک شخص کے کہنے کے بموجب تیار ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی سن ایک ہزار اٹھانوے ہجری[۲] میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار سرہند میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ) (۶) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۵/۴۰۶

(۷) محمد عمران خاں قاضی : معین بن محمود کشمیری اور ان کی تصانیف مقالہ مشمولہ معارف مارچ ۱۹۶۷ء ص ۲۲۳ تا ۲۲۴

[۱] حضرت خواجہ سیف الدین رح نے اپنے زمانے میں احیائے سنت اور رفع بدعت کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیے۔ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ محمد معصوم رح نے اورنگ زیب کی درخواست پر شاہی دربار میں بھیج دیا۔ جہاں آپ بقول محمد ساقی مستعد خاں قلعہ کے اندر شاہی محل کے جوار میں رہنے لگے۔ بادشاہ اکثر کاروبار سلطنت سے فراغت کے بعد رات گئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحبت سے فیض یاب ہوتا (مآثر عالمگیری ۸۲) حضرت سیف الدین نے بادشاہ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت اور احیاء سنت کے لیے بڑا کام کیا۔ آپ کے مکتوبات طبع ہو چکے ہیں۔ ان میں اورنگ زیب کے نام آپ کے ۱۸ مکتوبات ہیں

(محمد اعظم بن خواجہ سیف الدین : مکتوبات سیفیہ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کراچی)

[۲] مفتی صاحب نے خواجہ سیف الدین کا سال وفات ۱۰۹۸ھ لکھا ہے۔ جو درست نہیں۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

۸۹۔ شیخ سعدیؒ بلخاری مجددی لاہوری قدس سرہ

لاہور کے بزرگان نقشبندیہ میں سے یہ بزرگ صاحب کمال مشہور ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں ان کو شوق حق دامن گیر ہوا اور مولانا حاجی سعداللہ وزیرآبادی[۲] کے ذریعہ سے بخدمت شیخ آدم بنوری[۳] جو بڑے بزرگ اور شیخ احمد مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے حاضر ہوئے اور تکمیل ظاہری و باطنی

(بقیہ حاشیہ ، صحیح سال وفات ۲۰ جمادی الاخری ۱۰۹۶ھ ہے (رافت رؤف احمد شاہ : جواہر علویہ ص۱۲۶)

اور ولادت ۱۰۴۹ھ میں سرہند میں ہوئی (ایضاً ص۱۲۲)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) محمد اعظم بن خواجہ سیف الدین : مکتوبات سیفیہ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، کراچی (س-ن)

(۲) کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ رکن دوم ص۱۴۷ ، ص۱۸۰

(۳) محمد فضل اللہ : عمدۃ المقامات ص۲۹۱، ص۲۹۲ (۴) رؤف احمد رافت مجددی : جواہر علویہ ص۱۲۲، ص۱۲۷

۱۔ حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ ۱۰۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد صادق تھا (محمد عمر چمکنی میاں : ظواہر ورق ۱۰۱ آ) آپ کے والد کا نام ابدال تھا (ایضاً ۱۰۹ ب) مگر آپ کے نام کے ساتھ مفتی صاحب نے جو بلخاری کی نسبت لکھی ہے ، ہماری سمجھ میں نہیں آسکی۔ ہمارے خیال میں یہ نسبت بلغاری ہے۔ افغانستان میں اس نسبت کے بعض بزرگ گزرے ہیں ۔ ممکن ہے آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی قصبہ بلغار سے ہو۔

۲۔ مولانا حاجی سعداللہ وزیرآبادی ف ۱۱۰۲ھ اپنے وقت کے بڑے عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے ۔ سلوک مجددیہ کے تذکروں میں آپ کا نام "اسداللہ" بھی لکھا ہوا ہے (مکتوب حضرت خواجہ سیف الدین بنام حاجی اسداللہ وزیرآبادی، مکتوبات سیفیہ ص۷۱ ، ص۱۲۲ ، محمد رفیع اخوند : قران السعدین قلمی

حاجی اسداللہ حضرت شیخ آدم بنوری کے خلیفہ تھے ۔ ان کا مسکن و موطن سرائے وزیر خاں (وزیرآباد ضلع گجرات پاکستان) تھا۔ پشاور، لاہور اور وزیرآباد میں ساری زندگی تبلیغ و ارشاد میں کی ۔ سلسلہ مجددیہ آدمیہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا (محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین قلمی ورق ۲۱۶ ب ---- ۲۲۲

۳۔ حضرت شیخ آدم بنوریؒ خلیفہ اعظم حضرت مجدد الف ثانیؒ ف ۱۰۵۳ھ نے سلوک مجددیہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا آپ کے لاتعداد مرید و خلفاء تھے۔ آپ کی مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے (باقی برصفحہ آئندہ)

پائی اور ہمراہ پیر روشن ضمیر کے حرمین الشریفین کو گئے۔ چند سال وہاں بسر کیے۔ جب شیخ آدم بمقام مدینہ فوت ہوگئے[1]۔ تو شیخ سعدی لاہور میں آئے اور قیام اختیار کیا۔ حضرت کے خوارق وکرامات کتاب روضۃ السلام[2] میں بہت درج کیے ہیں۔ جن کی تشریح کی گنجائش اس مختصر کتاب میں نہیں ہے۔ وفات حضرت کی تیسری ربیع الثانی روز چہارشنبہ سن ایک ہزار ایک سو آٹھ میں واقع ہوئی اور مزار بیرون لاہور موضع مزنگ کے پاس ہے۔

۹۰۔ سیّد نور محمد بدایونی[3] قدس سرّہٗ

یہ حضرت خلیفہ اعظم شیخ سیف الدین بن محمد معصوم مجددی کے تھے۔ حالتِ استغراق ومستی

(بقیہ حاشیہ) شاہجہان نے آپ کو ملک بدر کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ عرب شریف میں رہے اور یہیں آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے خلاصۃ المعارف قلمی دو جلد مملوکہ محمد اقبال مجددی ۲۔ نظم النکات ۳۔ نکات الاسرار ۴۔ وضوح المذاہب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے خلیفہ مولانا محمد امین بدخشی نے آپ کے حالات پر ایک ضخیم کتاب نتائج الحرمین لکھی تھی۔ جس کے خطی نسخے کتاب خانہ سجانہ مارٹی پشاور، اسلامیہ کالج لائبریری پشاور اور کتاب خانہ مولانا یوسف بنوری کراچی میں موجود ہیں۔

[1] بسال ۱۰۵۲ھ (بدرالدین سرہندی، حضرات القدس دفتر دوم ص۲۵۶)

[2] روضۃ السلام، شیخ شرف الدین کشمیری ف ۱۲۰۵ھ کی تصنیف ہے۔ ہمیں اس وقت تک اس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔

[3] حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ اپنے وقت کے اجل عالم اور پابند شرع صوفی تھے۔ ہر وقت کتاب وسنن اپنے پاس رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے۔ ایک مرتبہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے راست پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین روز تک سیر باطنی بند رہا۔ آپ سے بے شمار انسانوں نے باطنی فیض حاصل کیا۔ جن میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ جن سے سارے عالم اسلام میں مجددی سلوک کا عام رواج ہوا۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) رافت رؤف احمد: جواہر علویہ ۱۲۷ - ۱۳۰ (۲) نعیم اللہ بہڑائچی: معمولات مظہریہ کانپور ۱۲۷۵ھ

(۳) شاہ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری، دہلی ۱۲۶۹ھ۔ ۲۱۔ ۲۵

ان کی طبیعت پر غالب تھی صحبت اہل دنیا سے کمال پرہیز تھا خوارق وکرامات بے انتہا ان سے سرزد ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک روز دو کس جن کا مذہب شیعہ تھا خدمت میں حاضر آئے اور امتحاناً درخواست بیعت کی۔ حضرت نے بنورِ باطنی ان کے حال سے واقف ہو کر فرمایا کہ اول عقیدۂ باطلہ شیعہ سے تائب ہو کر اپنے قلب کو صاف کرو۔ بعد ازاں بیعت کرنے کا اختیار ہے۔ چنانچہ ایک شخص ان میں سے بصدقِ باطن تائب ہوا اور بیعت کی۔ دوسرے کو توفیق رفیق نہ ہوئی۔ وفات ان کی یازدہم ذی قعدہ سن ایک ہزار ایک سو پینتیس میں واقع ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

۱۹۔ شیخ عبد الاحد بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدّد قدس سرہٗ

یہ بزرگ جانشین وخلیفہ اپنے والد بزرگوار کے تھے۔ بعد وفات پدر عالی قدر کی مسندِ ہدایت و ارشاد پر بیٹھے۔ ہزارہا طالبانِ خدا ان کے ذریعہ سے اپنے مطلوب کو پہنچے۔ سلسلہ مجدّدیہ ان کی ذات بابرکات سے تمام زمانہ میں پھیل گیا۔ خلفاء ان کے تمام دور دراز ملکوں سے مکہ مدینہ میں جاکر مصروف بہدایت خلق ہوئے۔ خوارق وکرامت کے اظہار میں حضرت کو کمال انکار تھا، مگر اکثر اوقات بے اختیار سرزد ہوتے۔ چنانچہ ایک بے ادب عورت جس کا بیٹا حضرت کی بیعت میں آکر تارک الدنیا ومجذوب ہو گیا تھا، حضرت کے روبرو آحاضر ہوئی اور کلمات بے ادبی کے کہنے شروع کیے۔ حضرت نے صبر کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ آخر جب دیکھا کہ غیرتِ الٰہی در پے انتقام ہے تو ایک خادم کی طرف اشارہ کیا کہ اس عورت کو ایک طمانچہ مار۔ خادم نے زبانی عورت کو منع کیا اور طمانچے کے لگانے سے متامل رہا۔ عورت اسی وقت گر پڑی اور مر گئی۔ حضرت اپنے خادم پر کمال غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ اگر تو طمانچے لگانے میں دیر نہ کرتا تو اس عورت کی جان برباد نہ جاتی۔ کیونکہ اس حالت میں اس بدگوئی شدید کا انتقام میری طرف سے ہو جاتا اور اب منتقم حقیقی نے یہ انتقام لیا اور جان اس کی جاتی رہی۔ خون اس عورت کا تیری گردن پر ہے۔ وفات حضرت کی سال ایک ہزار ایک سو [۱۱۴۲]

(بقیہ حاشیہ) (۴۴) محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ ۴۲ - ۴۴

مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ کا مزار سرہند میں ہے۔ یہ درست نہیں۔ آپ کا مزار دہلی میں جوار حضرت نظام الدین اولیاءؒ باغ مکرم خاں میں ہے (جواہر علویہ ص ۱۳۰)

بیالیس ہجری میں[۱] واقع ہوئی۔

۹۲۔ شیخ محمد عابد نقشبندی[۲] مجددی قدس سرہٗ

یہ بزرگ شیخ عبدالاحد کے خلیفوں میں سے ان کے جانشین و قائم مقام تھے۔ نسبت

۱؎ حضرت شیخ عبدالاحد متخلص بہ وحدت معروف بہ شاہ گل کا صحیح سال وفات ۱۱۲۶ھ ہے (محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی) مفتی صاحب نے ۱۱۴۲ھ غلط لکھا ہے۔ آپ نے بہت سے رسائل و کتابیں تصنیف کیں۔ تقریباً تیس کے حوالے ملتے ہیں۔ جن میں سے جنبات الثمانیہ اور شواہد التجدید، رسالہ شرح کلمات قدسی آیات مکاتیب حضرت مجددؒ۔ آپ نے حضرت مجددؒ کی حمایت اور مجددی تحریک کے مخالفین کے رد میں لکھے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ رکن اول ۲۹۹ - ۳۰۶

(۲) فضل اللہ: عمدۃ المقامات ۲۴۳-۲۵۰ (۳) رأفت رؤف احمد: جواہر علویہ ۲۰۷ - ۲۰۸

(۴) محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص۲۶ ص۳۰

(۵) وحدت عبدالاحد، گلشن وحدت (مکتوبات) جامع خواجہ محمد مراد ٹنگ کشمیری مرتبہ مولانا عبداللہ جان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء (۶) محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی کشمیر ۱۳۵۵ھ

(۷) ایضاً: فیض مراد قلمی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب

۲؎ شیخ محمد عابد حنفی نقشبندی سنامی۔ آپ کے معمولات اور مجاہدات و ریاضات کا ذکر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے بھی کیا ہے (رسالہ در حالات حضرت مرزا مظہر ص۳۰) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے آپ سے باطنی استفادہ کیا تھا

مفتی صاحب نے شیخ محمد عابدؒ کا سال وفات ۱۱۶۰ھ لکھا ہے۔ لیکن فقیر محمد جہلمی نے ۱۱۶۶ھ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ضمیمہ ثانی کتاب ہذا صفحہ ۲۹۷

پدری ان کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی تھی۔ عبادت و ریاضت میں حضرت کو یہاں تک توجہ تھی کہ سوائے عبادت کے کسی کام کی طرف رغبت نہ تھی۔ ہر روز بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات بحبس دم و تلاوت یک منزل قرآن و ہزار بار درود شریف وظیفہ تھا اور تہجد کی نماز میں ساٹھ مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھے جاتے تھے اور بکمال اشتیاق پاپیادہ ہند سے روانہ ہو کر حرمین الشریفین میں پہنچے اور حج و زیارت روضہ رسول مقبول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہوئے۔ وفات ان کی اٹھارہویں ماہ رمضان المبارک ایک ہزار ایک سو ساٹھ ہجری الاقدس میں واقع ہوئی۔

۹۳۔ شاہ شمس الدین حبیب اللہ المخاطب بہ مرزا جاناں قدس سرہٗ

یہ بزرگ سادات علوی میں سے صاحب مقامات بلند مدارج ارجمند تھے۔ شجرہ نسبی ان کا اٹھائیس[1] واسطوں کے ساتھ حضرت امام محمد بن حنیف بن علی المرتضیٰ کے ساتھ ملتا ہے۔ ان کے نانا ان دہلی کے دربار میں امیر کبیر تھے۔ قرابت بھی سلاطین تیموریہ کے ساتھ رکھتے[2] تھے۔ چنانچہ

ملاحظہ ہو :

(۱) غلام سرور مفتی لاہوری : خزینۃ الاصفیاء اول ص۶۷۳۔ ص۶۷۴

(۲) غلام علی دہلوی : مقامات مظہری ۔ ۲۹-۳۲

(۳) فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ ص۴۴۴-۴۴۵ (۴) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند ص۴۴۸-۴۴۹

(۵) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۶ ص۳۲۶، ص۳۲۷

[1] اٹھائیس واسطے غلط ہیں۔ انیس واسطے ہونے چاہئیں (نعیم اللہ بہرائچی : معمولات مظہریہ ص۱۱)

[2] حضرت مرزا صاحب کے اجداد میں سے دو بزرگ باباخان اور مجنون خاں ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : مآثر الامرا، ۱/۲۹۱-۲۹۲، ۳/۲۰۹-۲۱۱۔ اور دیگر درباری کتب تاریخ مغلیہ

امیر عبدالسبحان[1] نواسہ اکبر بادشاہ کا ان کا دادا تھا۔ والد ان کا مرزا جان[2] ترک بھی ایک امیر الامرا شخص تھا۔ جو تارک الدنیا ہوا۔ اس نے ظاہری دولت ترک کر کے فقیری اختیار کی اور خاندان قادریہ میں مرید شاہ عبدالرحمان قادری کا ہوا۔ میرزا جان جاناں جب سولہ برس کی عمر کے ہوئے۔ باپ ان کے فوت ہو گئے۔ انہوں نے توسل بخاندان نقشبندیہ مجددیہ ڈھونڈ کر سید نور محمد بدایونی کے مرید ہوئے۔ پھر بخدمت حاجی محمد افضل[3] و حافظ سعداللہ[4] و خواجہ محمد عابد مشائخ مجددیہ سے فیض یاب ہو کر تکمیل پائی۔ اور مسند ہدایت وارشاد پر بیٹھ کر ہزاروں طالبان حق کو واصل بحق کیا۔ آخر بتاریخ نہم ماہ محرم الحرام سن ایک ہزار ایک سو پچانوے ۱۱۹۵ھ چند معاندان خاندان نقشبندیہ سے کہ عقیدہ نجدیہ رکھتے تھے بحسرت شہادت لغلوله تفنگ پیا۔ چوراسی برس کی عمر پائی۔ کیونکہ ولادت حضرت کی گیارہویں ماہ رمضان روز جمعہ ۱۱۱۱ھ[5] ایک ہزار گیارہ میں واقع ہوئی تھی۔

---

[1] امیر عبدالسبحان کے والد مرزا محمد امان کے بارے میں مولانا محمد نعیم شہرانی نے لکھا ہے کہ ان کی شادی اکبر کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ لیکن اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ مرزا عبدالسبحان کی شادی اسد خاں وزیر کی لڑکی یا خالہ زاد بہن سے ہوئی تھی۔

[2] مرزا جان اورنگ زیب کے منصب دار تھے۔ غالباً کسی اہم عہدے پر فائز نہیں تھے۔ اس لیے ان کا نام تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اورنگ زیب دکن میں تھا تو انہوں نے ملازمت ترک کر کے سارا اثاثہ غریبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

[3] شیخ محمد افضل، حضرت شیخ عبدالاحد وحدتؒ کے مرید تھے۔ جید عالم تھے۔ حدیث اور فقہ میں کمال حاصل تھا۔ ۱۱۴۶ھ میں انتقال کیا (نزہۃ الخواطر ۶/۲۰۱۔ مقامات مظہری ۲۵۔ ۲۷

[4] حافظ سعداللہ دہلویؒ نے حضرت محمد صدیق بن خواجہ محمد معصومؒ کے مرید تھے۔ ۱۱ رشوال ۱۱۵۲ھ میں انتقال کیا۔

(شاہ غلام علی دہلوی، مقامات مظہری ۲۵۔ ۲۷ ، نزہۃ الخواطر ۶/۹۸)

[5] ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "مرزا مظہر جان جاناں" میں مختلف شواہد کی بنا پر آپ کا سالِ ولادت ۱۱۱۰ھ متعین کیا ہے (بحوالہ خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط صفحہ ۱۳)

حضرت مرزا صاحب صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان اشعار اور بیاض خریطۂ جواہر کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۹۴۔ شاہ عبداللہ المخاطب لسید غلام علی شاہ نقشبندی مجددی دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خلیفہ راستین وجانشین حضرت حبیب اللہ مرزا جان جاناں شہید کے تھے۔ نسبت آبائی ان کی بحضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب سے ملتی ہے۔ ان کے والد سید عبداللطیف قصبہ رد ٹالہ میں سکونت رکھتے اور سلسلہ قادریہ میں مرید شاہ ناصر الدین قادری کے تھے، مگر انھوں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بخدمت مرزا جان جاناں حاضر ہو کر بعیت کی اور تکمیل پائی اور تمام عمر دہلی میں رہ کر بہدایت خلق معروف رہے اور وہ فیض جاری کیا کہ گویا اخیر زمانہ میں ہند کی ولایت ان کی ذات پر ختم ہوئی۔ خوارق وکرامت بیشمار حضرت سے وقوع میں آئے چنانچہ کتاب

(بقیہ حاشیہ) (۱) نعیم اللہ بہڑائچی: معمولات مظہریہ کانپور ۱۲۷۵ھ

(۲) غلام علی دہلوی شاہ: رسالہ در حالات ومقامات حضرت مرزا مظہر (مقامات مظہری)، دہلی ۱۲۶۹ھ

(۳) نعیم اللہ بہڑائچی: بشارات مظہریہ خطی۔ مخزونہ برٹش میوزیم مقالہ عبدالرزاق قریشی، بشارات مظہریہ معارف اعظم گڑھ مئی ۱۹۶۰ء ص ۳۲۵، ۳۲۳

(۴) آزاد غلام علی: سرو آزاد ص ۲۳۱، ۲۳۲ (۵) آرزو: مجمع النفائس قلمی مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب

(۶) درگاہ قلی خاں: مرقع دہلی ص ۱۹ (۷) فارسی شعراء کے تذکرے

(۸) خلیق انجم: مرزا مظہر جان جاناں مقالہ برائے حصول درجہ ڈاکٹری

(۹) عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر اور ان کا کلام (بمبئی ۱۹۶۰ء)

(۱۰) ایضاً: مکاتیب مرزا مظہر فارسی (بمبئی) (۱۱) خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط دہلی ۱۹۶۲ء

علہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ تیرھویں صدی ہجری کے سب سے نامور شیخ طریقت تھے۔ آپ کی بدولت سلسلہ مجددیہ نہ صرف ہندوستان میں پھیلا۔ بلکہ سارے عالم اسلام میں اس کی تعلیمات پہنچ گئیں۔ عرب اور ترکستان میں آپ کے خلیفہ حضرت مولانا خالد کردیؒ نے سلسلہ ارشاد وتلقین شروع کر کے سارے عرب کو متاثر کیا۔ حضرت شاہ غلام علیؒ کی تصانیف میں سے (۱) رسائل سبعہ سیارہ (۲) رسالہ در حالات ومقامات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۳) رسالہ مشغولیہ (۴) رسالہ طریق مجددیہ (۵) درالمعارف (۶) جواہر علویہ (۷) مجموعہ ملفوظات (۸) مکاتیب مشہور ہیں۔

مظہر جان جاناں[1] میں لکھا ہے کہ ایک عورت خدمت میں حاضر ہوئی اور ایک بیمار کی صحت کیلیے عرض کی۔ حضرت اس وقت نان و کباب تناول فرما رہے تھے۔ اس میں سے ایک نان اور تھوڑے کباب اس کو بطور تبرک دے دیے۔ جب وہ گھر میں لے گئی تو کباب مبدّل بحلوا ہو گئے۔ جانا کہ بیمار جان بر نہیں ہو گا۔ دار المعارف[2] میں لکھا ہے کہ حضرت کے ایک مرید کی دختر مر گئی اور حضرت عیادت کے لیے اس کے گھر گئے اور اس کی عورت کی تسلی کی اور فرمایا۔ خدائے تعالیٰ لڑکی کے عوض تجھ کو لڑکا دے گا۔ چونکہ وہ عورت خاوند ضعیف العمر تھے۔ عورت نے عرض کی کہ حضرت مجھ کو ساٹھ سال کی عمر میں اب لڑکا ہونا ناممکن ہے۔ فرمایا کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے۔ اس کی قدرت میں عجب نہیں۔ چند روز کے بعد وہ عورت حاملہ ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا اور نیز اسی

---

[1] کتاب مظہر جان جاناں سے یہاں مراد مقامات مظہری مؤلفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ کے آخر میں ملحقہ ضمیمہ درحالات شاہ غلام علیؒ نوشتہ شاہ عبدالغنی مجددی ہے۔

[2] اس کتاب کا صحیح نام دُرّ المعارف ہے جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے آپ کے خلیفہ ارشد حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی ف ۱۲۵۳ھ نے مرتب کیا تھا۔ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) غلام علی شاہ : مقامات مظہری دہلی ۱۲۶۹ھ

(۲) ایضاً : رسالہ درحالات و مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی بتصحیح مولانا غلام محی الدین قصوری قلمی مملوکہ محترمہ بادشاہ بیگم راولپنڈی۔

(۳) ایضاً : رسائل سبعہ سیارہ۔ مطبع نقشبندی ۱۲۸۲ھ

(۴) ایضاً : رسالہ مشغولیہ قلمی مشمولہ بیاض خواجہ دوست محمد قندھاری مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی

(۵) ایضاً : رسالہ طریق مجددیہ قلمی مملوکہ جی معین الدین صاحب لاہور

(۶) عبدالغنی شاہ مجددی : ضمیمہ مقامات مظہری دہلی ۱۲۶۹ھ (۷) رافت رؤف احمد : دُرّ المعارف دہلی

(۸) ایضاً : جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور (س ن)

(۹) محمد عبداللہ خاں خالدی : البهجة السنية فی آداب الطريقة الخالدیہ۔ مصر ۱۳۱۹ھ

(۱۰) محسن ترہتی : الیانع الجنی مطبوعہ

کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت کا ایک مرید دہلی سے کسی شہر کو روانہ ہوا۔ گاڑی میں اسباب تھا اور خود بھی سوار تھا۔ راہ میں چلتے چلتے دیکھا کہ حضرت سامنے سے آگئے ہیں اور فرمایا ہے کہ گاڑی کو دوڑا کر قافلے سے الگ ہو جاؤ۔ وہ بموجب حکم گاڑی کو دوڑا کر لے گیا۔ جب ایک میل پر پہنچا تو تمام قافلہ کو رہزنوں نے لوٹ لیا اور وہ ان کی وجہ سے سلامت رہے۔ وفات حضرت کی بائیسویں ماہ صفر سن ایک ہزار دو سو چالیس ۱۲۴۰ھ میں واقع ہوئی۔

قطعہ تاریخ

چوں غلام علی بحکم خدا گشت از قید دنیوی آزاد
سال تاریخ رحلتش سرور گو غلام علی ولی آزاد ۱۲۴۰ھ

۹۵۔ شاہ ابو سعید[1] مجددی دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خلیفہ و جانشین شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی کے صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند تھے۔ ان کے والد کا نام صفی القدر[2] بن عزیز القدر[3] بن محمد عیسیٰ[4] بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی رح تھا۔ علوم ظاہری و باطنی و فقہ و حدیث و تفسیر میں بھی طاق و یگانہ آفاق تھے۔ ظاہری علم انہوں نے مفتی شرف الدین[5] دہلوی و مولانا رفیع الدین

---

[1] حضرت شاہ ابو سعید مجددی رح کی ذات گرامی سے نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب اور ترکی میں بھی سلسلہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ مجددی سلسلہ کی آخری فعال خانقاہوں میں سے آپ کی خانقاہ نے بہت سے نمایاں کام سرانجام دیے۔

[2] شیخ صفی القدر ف ۱۲۳۶ھ مدفون لکھنؤ (محمد مظہر، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۹)

[3] شیخ محمد عزیز القدر ف ۱۱۷۱ھ (ایضاً ۶۳)

[4] شیخ محمد عیسیٰ ف ۱۱۵۳ھ عالم و فاضل اور شاعر بھی تھے (احمد کی: ہدیہ احمدیہ ۶۳)

[5] مولانا مفتی شرف الدین رام پوری حنفی ہندوستان کے مشہور مدرسین میں سے تھے۔ پنجاب سے رام پور گئے تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کے پروردہ تھے۔ سراج المیزان، شرح السلم، فتاویٰ فقہ اور رسائل کثیرہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔ ۱۲۶۰ھ میں انتقال کیا۔ (ر۔ک۔ تذکرہ کاملان رام پور ۱۷۰، اخبار الصنادید جلد اول ۴۴، ابجد العلوم ۹۲۰، نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۰۷)

صاحب محدث فرزند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کیا۔ بعد فراغ علم ظاہری شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل و تربیت پائی اور یگانۂ زمانہ ہوئے۔ خوارق و کرامت بہت سے ان کی ذات بابرکات سے سرزد ہوئے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت رام پور اپنے مسکن سے بسواری عرابہ سنبھل کو چلے جاتے تھے۔ شام کے بعد دریا پر پہنچے۔ کشتی و ملاح حاضر نہ تھے۔ حضرت نے گاڑی والے کو حکم دیا کہ بہلی کو دریا میں ڈال دے۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ دریا میں گاڑی ڈال دینا موجب بربادی جان و مال ہے۔ یہ کام مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آخر میں بھی اسی گاڑی میں بیٹھا ہوں تو کچھ اندیشہ نہ کر اور گاڑی دریا میں ڈال دے۔ گاڑی بان اگرچہ ہندو تھا۔ لیکن توکل بخدا کر کے گاڑی دریا میں ڈال دی اور وہ گاڑی حضرت کی توجہ سے پانی پر ایسی چلی گئی جس طرح زمین پر چلتی ہوئی آئی تھی۔ جب دریا سے اتر گئی۔ گاڑی بان فوراً مسلمان ہو گیا اور مرید ہو کر جامہ درویشی پہنا اخیر عمر میں حضرت حج کو گئے اور[1] بزیارت حرمین الشریفین مشرف ہو کر واپس آئے۔ جب بمقام ٹونک پہنچے۔ بروز عید سنہ ایک ہزار دو سو چھپن منگل کے روز وفات کی۔ شاہ عبدالغنی[2] حضرت کے صاحبزادے ان کی نعش کو دہلی میں لائے اور شاہ غلام علیؒ و مرزا جان جاناں کے مزار کی قربت میں دفن کیا۔ پچھتر سال حضرت کی عمر تھی۔

---

[1] آپ ۱۲۴۹ھ میں حرمین الشریفین گئے۔

[2] حضرت شاہ عبدالغنی ۱۲۳۵ھ تا ۱۲۹۶ھ عالم اور معروف مدرس تھے۔ علماء کی کثیر تعداد نے آپ سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا (ر۔ک، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۲، الیانع الجنی، نزہۃ الخواطر ۷/۲۸۹)

حضرت شاہ ابوسعید کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، دہلی ۱۲۰۲ھ صفحہ ۵۹ - صفحہ ۶۴

(۲) عبدالقادر رام پوری: علم و عمل مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول ۲۶۱

(۳) محمد محسن ترہٹی: الیانع الجنی ۶۱ (۴) احمد خاں سرسید: آثار الصنادید ۱۵-۱۶

(۵) احمد علی شوق: تذکرہ کاملان رام پور ۳-۵ (۶) بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی ۳۹۲، ۳۹۴

(۷) معصوم شاہ مجددی: ذکر السعدین فی سیرت الوالدین، مطبوعہ

(۸) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۷/۱۳، ۱۴

۹۶- شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

مرید و خلیفہ شاہ غلام علی و برادر خالہ زاد شاہ ابو سعید مجددی علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ وقت تھے۔ تصانیف ان کی بہت سی مشہور ہیں۔ چنانچہ تفسیر رؤفی اور دیوان رافت ان کی مشہور تصانیف ہیں اور ایک کتاب دُرّ المعارف نام حضرت شاہ غلام علی کے ملفوظات ہیں۔ انہوں نے جمع کی حضرت شاہ غلام علی نے بعد عطائے خرقۂ خلافت ان کو شہر بھوپال کو مامور کیا اور انھوں نے وہاں جاکر قیام کیا اور صدہا طالبانِ حق کو منزل قرب الٰہی تک پہنچایا۔ آخر بارادۂ حج مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جب جہاز دریائے محیط میں پہنچا۔ پیک اجل آیا اور حضرت اس جہانِ فانی سے رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے۔ ایک ہزار دو سو ترپن حضرت کا سالِ وفات ہے۔ شاہ ابو سعید کی وفات کے بعد صرف اڑھائی برس حضرت زندہ رہے[1]۔

---

[1] حضرت شاہ رؤف احمد متخلص بہ رافت بن شعور احمد بن محمد شرف بن شیخ رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ، عالم، مدرس، مفسر، فقیہ اور شاعر تھے۔ رام پور میں ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے شاہ درگاہیؒ سے سلوک کی تعلیم حاصل کی پھر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے منسلک ہوگئے۔ اپنے خود نوشت حالات جواہر علویہ کے خاتمہ پر لکھے ہیں۔ (۲۴۴-۳۰۹)

آپکی حسب ذیل تصانیف اس وقت تک ہمارے علم میں ہیں:

(۱) تفسیر رؤفی اردو مطبوعہ (۲) صادقہ مصدقہ قلمی مخزونہ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب (۳) مثنوی اسرار (وحدت الوجود) (۴) مراتب الوصول خطی نسخہ دانش گاہ پنجاب (۵) معراج نامہ اردو (۶) مثنوی یوسف زلیخا (اردو) (۷) سلوک العارفین خطی کتابخانہ ریاست رام پور (۸) شراب رحیق خطی کتابخانہ رام پور (۹) ارکانِ اسلام، شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات کے دو مجموعے (۱۰) جواہر علویہ (۱۱) دُرّ المعارف ملاحظہ ہو:

(۱) رافت رؤف احمد : جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ۲۴۴ - ۳۰۹

(۲) ایضاً : دُرّ المعارف، دہلی

(۳) احمد علی شوق : تذکرہ کاملان رام پور ۱۴۳، ۱۷۰

(۴) شیفتہ : گلشن بے خار ۸۴-۸۵

(۵) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۷/۱۸۸

۹۷۔ حضرت غلام محی الدینؒ قصوری مجددی قدس سرہٗ

یہ حضرت اپنے وقت میں جامع کمالاتِ ظاہر و باطن و مظہر تجلیاتِ شریعت و طریقت و حقیقت و عاشقِ صادق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ اصحابِ کبار سے حضرت کو کمال عشق تھا۔ مذہب آپ کا حنفی اعظمی تھا۔ جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھی حضرت کو کمال اعتقاد حاصل تھا۔ ابتدائے حال میں حضرت مرید اپنے عمِ بزرگوار حافظ[۲] شیخ محمد کے ہوتے اور انہیں سے ظاہری علم حاصل کیا۔ جب وہ فوت

---

[۱] حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ تیرھویں صدی ہجری کے جید عالم، قطبِ پنجاب اور شاعر باکمال تھے۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور سلوک باطنی کا فیض حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے حاصل کیا۔ آپ کی اس وقت تک حسب ذیل تصانیف دریافت ہو چکی ہیں:

(۱) ملفوظات چہل روزہ حضرت شاہ غلام علیؒ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی (۲) تحفہ رسولیہ ۱۲۳۴ھ مطبوعہ (۳) رسالہ نظامیہ (مبحث وحدت الوجود فارسی نظم) قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہور (۴) زاد الحاج (پنجابی نظم) خطی ذخیرہ شیرانی نمبر ۶۶۷ (۵) سلالۃ المبرورہ فی تجویز اسمار المشہورہ بخط مولوی غلام نبی للہیؒ قلمی مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی (۶) خطبات حضوری مطبوعہ (۷) مکاتیب طیبہ مرتب مولانا غلام محی الدین قصوری قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی (۸) مکاتیب شریفہ بنام مولوی غلام نبی للہیؒ (۹) مکتوبات مولانا قصوری بنام مولوی محمد صالح کنجاہی مشمولہ سلسلۃ الاولیاء مؤلفہ مولوی محمد صالح کنجاہی قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات (۱۰) مکتوبات حضرت قصوری بنام مولوی غلام محمد خطی بخطِ حضرت مولانا قصوری مملوکہ محمد اقبال مجددی (۱۱) مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یارانِ خاص جامع محمد اقبال مجددی (۱۲) بیاض نظم و نثر قلمی مملوکہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لاہور (۱۳) شرح گلستان سعدی ۱۲۲۵ھ قلمی بخطِ مصنف مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی (۱۴) حلیہ مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ذخیرہ شیرانی ۶۲۴۰/۱ (۱۵) الفاظ چند خطی مخزونہ ایضاً (۱۶) دیوان حضوری خطی بخط حضرت قصوری مملوکہ محمد اقبال مجددی (۱۷) رسالہ علم میراث ۱۲۲۷ھ بخطِ مصنف قلمی مملوکہ صاحبزادہ ارشاد حسین شاہ قصور

[۲] حضرت حافظ شیخ محمد آپ کے عم بزرگ تھے۔ آپ نے ان سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ سبقاً سبقاً پڑھے تھے (یادداشت مولانا قصوری قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی)

ہوگئے تو بمطلب خدا داد[1] دہلی میں پہنچے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ بیعت کے وقت شاہ غلام علیؒ نے زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ آج ایک امر عظیم نے ظہور کیا ہے کہ ایک فاضل عہد نے آکر ہم سے اخذ طریقہ کیا[2] ہے اور دونوں ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ الٰہی جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ کو آبائے کرام سے ملا تھا۔ ان کے نصیب کر۔ پھر ان کا ہاتھ ہوا میں کر کے فرمایا کہ تمہارا ہاتھ ہم نے حضرت غوث الثقلین کے ہاتھ میں دیا کہ ہر ایک کام دین و دنیا میں تمہارے ممد و معاون رہیں۔ پھر اپنے فرق مبارک سے کلاہ اٹھا کر حضرت کے سر پر رکھی اور اجازت سلاسل اربعہ یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ و سہروردیہ عطا فرمائی اور ایک سال[3] تک اپنی خدمت میں رکھ کر تکمیل بخشی۔ نسبت آبائی حضرت غلام محی الدین کی حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کے جدِ اعلیٰ حاجی حافظ قاری عبدالملک تھے اور وہی قصور کے علماء و فضلاء و شرفاء کے الحاج سے ملک سندھ سے آکر قصور میں سکونت پذیر ہوئے۔ علم قرأت میں وہ حضرت سرآمد روزگار تھے اور جدِ حقیقی حضرت غلام محی الدین کے شیخ غلام[4] مرتضیٰ بھی ظاہری و باطنی علوم میں یکتا تھے۔ تمام عمر اپنی انہوں نے تعلیم و تلقین میں گزرانی ہزاروں آدمی ان کے ذریعہ سے بمراتب قربِ الٰہی پہنچے اور ہزاروں نے علم شریعت و طریقت

---

[1] ۱۲۳۷ھ میں آپ کا قیام دہلی خود آپ کی ایک یادداشت نوشتہ در خاتمہ تحفہ اثنائے عشریہ (قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی) سے ثابت ہے۔

[2] حضرت قصوری نے خود حضرت شاہ غلام علیؒ کے چالیس روزہ ملفوظات جمع کیے ہیں۔ اس میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

[3] آپ کا ایک سال تک شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں رہنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ خود آپ نے ملفوظات چہل روزہ میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب نے مجھے تین چار ماہ میں باطنی علوم سے نواز دیا۔

[4] رسالہ علم میراث میں خود اپنا شجرہ نسب یہ لکھا ہے "غلام محی الدین بن مصطفیٰ بن الشیخ حافظ المرتضیٰ" یہاں حضرت قصوریؒ کی سند بخاری کا عکس دیا جارہا ہے۔ یہ سند آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے حاصل کی تھی۔ یہ سند خود شاہ عبدالعزیز کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی ہے جس پر شاہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے جس میں ۱۱۸۹ھ تحریر ہے۔ جس سے عام قاری یہی اندازہ کرے گا کہ آپ نے ۱۱۸۹ھ میں یہ سند حاصل کی۔ یہ قیاس درست نہیں ہے، بلکہ اس سند پر شاہ صاحب نے پرانی مہر ثبت کر دی ہے۔ حضرت قصوری کا سالِ ولادت ۱۲۰۲ھ ہے اور خود حضرت قصوری کا ۱۲۳۷ھ میں دہلی میں موجود ہونا آپ کی یادداشت (بر خاتمہ تحفہ اثنائے عشریہ) سے ثابت ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

حاصل کیا۔ اخیر عمر میں انہوں نے وطن سے ہجرت کی اور پشاور میں جا کر بہدایت خلق مصروف ہوئے اور سن ایک ہزار دو سو دو میں وفات کی۔ یہ حضرت قاری صاحب کے پوتے تھے اور حضرت حاجی فتح علی متقی سیالکوٹی کے خلیفہ کے مرید تھے۔ چاروں طرائق عالیہ میں اجازت کا ارشاد ان کو حاصل تھا۔ حضرت غلام محی الدین کے باپ کا نام حافظ شیخ[1] مرتضیٰ تھا۔ وہ بھی اپنے وقت میں گویا یگانہ زمانہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی و حسن و صورت و سیرت و بذل و ایثار میں طاق و فرد آفاق تھے۔ ان سب بزرگوں کے مزار قصور میں ہیں اور دائمی کرامت ان کی خاک پاک سے یہ سرزد ہے کہ ان کے مزار کا چبوترہ ایسے حال میں کہ تابستان کی گرم دھوپ پڑتی ہو۔ چبوترہ چونہ گچ ہمیشہ سرد رہتا ہے۔ کبھی گرم نہیں ہوتا۔ ولادت باسعادت حضرت غلام محی الدین کی سنہ ایک ہزار دو سو دو اور وفات سنہ ایک ہزار دو سو ستر میں واقع ہوئی۔ اڑسٹھ برس کی عمر پائی۔ ان کی ولادت مادہ ظہور کامل اور وفات مادہ بے نظیر زمان اور عمر شریف مادہ محبوبی سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت کے صاحبزادے شیخ عبدالرسول[2] بھی عالم اعلم و فاضل افضل و کامل اکمل جامع شرافت و نجابت ہادی شریعت و

(بقیہ حاشیہ) حضرت شیخ غلام مرتضیٰ قصوری کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ آپ نے پنجاب میں سکھ گردی سے تنگ آکر پشاور ہجرت فرمائی۔ آپ احمد شاہ ابدالی کے ہم عصر تھے۔ احمد شاہ ابدالی جب پنجاب میں آیا تو اس نے یہاں کے علماء سے ایک مسئلہ کے بارے دریافت کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو جن علماء نے جواب دیا۔ ان میں حضرت حافظ غلام مرتضیٰ کا نام بھی آتا ہے (رسالہ مسائل فقہ قلمی مملوکہ حکیم معین الدین لاہور) آپ پشاور میں فوت ہوئے۔ اور وہاں سے آپ کی نعش قصور لاکر دفن کی گئی۔

[1] آپ کے والد کا نام شیخ مرتضیٰ درست نہیں۔ بلکہ جیسا کہ خود آپ نے شیخ مصطفیٰ لکھا ہے (رسالہ علم میراث مذکورہ)

[2] حضرت حافظ شیخ عبدالرسول ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے (غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ خطی مملوکہ محمد اقبال مجددی) اور وفات ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے والد کے جانشین تھے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی اولاد اب تک قصور اور پنجاب کے مختلف مقام میں آباد ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص۲۳

(۲) محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء قلمی مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات (باقی بر صفحہ آئندہ)

طریقت واقفِ حقیقت و معرفت ہیں۔ حضرت کی ذات بابرکات ایسے زمانہ میں کہ مردانِ خدا عنقا ہو گئے ہیں مغتنماتِ وقت سے ہے۔ مؤلف کتاب بھی ان کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوا ہے۔ سبحان اللہ کیسے مردِ خدا ہیں جن کی زیارت کرنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اللہ ان کو دیر تک سلامت رکھے۔ حضرت کا وعظ ایسا پرمذاق و پُرتاثیر ہے کہ سننے والے کے دل پر اس کے مضامین نقش ہو جاتے ہیں اور جب تک حضرت وعظ میں مصروف رہتے ہیں آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے اور اخلاقِ حسنہ کی کیا تعریف کی جائے۔ حضرت کے اخلاق کو محمدی اخلاق سے کمال نسبت ہے۔ الغرض ایں خانہ تمام آفتاب است۔

قطعہ تاریخ :

آں شہ والا غلامِ محی الدین	مرشدِ دین رہبرِ ہر خاص و عام
داد ساقی از دل در دستِ او	از شرابِ معرفت پُر کردہ جام
چوں بدُنیا آمد آں مردِ سخی،	بخشش آمد سال تولیدش تمام
مُرشدِ حق متقی ہم گفتہ اَم	نیز کر دستم رقم شیخ الکرام
ہست خورشید معلّیٰ رحلتش	ذات حقانی است ہم اے نیکنام
فیضِ فقر است و دگر شیخ رفیع	سال وصل آں فقیہہ نیکنام
کن بیان تاریخ منظور جمالؔ	ہم بخوان ابرِ سخاوت والسلام

۹۸۔ شاہ احمد سعید[1] مجددی قدس سرہٗ

فرزند وخلیفہ و جانشین حضرت شاہ ابو سعید مجددی کے تھے۔ تربیت و تکمیل شاہ غلام علی

(بقیہ حاشیہ) (۳) غلام محی الدین کنجاہی : مجمع التواریخ خطی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۴) محمد حسن للّٰہی : حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۲ھ ص ۴۸۱ ، ص ۴۹۲

(۵) انوار مرتضویہ (۶) شبیر شاہ : انوار محی الدین (سوانح حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری)، لائل پور ۱۹۶۶ء

(۷) محمد اقبال مجددی ، حیات مولانا غلام محی الدین قصوری ۱۹۷۳ء

[1] حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ۱۲۱۷ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ تمام مروجہ علوم اپنے زمانے (باقی بصفحہ آئندہ)

سے پائی۔ بعد وفات شاہ ابوسعید کے چند سال دہلی میں رہ کر ہدایت خلق مصروف رہے۔ آخر جب شورش فوج انگریزی ۱۸۵۷ء میں ہوا اور تمام شہر تہ و بالا ہو گیا تو حضرت مع عیال و اطفال وطن چھوڑ کر بیت اللہ کو چلے گئے اور وہاں ہی سکونت رکھی اور ایک ہزار دو سو ستتر ہجری (۱۲۷۷ھ) میں وہاں ہی فوت ہوئے۔ حضرت کے دو صاحبزادے حافظ عبدالغنی و عبدالمغنی باقی رہے جو اب تک وطن واپس تشریف نہیں لائے اور وہاں ہی قیام پذیر ہیں۔

۹۹۔ سیّد امام علی شاہ سامری الحسنی الحسینی نقشبندی مجددی قدس سرّہٗ

آخری زمانہ میں یہ بزرگ گویا قطبِ وقت و چشمۂ فیض تھے۔ شجرہ ان کا چھ واسطے کے ساتھ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ سیّد امام علی مرید و خلیفہ میراں

(بقیہ حاشیہ ۱؎) کے نامی گرامی اساتذہ سے پڑھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے منسلک ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں حرمین الشریفین چلے گئے اور وہیں ۱۲۷۷ھ میں انتقال کیا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ سے خلق کثیر نے ظاہری و باطنی استفادہ کیا۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت محمد مظہر (ف ۱۳۰۱ھ) نے مدینہ منورہ میں ایک خانقاہ "رباط مظہری" بنائی تھی، جو اب تک قائم ہے۔ حضرت شاہ احمد سعید کی تصانیف میں سے (۱) مکتوبات بنام مولٰنا دوست محمد قندھاری مطبوعہ (۲) اربعہ انہار مطبوعہ (۳) فوائد ضابطہ (۴) حق المبین فی ردّ الوہابین (۵) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (مطبوعہ) (۶) ذکر شریف (۷) تحقیق مسائل اربعین قلمی ذخیرہ آذر کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب (۸) رسالہ مراقبات و رسالہ طریق بذکر حق سبحانہٗ و رسالہ مراقبات کرم خوردہ مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب ذخیرہ آذر۔

ملاحظہ ہو:

(۱) محمد مظہر بن شاہ احمد سعید: مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ (احوال و مقامات شاہ احمد سعید) دہلی ۱۲۸۲ھ

(۲) معصوم شاہ مجددی: ذکر السعیدین فی سیرت الوالدین مطبوعہ

(۳) احمد علی شوق: تذکرہ کاملان رام پور

(۴) ابوالحسن: مقامات گل محمدیہ، مدراس ۱۳۰۷ھ

(۵) عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷/۴۰ - ۴۲

شاہ حسین[1] اور وہ مرید شیخ حاجی احمد مجددی اور وہ مرید خواجہ حاجی محمد زمان[2] اور وہ مرید خواجہ زکی اور وہ مرید خواجہ عبدالاحد اور وہ مرید شیخ محمد معصوم اور وہ مرید و خلیفہ اپنے والد ماجد شیخ احمد مجدد الف ثانی رح کے اور سید امام علی نے عہد طفولیت و شباب میں علوم ظاہری و باطنی کے حاصل کرنے میں کمال کوشش کی اور بار ریاضت اپنے سر پر اٹھایا اور بعد وفات میاں شاہ حسین کے مسند ارشاد پر متمکن ہو کر قبول عظیم حاصل کیا۔ ہزارہا طالبان خدا ان کی خدمت میں آئے۔ خلیفے ان کے اقالیم دور دراز میں پہنچ کر ہدایت خلق مصروف ہوئے۔ لنگر آپ کا اس قدر جاری ہوا کہ صدہا مسافر و غریب و محتاج دو وقتہ روٹی حضرت کے لنگر سے کھاتے تھے۔ حضرت کی ذات بابرکات شفائے بیماراں و حاجت روائے حاجت منداں تھی جو سائل و طالب کسی مطلب کا حضرت کے در دولت پر آیا۔ خالی نہ گیا۔ ولادت باسعادت حضرت کی سنہ ایک ہزار دو سو بارہ میں اور وفات تیرھویں ماہ شوال سنہ ایک ہزار دو سو بیاسی ہجری میں واقع ہوئی اور روضہ منورہ موضع رتڑ چھتڑ[3] ضلع گورداسپور میں ہے۔ حضرت کی وفات کے بعد سید صادق علی شاہ ان کے فرزند

---

[1] سید شاہ حسین معروف بہ بھوہرے والا کا سلسلہ نسب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ نے مروجہ علوم کی تحصیل پشاور میں کی تھی۔ حضرت حاجی احمد ساکن قلات سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور پنجاب کو فیض یاب کیا۔ سید شاہ حسین نے ۱۲۲۴ھ میں انتقال کیا۔ خود امام علی شاہ صاحب نے "مرشد مخدومی" سے سال وفات نظم کیا (مرآۃ المحققین ص۲، ۷، ۱۱، ۱۶-۲۴، ۲۰۰۵، ۴۱-۴۲، ۴۴، ۴۵)

[2] یہاں سے کچھ نام رہ گئے ہیں۔ حاجی محمد زمان مرید شیخ محمد وہو مرید خواجہ محمد حنیف وہو مرید خواجہ محمد سعید وہو مرید شیخ عبدالاحد قدس اسرارہم (قائم الدین : ذکر مبارک ۳، ۷، حصہ اوّل)

[3] ۱۲۷۰ھ میں رتڑ چھتڑ (ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب) کا نام تبدیل کر کے مکان شریف رکھا گیا (ایضاً حصہ اول ۹۳)

ملاحظہ ہو :

(۱) امام علی شاہ : مرآۃ المحققین (حالات و ملفوظات شاہ حسین بھوہرے والا قدس سرہٗ) مطبوعہ لاہور (س-ن)

(۲) قائم الدین : ذکر مبارک (احوال اعیان مکان شریف) امرتسر ۱۹۳۰ء

(۳) محمد الدین : باغ اولیائے ہند لاہور ۱۹۲۸ء ص۳ - ص۲

(۴) محمد ابراہیم قصوری : خزینۂ معرفت، شرقپور، ۶۹، ۷، ۸۸ (۵) ہدایت علی نقشبندی : معیار السلوک

ارجمند مسند ارشاد پر متمکن ہوئے جو اپنے والد کی طرح کمال خلیق و خوش خلق و مہمان نواز و صاحبِ دولت و جاہ ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جامۂ فقر میں ان کو بادشاہت بخشی ہے۔ لاہور میں ایک سنار کی عورت کو سخت آسیب تھا۔ ایسا کہ رات کو وہ اپنے گھر والوں سے بے خبر باہر نکل جاتی جب دن میں وہ تلاش کرتے تو کبھی کسی چاہ میں لٹکی ہوئی اور کبھی کسی قبر کی مغاک میں چھپی ہوئی دستیاب ہوتی۔ اکثر اوقات وہ آسیب ان کے گھر کی دیواروں کو گرا دیتا۔ کبھی چھت گھر کی از خود گر پڑتی۔ غرض نہایت سخت حالت میں گرفتار تھی۔ آخر وہ اس عورت کو لے کر سید امام علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب مسکن مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا۔ عورت ہوش میں آگئی اور آسیب از خود دفع ہو گیا۔ جب وہ سنار عورت کو لے کر روبرو گیا تو حضرت نے بے دریافت حال ارشاد کیا کہ اب دشمن تمہارا خدا کے حکم سے دفع ہو گیا ہے۔ باطمینانِ خاطر گھر کو چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لاہور کو چلے آئے۔ سید صادق علی شاہ کی زیارت سے مؤلف کتاب بھی مستفید ہوا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ نہایت بزرگ اور باخدا مرد ہیں۔ درود شریف کا ذکر اکثر اوقات ان کی مجلس میں ہوتا ہے اور ذکر نفی و اثبات دائمی ورد ہے۔ اس سال میں حضرت کا جوان لڑکا فوت ہو گیا۔ حضرت نے کمال صبر کیا اور کسی طرح کی شکایت زبان پر نہ لائے۔

۱۰۰۔ شیخ محمود شاہ نقشبندی مجددی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ خدا پرست عابد اور زاہد لاہور میں سکونت پذیر تھا۔ طریق احمدیہ مجددیہ میں شیخ عبدالکریم مجددی سے اس کو فیض پہنچا اور شیخ عبدالکریم کو خرقۂ اجازت شاہ غلام علی دہلوی سے ملا۔ لاہور کے رہنے والے طالبانِ خدا اکثر ان کی خدمت میں جا کر فائدہ حاصل کرتے تھے اور وہ تمام عمر مجردانہ

---

[1] نور احمد چشتی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنا رہائشی مکان فروخت کر کے اپنا مقبرہ بنوایا تھا (ص ۳۹۳)

سید محمد لطیف نے آپ کا سالِ وصال ۱۸۶۶ء / ۱۲۸۳ھ لکھا ہے ص ۱۵۸

ملاحظہ ہو:

(۱) کنہیا لال: تاریخ لاہور ۱۸۸۴ء ص ۲۶۴ (۲) محمد لطیف: لاہور ۱۵۸

(۳) نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی ۳۸۳

گوشہ عبادت و ریاضت میں گوشہ نشین رہے ۔ آخر سال ایک ہزار دو سو اسی ہجری میں فوت
ہوئے اور متصل مقبرہ جھولن شاہ کے مدفون ہوا اور روضۂ منورہ ان کا زیارتگاہ خلق اللہ ہے ۔

چوتھا چمن

خاندان سُہرورِدیہ کے مشائخ کے تذکرہ وغیرہ میں

واضح ہو کہ آغاز اس سلسلہ عالیہ کا حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہے ۔ جن سے
فیض حضرت ممشاد علو دنیوری نے پایا، اُن سے شیخ رویم نے اُن سے شیخ علی رودباری نے، اُن
سے شیخ احمد اسود دنیوری نے، اُن سے شیخ ابو عبداللہ خفیف نے، اُن سے شیخ ابوالقاسم گوگانی نے،
اُن سے شیخ ابوبکر نساج نے، اُن سے شیخ احمد غزالی برادر امام محمد غزالی نے، ان سے شیخ ضیاالدین
ابوالنجیب سہروردی نے، اُن سے شیخ وجیہ الدین سہروردی نے، ان سے شیخ شہاب الدین عمر
سہروردی نے فیض پایا ۔ اُن سے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے جن کا ذکر لکھا جاتا ہے ۔

۱۰۱ ۔ شیخ الشیوخ بہاء الدین زکریا قریشی ملتانی قدس سرہٗ

علمائے مشائخ خاندانِ سہروردیہ وکبرائے اولیائے ولایت ہند سے ہے ۔ صاحب کرامات

---

[1] حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رح ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء میں کوٹ کروڑ (ملتان) میں پیدا ہوئے (نور احمد فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ص۳۳ بحوالہ سید جلال بخاری)

حضرت ملتانی رح کی تصانیف میں سے ایک کتاب الاوراد موجود ہے ۔ اس کی شرح مولانا علی بن احمد غوری
مرید حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رح نے کی تھی ۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتوبہ در سمرقند بسال ۷۵۴ھ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صلہ) بخط شمس الدین احمد بن مولانا صدرالدین راقم محمد اقبال مجددی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ اس
اس قدیم نسخہ سے بھی ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے اس شبہ کی تردید ہوتی ہے کہ یہ اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی
کے ہیں اور شارح نے صاف طور پر بہاء الحق والشرع والدین لکھا ہے اور کسی قاری نے مشکل الفاظ کے معنی الفاظ
کے نیچے ہی لکھ دیے ہیں۔ پیش نظر نسخہ میں "بہار" کے نیچے "تابندہ" لکھا ہوا ہے۔ حضرت کے ملفوظات میں سے
خلاصۃ العارفین اور ایک غیر معروف غیر مطبوعہ نسخہ ملفوظات مخدومی مولوی محمد شمس الدین مرحوم کے کتب خانہ
میں موجود تھا۔ ملک لطیف مرحوم نے رسالہ صحیفہ لاہور / ۱۹۷۰ء میں شائع کر دیا تھا۔ اب یہ نسخہ
بھی ملک صاحب کے کتب خانہ میں ہے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے ۶۶۱ھ میں وصال فرمایا۔ سال
وفات میں اختلاف ہے۔ لطائف اشرفی ۶۶۶ھ، اخبار الاخیار ۶۶۱ھ، گلزار ابرار ۶۶۶ھ،
لیکن ان میں ہمارے نزدیک صحیح ۶۶۱ھ ہے۔

حضرت کے سلطان شمس الدین التمش کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ سلطان قباچہ کے مقابلہ میں آپ
نے التمش کی حمایت کی تھی اور التمش کی درخواست پر شیخ الاسلام کا عہدہ بھی قبول کر لیا تھا۔
(خلیق احمد نظامی: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص۱۱۴۔ ص۱۱۶) ر۔ک۔

(۱) خلاصۃ العارفین: اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ۱۹۰۹ء
(۲) ملفوظات حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ قلمی مملوکہ مخدومی شمس الدین مرحوم لاہور
(۳) علی بن احمد الغوری: کنز العباد فی شرح الاوراد قلمی مکتوبہ در سمرقند ۷۵۰ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی لاہور
(۴) شرف الدین قریشی: جامع الکمالات اردو ترجمہ از سید فرزند علی بہاولپور ۱۹۱۵ء
(۵) عبدالقادر ٹھٹھوی: حدیقۃ الاولیاء ۱۰۱۶ھ مرتبہ سید حسام الدین راشدی سندھی ادبی بورڈ
حیدرآباد سندھ ۱۹۶۷ء ص۱۷، ص۴۲
(۶) دارا شکوہ: سفینۃ الاولیاء ص۱۱۴، ص۱۱۵ (۷) جمالی دہلوی: سیر العارفین ص۱۶، ص۴۴
(۸) نظام الدین دہلوی خواجہ حضرتؒ: فوائد الفواد جامع خواجہ حسن سجزی
(۹) عبدالحق دہلوی: اخبار الاخیار ص۲۶، ص۲۷
(۱۰) اشرف جہانگیر سمنانیؒ: لطائف اشرفی جامع نظام غریب جلد اول ص۳۸۳، ص۳۸۴
(۱۱) نور احمد فریدی: تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ مطبوعہ (باقی برصفحہ آئندہ)

ظاہر و مقامات باہر تھے۔ پہلے اِن کے جدِ بزرگوار کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم میں آئے۔ وہاں سے ملتان میں آکر قیام کیا۔ ان کے گھر میں شیخ وجیہہ الدین پیدا ہوئے۔ جن کو خداوندِ حقیقی نے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا۔ وجیہہ الدین کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر سے ہوئی جو موضع کوٹ کروڑ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت شیخ بہاء الدین مولانا وجیہہ الدین کے گھر پانچ سو اٹھہتر سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں انھوں نے قرآن حفظ کیا اور بعد وفات اپنے والد کے بخارا میں جاکر علم صرف و نحو و حدیث و تفسیر حاصل کیا پھر حرمین الشریفین کا سفر کیا اور پانچ سال مدینہ منورہ میں رہ کر بہت سے علما و فضلا و مشائخ سے فیض پایا۔ پھر بیت المقدس میں پہنچے۔ وہاں سے بغداد کو آئے اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اٹھارہ روز کے عرصہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اور ملتان کو مامور ہوئے۔ ملتان میں آکر شاہانِ وقت اور خاص و عام حضرت کی بیعت میں داخل ہوئے اور دولتِ ظاہری و باطنی ان کے نصیب ہوئی۔ ہزاروں خادم حضرت کی بارگاہِ فلک پائگاہ پہ حاضر رہتے۔ سینکڑوں کرامات و خوارق حضرت کی ذات بابرکات سے ظاہر ہوئیں۔ جن کی تشریح کتب اخبار میں درج ہے۔ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت فرید پاک پٹنی ملتان میں خواجہ بہاء الدین کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ عند التذکرہ حضرت نے پوچھا کہ آپ نے اس قدر مجاہدہ و ریاضت میں کہاں تک رسائی پیدا کی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اس قدر کہ ان کرسیوں کو جس پر ہم اور تم بیٹھے ہیں۔ اگر میں کہوں تو ابھی ہوا میں پرواز کر جائیں۔ اتنی بات حضرت کی زبان سے نکلی ہی تھی کہ دونوں کرسیاں زمین سے اٹھ کر ہوا کو پرواز کرنے لگیں۔ حضرت نے کرسیوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ گفتگو بسبیل تذکرہ تھی نہ بسبیلِ ارشاد۔ تم اسی جگہ پر قائم رہو۔ لاکھوں آدمی حضرت سے مستفید طریقہ سہروردیہ ہوئے۔ آخر حضرت نے سال چھ سو چھیاسٹھ میں دنیائے ناپائدار سے سفر کیا اور ملتان میں مدفون ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ) (۱۲) شمیم زیدی، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ و تصحیح خلاصۃ العارفین مطبوعہ راولپنڈی۔

(۱۳) محمد ہاشم ٹھٹھوی مخدوم: بیاض قلمی مخزونہ کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی۔

قطعۂ تاریخ

بادشاہِ دین بہاؤالدین ولی — پیرِ دنیا ہادیِ دورِ زمان

عشقِ حق (٥٧٨ھ) تولید او تحریر کن — عاشقِ صادق (٦٦٦ھ) بگو ترحیل آن

شمع نور (٦٦٦ھ) آمد وصال پاک او — نیز فتح دین بہاءالدین (٦٦٦ھ) بخوان

١٠٢۔ شیخ صدرالدین[1] عارف خلف شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

یہ بزرگ فرزند وجانشین اپنے پدرِ بزرگوار شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے تھے۔ بعد وفات

---

[1] حضرت شیخ صدرالدین عارف کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ آپ کی ولادت سنہ ٦١١ھ اور وفات سنہ ٦٨٤ھ بتاتے ہیں (لطائفِ اشرفی جلد اول ص٣٨٤)، غوثی نے سنہ ٧٠٩ھ لکھا ہے (اذکارِ ابرار ص٣٨ بشمار "صدرالدین عارف")، فرشتہ نے سنہ ٦٨٦ھ (تاریخ فرشتہ ص٤١١)۔ لیکن خاندانی ریکارڈ میں سنہ ٧٠٩ھ ہی درج ہوا ہے جس سے غوثی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت شیخ صدرالدین عارف اپنے والد بزرگ کی طرح ارشاد وتلقین کے ساتھ درس وتدریس کا شغل بھی فرماتے تھے۔ بقول حضرت مخدوم جہانیاںؒ "شیخ العارف ہر مبتدی ومنتہی کو بلا کسی امتیاز کے تعلیم دیتے تھے۔ تصریفِ جدولی آپ کی تصنیف ہے (الدر المنظوم ٢٠) آپ کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے شیخ ضیاءالدین نے جمع کیے تھے (اقتباسات مشمولہ اخبار الاخیار ٥٩-٦١ میرٹھ ١٢٧٧ھ)

د.ک۔

(١) اشرف جہانگیر سمنانی شیخؒ : لطائفِ اشرفی جامع نظام غریب یمنی جلد اول ٣٨٤

(٢) عبدالحق دہلویؒ ، اخبار الاخیار ٥٩-٦١ (٣) جمالی دہلوی ، سیر العارفین ٩٧ ، ١١٤

(٤) غوثی مندوی : اذکار ابرار ، ترجمہ گلزار ابرار ص٧٩ ، ص٨٠

(٥) فرشتہ : تاریخ فرشتہ نولکشور ٤١١

(٦) عبداللہ خویشگی قصوری : معارج الولایت قلمی ورق ٢٠٣ ب

(٧) عبدالقادر ٹھٹھوی : حدیقۃ الاولیاء ٢١ - ٢٤

(٨) نور احمد خاں فریدی : تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ملتان ١٩٥٨ء

اپنے باپ کے مسند ارشاد پر بیٹھے اور ہزاروں طالبانِ خدا کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ چونکہ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کے سات بیٹے تھے۔ ایک شیخ صدرالدین عارف، دوسرے شیخ برہان الدین، تیسرے شیخ ضیاءالدین، چوتھے شیخ علاءالدین، پانچویں شیخ شہاب الدین، چھٹے شیخ قدوۃالدین، ساتویں شیخ شمس الدین، ان ساتوں نے بعد وفات باپ کے باپ کا ترکہ نقد و جنس آپس میں بحصص مساوی تقسیم کیا تو شیخ صدرالدین عارف کے حصہ میں ستّر لاکھ تنکہ سرخ نقد سوائے اور اسباب پوشیدنی و زیور و غیرہ کے آیا۔ شیخ نے اسی روز وہ تمام نقد و جنس خدا کے واسطے غرباء و مساکین کو دے ڈالا ایک خرمہرہ اس میں سے نہ لیا۔ اس بات سے اکثر لوگ جو اُن کے دلی خیر خواہ تھے۔ شیخ کو ملامت کرنے لگے کہ اس قدر دولت بے انتہا کو جو تم نے ایک روز میں برباد کر دیا ہے۔ اچھا نہیں کیا۔ یہ بات سن کر حضرت ہنسے اور فرمایا کہ میرے والد نے جو اِس قدر خزانے جمع کیے اور خدا کے نام پر بھی دیا۔ وہ دنیا پر غالب تھے۔ اس قدر دولت کے جمع ہونے نے ان کو کبھی خدا سے غافل نہ کیا اور میں ابھی اس رتبہ کو نہیں پہنچا۔ ڈرتا ہوں کہ یہ دنیا مجھ کو خدا سے غافل نہ کر دے۔ وفات شیخ صدرالدین کی تیئیسویں ذی الحجہ ۶۸۴ھ چھ سو چوراسی ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پُرانوار ملتان میں ہے۔

۱۰۳۔ سید جلال الدین شیر شاہ المخاطب بمیر سُرخ بخاری اوچی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے خلیفہ سید صحیح النسب جامع سیادت و نجابت و زہد و ریاضت و شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت تھے اور ہندوستان جنت نشان میں تمام سادات و مشائخ و امراء و سلاطین بسبب صحت حسب و نسب اِن کے ان سے باادب پیش آتے۔ شجرہ آبائی ان کا چند واسطہ درمیانی کے بعد حضرت امام تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ حضرت سید جلال الدین میر سرخ بخاری بن سید ابوالموید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن امام محمد تقی اور سید علی اصغر، ساتواں جد حضرت کا دو صاحبزادہ سید عبداللہ و سید اسماعیل رکھتا تھا اور سید عبداللہ کی اولاد سے خاندان سادات بخاری اور سید اسماعیل کی اولاد سے خاندان سادات بھاکھری ظاہر ہوا۔ اور صاحب مظہر جلالی لکھتا ہے کہ سید جلال میر سرخ بخاری مادر زاد ولی تھے۔ ایک روز لڑکپن کی

عمر میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ناگاہ گذر آپ کا شہر کے باہر ایک جگہ پر ہوا جہاں کسی میت کا جنازہ رکھ کے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ کیسا مجمع ہے لوگوں نے کہا اس مردہ کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کہا کہ نماز پڑھ کر پھر کیا کرو گے۔ کہا کہ اس کو زمین میں دفن کردیں گے۔ یہ بات سن کر حضرت جلالؒ جلال میں آگئے اور نعرہ اللہ اکبر مار کے مُردے کے منہ سے پردہ اٹھایا اور فرمایا۔ قُم باذن اللہ مُردہ فی الفور جی اٹھا اور چالیس برس تک زندہ رہا اور روایات صحیح سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت کے پانچ فرزند تھے۔ اوّل سید علی دوم سید جعفر جو بخارا کے بادشاہ کی لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ ان دونوں نے اپنے نانا کے پاس پرورش پائی اور ان میں سے سید جعفر بخارا میں سکونت پذیر رہا۔ پھر ہند کو نہ آیا۔ تیسرے سید احمد کبیر بی بی فاطمہ سید بدر الدین بھاکھری کی لڑکی کے بطن سے چہارم سید صدر الدین محمد غوث پنجم سید بہاؤالدین احمد المشہور محمد معصوم بی بی طہرہ سیدہ کے بطن سے تھا۔ یہ پانچویں فرزند حضرت کے پنج بنائے اسلام کی طرح صاحب مقامات عالیہ تھے۔ ولادت باسعادت حضرت کی سنہ پانچ سو پچانوے اور وفات انیسویں جمادی الاول سنہ چھ سو نوے میں واقع ہوئی اور مزار اوچ میں ہے۔

قطعہ تاریخ :

جلال ولی صاحب حال وقال	چو رفت از جہاں در بہشت بریں
دگر قبلہ اہل جنّت جلال ۶۹۰	بتاریخ او میسّر دولت بگو ۶۹۰

۱۰۴۔ شیخ احمد معشوق الٰہی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ شیخ صدر الدین عارف کے خلفاء میں سے صاحب مراتب بلند و مقامات ارجمند تھا۔ اس کا باپ میر قندھاری شہر قندھار میں دکان سوداگری کرتا۔ چونکہ یہ شخص دائم الخمر و مسکور تھا۔ اس نے اپنے پاس سے کچھ مایہ دے کر نکال دیا اور کہا کہ کسی شہر میں جا کر دکان علیحدہ کر اور اپنے گزارہ کے لیے تجارت کا سامان بنا۔ چنانچہ یہ قندھار سے نکل کر ملتان میں آیا اور دکان تجارت کی جاری کی۔ ایک روز حضرت شیخ صدر الدین سوار چلے جاتے تھے۔ راہ میں جاتے ہوئے نظر فیض اثر شیخ احمد پر جا پڑی۔ جب خانقاہ میں پہنچے۔ اس کو خدمت میں بلایا اور اپنے

شربت میں سے پس ماندہ شربت اس کو عطا کیا۔ شربت کو پیتے ہی ناسوت و ملکوت اس پر منکشف ہو گیا۔ فی الفور بصدق باطن مرید ہوا۔ دکان کا سامان اسی وقت غربار و فقرار میں تقسیم کر دیا اور سوائے ایک تہبند کے کچھ باقی نہ رکھا۔ سات برس تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہ کر تکمیل پائی اور مخاطب بخطاب شیخ احمد معشوق الٰہی ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ حالت جذب و عشق شیخ احمد کے اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ دنیا و اہل دنیا سے محض بے خبر تھا اور مدہوشی اس قدر تھی کہ نماز پنجگانہ بھی ادا نہیں ہو سکتی تھی۔ علمائے وقت نے ترکِ نماز کے سبب سے اس سے ناراض ہو کر اس پر فتویٰ لکھا کہ یہ واجب التعزیر ہے۔ مواخذے کے وقت شیخ نے جواب دیا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا اگر تم کہو تو پڑھتا ہوں، مگر میں اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ علمار نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ تم کو یہ سورۃ ضرور پڑھنی ہوگی۔ کہا اچھا اور ساری سورۃ پڑھوں گا۔ ایاك نعبد وایاك نستعین نہیں پڑھوں گا۔ علمار نے کہا کہ سوائے اس آیت کے سورۃ کا پڑھنا جائز نہیں۔ پس وضو کرانا شروع کیا تو بہت مشکیزے پانی کے صرف ہو گئے، مگر شیخ کے ہاتھوں پر پانی رواں نہ ہوا۔ جو پانی ہاتھ پر پڑتا فوراً خشک ہو جاتا۔ علمار نے شیخ کو پانی میں غوطہ دے دیا۔ غوطہ کے وقت دریا کا پانی ایسا اُبلا جس طرح دیگ دیگدان پر اُبلتی ہے۔ جب وضو ہو چکا اور شیخ نماز پر کھڑے ہوئے اور ایاك نعبد وایاك نستعین زبان سے نکلا تو تمام جسم پھٹ گیا اور بال بال سے خون جاری ہو کر کپڑے تر ہو گئے۔ فی الفور نماز توڑ دی اور کہا کہ اے بھائیو! اب تو میں حائض عورت ہو گیا ہوں اور حیض والی عورت کو نماز معاف ہے۔ یہ حالت دیکھ کر علمار نے ان کو معذور سمجھ کر معاف رکھا۔ وفات ان کی سال سات سو تئیس میں ہوئی اور مزار پرانوار ملتان میں ہے۔

۱۰۵۔ شیخ رکن الدین[1] ابو الفتح بن شیخ صدر الدین عارف بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ

یہ حضرت شیخ بہار الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے، صاحب کشف و کرامات جامع علوم

---

[1] حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ بقول حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ بروز جمعہ ۶۴۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۷۳۵ھ میں انتقال کیا۔ فرماتے ہیں: ولادت یوم الجمعہ من سنۃ سبع واربعین وستمائۃ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ ، وکان مدۃ حیاتہ ثمان ثمانین سنۃ واقام فی سجادہ جدہ لبعد ابیہ اثنین وخمسین سنۃ ثم ارتحل الی دار الوصل فی لیلۃ الجمعہ ـــ التاسع من جمادی الاول سنہ خمس وثلثین وسبعمائۃ" (لطائف اشرفی جلد اول ص۳۸۴)

آپ حضرت شیخ صدر الدین بن حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کو اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ حضرت اس کی زندگی میں دہلی بھی گئے۔ . . (جمالی ؛ سیر العارفین حصہ دوم ص۳) سلطان نے نذر پیش کی۔ ملتان میں کشلو خاں نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اسے شکست دے کر ملتان میں خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا تو حضرت شاہ رکن عالم ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لیے گئے (عصامی : فتوح السلاطین ص۴۴۳) آپ کی تعلیمات آپ کے بزرگ خلفاء کی تصانیف فتاویٰ صوفیہ از فضل اللہ بن ایوبؒ، مجمع الاخبار اور کنز العباد فی شرح الاوراد حضرت بہاء الدین زکریاؒ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی، آپ کے ملفوظات کا ایک خطی نسخہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب گجرات کے کتب خانہ میں ہے۔ آپ کے نامور خلفاء میں سے مولانا ظہیر الدین، سلطان حمید الدین حاکم، شیخ فخر الدین عراقی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری، شیخ سماء الدین دہلوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۱) برنی ؛ تاریخ فیروز شاہی اردو ترجمہ ڈاکٹر معین الحق ص۳۴۳ ، ۴۹۸ ، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۹، ۵۷۲، ۶۸۲، ۷۰۵

(۲) ملفوظات شاہ رکن عالم ملتانیؒ خطی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات

(۳) اشرف جہانگیر سمنانی ؛ لطائف اشرفی جلد اول ۳۸۴

(۴) جمالی : سیر العارفین حصہ دوم ص۳ (۵) عصامی : فتوح السلاطین ، مدراس ۱۹۴۸ء ص۴۴۳

(۶) میر مبارک خرد ؛ سیر الاولیاء ص۱۳۶

(۷) جمال الدین ابوبکر ، تذکرہ قطبیہ مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۲ء

(۸) عبد الحق دہلوی : اخبار الاخیار ص۶۱ ، ص۶۳

(۹) غوثی مندوی ؛ اذکار ابرار ص۴۵ ، ص۶۱

(۱۰) شیر اللہ ؛ تذکرہ حمیدیہ ترجمہ نامی لاہور ۱۹۵۹ء

(۱۱) عبد القادر ٹھٹھوی ؛ حدیقۃ الاولیاء ۱۰۱۶ھ مرتبہ راشدی ص۲۵ ، ص۳۰

(۱۲) نور احمد خاں فریدی ؛ تذکرہ شاہ رکن عالمؒ ملتان ۱۹۶۱ء

(۱۳) خلیق احمد نظامی ، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص۲۶۹ ، ص۲۷۱

ظاہری وباطنی مظہر انوارِ شریعت و طریقت تھے۔ حضرت کی والدہ کا نام بی بی راستی تھا جو اپنے وقت میں رابعہ وقت تھیں۔ ان کے ایامِ حمل میں جب بی بی راستی شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ وہ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوتے۔ ایک مرتبہ بی بی نے دست بستہ ہوکر باعث تعظیم بخلاف عادت بزرگان دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ تعظیم تیرے واسطے نہیں بلکہ اس شخص کے واسطے ہے جو تیرے بطن عفت میں ہے کہ وہ ایک آفتاب اوج ولایت و ماہتاب برج شرافت ہوگا۔ بعد وفات پدر بزرگوار کے جب شیخ رکن الدین مسندِ ارشاد پر بیٹھے تو ہزاروں طالبانِ خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی مراد کو پہنچے اور حضرت کو دولت ظاہری وباطنی نصیب ہوئی۔ سلاطین وقت حضرت کی خدمت کو اپنا فخر جانتے تھے۔ سیَر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت بعمر خرد سالی اپنے والد کے ہمراہ جنگل کی سیر کو گئے۔ وہاں ایک ہرنی کو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار اس کے پیچھے ہے اور دوڑی جاتی ہے۔ حضرت کو اس بچہ کی صورت پسند آئی اور باپ سے عرض کی کہ ایسا بچہ ہم کو منگوا دو۔ چونکہ ہرنی اور بچہ دونوں چلے گئے تھے حضرت نے فرمایا کہ وہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا ہے۔ اب نہیں آسکتا۔ شیخ بہ تقاضائے عمر رونے لگے۔ ان کو روتا دیکھ کر والد متوجہ ہوئے۔ فی الفور ہرنی معہ بچہ جنگل سے نکل کر روبرو آکھڑی ہوئی۔ شیخ اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور ہرنی کو مع بچہ اپنے گھر لے آئے۔ اسی طرح حضرت کے خوارق کتابوں میں بہت لکھے ہیں۔ دنیا اور دین کا حاجت مند جو ان کی خدمت میں آتا خالی نہ جاتا۔ اس لیے لوگ ان کو قبلہ حاجات کہتے تھے۔ تمام عمر حضرت کی ہدایت وارشاد میں گذری۔ آخر جب حضرت کے فوت کے دن قریب پہنچے تو تین ماہ اول حجرہ میں شب و روز خدا کی عبادت میں خلوت گزیں رہتے۔ سوائے ادائے نماز پنجگانہ فریضہ کے باہر نہ آتے۔ آخر سولھویں ماہ رجب ۷۳۵ھ سات سو پینتیس بعد نماز عصر مولانا ظہیر الدین کو حضرت نے روبرو بلایا اور حکم دیا کہ سامان تجہیز و تکفین مہیا کرے۔ پھر نماز مغرب میں امام ہو کر نماز پڑھائی اور نوافل کی اخیر رکعت کے سجدہ میں جان عزیز خداوند جان آفریں کو سونپ دی۔ حضرت لاولد تھے۔ ان کی وفات کے بعد محمد اسماعیل ان کے بھائی کی اولاد سجادہ نشین ہوئی۔ روضہ منورہ حضرت کا ملتان میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۰۶- شیخ حمید الدین ابو الحاکم قریشی ہکاری سہروردی قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت رکن الدین ملتانیؒ کے خلیفہ تھے۔ سلطان التارکین ان کا خطاب تھا۔ ان کا شجرۂ نسب حضرت ابو سفیان بن حارث اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ شیخ حمید الدین بن سلطان بہاء الدین بن قطب الدین بن رشید الدین بن ابو علی بن شیخ المشائخ ابراہیم[1] ابو الحسن علی ہکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن شیخ عبد الوہاب بن ابو سفیان بن حارث۔ ان کا جدِ بزرگوار قطب الدین خطۂ کیچ و مقران کا بادشاہ تھا اور نانا ان کا سید احمد تختہ لاہوری مقتدائے زمانہ و پیشوائے اہلِ طریقت تھا۔ جن کا حال چھٹے باب میں تحریر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ، شیخ حمید الدین نے سلطنتِ ظاہری ترک کر کے خرقۂ فقر کا پہنا اور کمال کو پہنچے۔ ولادت حضرت کی بقول شیخ شہر اللہ صاحب تذکرہ حمیدیہ[2] تاریخ بارھویں ربیع الاول

---

[1] یہاں شجرہ نسب درست نہیں ہے۔ خاندانی ماخذ اذکار قلندری میں ہے۔

سلطان حمید الدین حاکم بن سلطان بہاء الدین بن سلطان قطب الدین بن رشید الدین بن ابو علی بن شیخ محمد موسیٰ بن ابو طاہر بن ابراہیم ابو الحسن علی ہاشمی ہکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف محمد عمر بن شیخ عبد الوہاب بن حضرت زید بن ابو سفیان ملقب زید بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف (فرخ بخش، اذکار قلندری مرتبہ نامی ص ۵۶، ص ۵۷)

[2] تذکرہ حمیدیہ (در حالات سلطان حمید الدین حاکمؒ) شیخ شہر اللہ بن رحمۃ اللہ بن تماجی بن کالو لانگاہ ملتانیؒ کی تصنیف ہے جو سلطان سکندر لودھی ف ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء کے عہد میں لکھی گئی۔ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) شہر اللہ: تذکرہ حمیدیہ قبل ۹۲۳ھ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء (۲) حاکم حمید الدین: گلزار مرتبہ نامی لاہور ۱۹۴۶ء

(۳) جمال الدین ابو بکر، تذکرہ قطبیہ ۹۵۲ھ مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۲ء

(۴) قلندر شاہ، دیوان قلندر شاہ مرتبہ نامی لاہور

(۵) فرخ بخش فرحت: اذکار قلندری مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۷ء

سنہ ۵۷۶ھ اور وفات بائیسویں ربیع الاول سن سات سو سینتیس ہجری میں واقع ہوئی اور عمر ایک سو سرسٹھ برس کی ہوئی اور بزرگانِ خاندان سہروردیہ سے کسی بزرگ نے اتنی عمر نہیں پائی جو حق تعالیٰ سے ان کو ملی۔ مزار پرانوار حضرت کا موضع مو علاقہ ملتان میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۰۷۔ سید جلال الدین بخاری الملقب بمخدوم جہانیاں جہاں گرد بن سیّد احمد کبیر بن سیّد جلال الدین شیر شاہ میر سرخ بخاری اوچی قدس سرہٗ

سادات بخاری میں سے یہ بزرگ چراغ خاندان مظہر انوار ربانی مطلع تجلیات سبحانی کاشف رموز طریقت ہادی طرائق حقیقت صاحب ارشاد و پیشوائے اوتاد تھے۔ پہلے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید احمد کبیر[1] کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ خلافت طریقہ سہروردیہ پہنا۔ پھر شیخ صدر الدین المشہور محمد غوث سے فیضِ باطن حاصل کیا اور ان کے ارشاد سے بخدمت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے حاضر ہو کر مرید ہوئے اور تکمیل پاکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر بیت اللہ کو سفر کیا اور شیخ الاسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے مکہ معظمہ میں رہ کر فوائد ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ پھر بقدم تجرید سیر تمام روئے زمین کی کی اور صدہا اولیاء اللہ سے فیض حاصل کر کے عارف یگانہ و مقتدائے زمانہ ہوئے۔ ہزارہا خوارق و کرامت ان سے سرزد ہوئے۔ جن کی تشریح کتب سیر میں لکھی ہے۔

---

[1] سید احمد کبیرؒ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کے مرید تھے۔ ۷۴۱ھ کے بعد انتقال کیا (محمد ایوب قادری: مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ ص ۱۹، ۳۵)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے اپنے معاصر سلاطین سے گہرے روابط تھے۔ آپ نے سیاست کو جس طریقے سے آلودگیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آپ کے ملفوظات کے مجموعے سیاسی، ثقافتی اور مذہبی تاریخ کے مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب تک ان مجموعوں کا سراغ ملا ہے۔ الدر المنظوم، سراج الهدایہ، سفرنامہ (مکتوبات و ہدایات)، خزانہ جلالی، جواہر جلالی، مظہر جلالی، مناقب مخدوم اور فوائد المخلصین، جامع سید محمد جعفر توامی۔ خطی نسخہ مخزونہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۱/۱۲۹۳/۴۳۴۶۔

اور مظہر جلالی[1] میں لکھا ہے کہ جب حضرت مخدوم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو شرفائے مدینہ نے ان کی سیادت کی سند طلب کی۔ حضرت روضۂ رسول ؐ پر گئے اور کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ وابی وجدی۔ اندر سے باآواز بلند آواز ہوئی کہ علیک السلام یا ولدی یا قرۃ عینی۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت کی سیادت کے سب قائل ہوئے اور بزرگی آپ کی سب پر ثابت ہوگئی۔ ولادت حضرت کی چہارم شعبان المعظم شب شنبہ سنہ سات سو سات اور وفات دہم ماہ ذی الحجہ روز عید اضحیٰ سنہ سات سو پچاسی میں وقوع میں آئی اور روضہ بمقام اوچ زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۰۸۔ سید صدر الدین المعروف بشیخ راجن قتال[2] بن سید احمد کبیر بخاری اوچی قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں ؒ کے بھائی تھے۔ خرقہ خلافت انہوں نے

---

[1] مظہر جلالی کا خطی نسخہ مخدوم نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے (محمد ایوب قادری، مخدوم جہانیاں ص۴۶)

ر۔ ک

(۱) اشرف جہانگیر سمنانی ؒ، لطائف اشرفی دہلی ۱۲۹۹ھ (۲) عبدالحق دہلوی، اخبار الاخیار

(۳) علاؤالدین علی حسین، الدر المنظوم ترجمہ ملفوظ المخدوم دہلی ۱۳۰۹ھ

(۴) شہر اللہ، تذکرہ حمیدیہ مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۹ء

(۵) عبدالواحد میر بلگرامی، سبع سنابل، کانپور ۱۲۹۹ھ ص۷۲، ص۷۳

(۶) تاج الدین احمد برنی، سراج الہدایہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی لاہور

(۷) جمالی دہلوی، سیر العارفین (۸) سخاوت مرزا، تذکرہ مخدوم جہانیاں دکن ۱۹۶۲ء

(۹) محمد ایوب قادری، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کراچی ۱۹۶۳ء

[2] حضرت راجو قتال کی ولادت ۲۰ شعبان ۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء میں ہوئی۔ حضرت مخدوم ؒ کے لقب راجو قتال کے بارے میں مناقب الولایت میں تحریر ہے کہ یہ لفظ راجن کتال ہے۔ "قتال نہیں" یہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی "بزرگ" اور راجن کے معنی "ہیبت ناک" ہیں۔ لیکن دوسرے تذکروں میں ان کے لقب کی وجہ رعب وجلال بتائی گئی ہے اور اسی طرح آپ معروف ہوئے۔

حضرت راجو قتال ؒ کے فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے۔ آپ اس کے لشکر (باقی برصفحہ آئندہ)

اپنے باپ اور بھائی دونوں سے پایا۔ یہ ایک بزرگ تھے جامع علوم ظاہری و باطنی و عشق و محبت و تجرید و تفرید و شریعت و طریقت، دنیا و اہل دنیا سے حضرت کو کمال نفرت تھی۔ مخدوم جہانیاں ان کے حق میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خالق حقیقی نے ہم کو خلقت کے ساتھ مشغول کیا ہے اور صدر الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔ ان کے خوارق جو کتابوں میں تحریر ہیں بیشمار ہیں مگر لاکھوں میں سے ایک لکھے جاتے ہیں کہ جب حضرت مخدوم جہانیاں بمرض موت بیمار ہوئے تو اہون نام ہندو عامل شاہی جو اوچ میں قیام پذیر تھا حضرت کی عیادت کو آیا اور تقریر کی کہ خدا وحدہٗ لاشریک نے جس طرح حضرت خاتم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الرسل پیدا کیا۔ اسی طرح آپ کی ذات خاتم الاولیاء تھی۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات میں نبوت ختم ہو گئی تھی اور آپ کی وفات کے بعد ولایت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چونکہ اس تقریر سے اقرارِ توحید الٰہی و رسالت نبوی ثابت ہوتا تھا حضرت مخدوم نے شاہ راجن قتال کو فرمایا کہ تم نے اس کا اقرار سنا۔ اب یہ مسلمان ہو چکا ہے۔ اگر پھر مرتد ہو گیا تو واجب القتل ہے۔ حضرت قتال نے فرمایا کہ اے نواہون اب تو احکام مسلمانی بجا لا۔ ورنہ قتل ہو گا۔ چونکہ اس کو مسلمان ہونا منظور نہ تھا، بہت ڈرا اور اسی رات کو پوشیدہ شہر سے دہلی کو بھاگ گیا اور بادشاہ سے عرض حال کیا۔ فیروز شاہ بادشاہ نے بھی اس کو اسلام پر ہدایت کی، مگر وہ مسلمان نہ ہوا۔ بعد چند روز کے جب مخدوم جہانیاں فوت ہو گئے تو بعد فراغ تجہیز و تکفین حضرت راجن قتال اسی مقدمہ کے فیصلہ کے لیے دہلی روانہ ہوئے

(بقیہ حاشیہ ۲۵) میں بھی رہے۔ بادشاہ نے آپ کو ایک گاؤں اور دو ہزار تنکے نقد پیش کیے (العبد المنظوم ص)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) حامد گنج بخش، مناقب الولایت در حالات شیخ راجو قتال جو شیخ راجو قتال کی وفات کے فوراً بعد تالیف ہوئی، قلمی مملوکہ خلیفہ الٰہ داد خاں صاحب اوچ۔

(۲) عبدالواحد بلگرامی: سبع سنابل کانپور ۱۲۹۹ھ ص ۲۳ (۳) جمالی دہلوی: سیر العارفین

(۴) عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت ورق ۵۰۵۔ ب

(۵) محمد ایوب قادری: مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری ص ۲۳۱، ص ۲۳۶

(۶) خلیق احمد نظامی: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۲۴۳

اور بادشاہ کو خبر پہنچی۔ پس حسب قاعدہ اس خاندان کے کہ بادشاہ تین میل استقبال کو آتا تھا بادشاہ سوار ہوا، مگر چاہتا تھا کہ کسی طرح بہ حجت شرعی نواہون قتل سے بچ جائے۔ اس خیال پر علماؑ و فضلاؑ کو جمع کیا۔ ان میں ایک فاضل محمد نام قاضی عبدالمقتدر کا بیٹا بہت زبان آور تھا اس نے یہ تجویز کی کہ جب بادشاہ بوقت استقبال حضرت سے ملے پوچھے کہ آپ نواہون کافر کے مقدمے کے تصفیے کے لیے آئے ہیں۔ اگر وہ اس میں ہاں کہہ دیویں گے تو ہم بہ حجت شرعی ان پر غالب آجائیں گے کہ آپ بھی ابھی اس کے کافر ہونے پر ہاں کہہ چکے ہیں۔ پھر اس کو مسلمان کیونکر بتلاتے ہیں۔ یہ تجویز قرار پاکر بادشاہ سوار ہوا اور عندالملاقات وہی تقریر کی۔ حضرت نے جواب دیا کہ نہیں ہم نواہون مسلمان کے مقدمہ کے لیے آئے ہیں اور اس کا اسلام از روئے گواہان معتبر ثابت ہے جو ہمارے ہمراہ ہیں۔ قاضی زادہ بولا کہ حضرت اسلام کے قبول کے واسطے اخلاص دل ضرور ہے ایک سرسری بات پر آپ کیونکر حکم اسلام کا نواہوں کی نسبت دیتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت جلال میں آگئے اور فرمایا کہ تیری تقریر سے ہم کو دیانت کی بُو نہیں آتی اور تیری اجل کا وقت اگر نزدیک نہ ہوتا تو ہم تجھ سے تقریر کرتے۔ یہ بات کہتے ہی قاضی زادہ کو درد پہلو شروع ہوا اور مرغ نیم بسمل کی طرح زمین پر لوٹنے لگا۔ بادشاہ نے فی الفور اس کو اس کے باپ کے پاس بھیج دیا اور خود حضرت کو ساتھ لے کر شہر میں آیا۔ اتنے میں قاضی عبدالمقتدر علماء و فضلاء کے ساتھ اپنی عفو تقصیر کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کمال زاری کی کہ کسی طرح اس کا بیٹا بچ جائے۔ مگر حضرت نے منظور نہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت وہ دنیا سے سفر کر گیا ہے۔ جاؤ تم اس کی تجہیز و تکفین کی فکر کرو، مگر حق جل جلالہٗ اس کا عوض تم کو اس سے اچھا دے گا کہ عورت اس کی حاملہ ہے۔ اس کے پیٹ سے جو بچہ ہوگا۔ وہ عالم و فاضل و ولی ہوگا۔ یہ تقریر ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ قاضی کے گھر سے آدمی دوڑا آیا اور خبر دی کہ وہ مر گیا ہے۔ قاضی ناامید گھر کو چلا گیا اور معلوم کیا تو اس کی عورت کو دو ماہ کا حمل تھا۔ پھر نواہون کو بلایا اور بادشاہ نے قبولِ اسلام کے لیے بہت کچھ کہا، مگر اس نے نہ مانا اور گردن مارا گیا۔ وفات حضرت کی بقول صاحب معارج الولایت بتاریخ سولھویں جمادی الآخر سن آٹھ سو ستائیس ہجری میں واقع ہوئی اور مزار اوچ میں ہے۔

۱۰۹۔ سید ناصر الدین بن مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری اوچی قدس سرہٗ

اگرچہ بعد وفات مخدوم جہانیاں صاحب سجادہ سید صدر الدین راجن قتال تھے، مگر یہ بزرگ بھی اپنے والد کے ارشاد کے بموجب ہدایت و ارشاد میں مصروف تھے۔ لاکھوں طالبانِ خدا ان کی دستگیری سے مقامِ قرب تک پہنچے۔ چونکہ یہ حضرت صاحبِ اولادِ کثیر تھے۔ اس لیے لوگ ان کو نر ناصر الدین کہتے تھے اور تعداد ان کے لڑکوں کی کیونکہ ایک سو تک پہنچ گئی تھی اور تمام اولاد میں سے جنہوں نے عمر دراز پائی۔ اکیس لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ وفات حضرت کی سنہ آٹھ سو سینتالیس میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار اوچ میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

۱۱۰۔ شیخ عبد الجلیل المعروف بقطب العالم چوہڑ[۱] بندگی قریشی حارثی ہکاری لاہوری[۲] قدس سرہٗ

شجرہ نسب اس بزرگ کا چار واسطوں کے ساتھ شیخ حمید الدین ابو الحاکم بادشاہ کیچ مکران کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ شیخ عبد الجلیل بن ابو الفتح بن عبد العزیز بن شہاب الدین بن نور الدین بن سلطان التارکین حمید الدین ابو الحاکم قدس سرہم العزیز۔ اس بزرگ نے اول بعیت اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں کی اور خرقہ، خلافت پایا۔ پھر دور دراز ملکوں کی سیر کی اور صدہا بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ آخر لاہور[۲] میں آکر سکونت اختیار کی اور ہدایت و ارشاد میں مصروف ہوئے۔ پنجاب کے رہنے والوں نے خدمت حضرت کو اپنا فخر سمجھا۔ شیخ ابابکر صاحب تذکرہ[۳] جلیلہ نے حضرت کے

---

[۱] چوہڑ کے معنی ہندی زبان میں شکار کو تدبیر سے قابو میں لانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت نے اپنے نفس کو مجاہدہ و ریاضت سے خدا کی بندگی کے لیے رام کر لیا تھا۔ اس لیے چوہڑ بندگی کے لقب سے ملقب ہوئے۔ (نامی: تاریخ جلیلہ ۱۴۲)

[۲] حضرت شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء کے حدود میں لاہور تشریف لائے (ایضاً ۱۵۰)

[۳] شیخ جمال الدین ابو بکرؒ بن ابو الفتح، شیخ عبد الجلیل کے حقیقی بھائی تھے۔ بحکم مرشد آگرہ کو اپنا مسکن بنا کر تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ شیر شاہ سوری کے عہد میں ۱۵۴۵ء میں انتقال کیا۔ مزار جوگی پورہ آگرہ میں ہے: (غوثی مندوی، اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ص۲۲۶)، وصایائے امام محمد اور اصول بزدوی کی بسیط شروح لکھیں۔ (غوثی ص۲۲۶)، خود اپنے بھائی حضرت شیخ عبد الجلیل لاہوری کے حالات و مقامات پر ایک (باقی بر صفحہ آئندہ)

احوال میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے۔ جس میں ہزاروں خوارق و کرامات کا تذکرہ تحریر میں آیا ہے۔
واقعہ وفات حضرت کا اس طرح پر لکھا ہے کہ بتاریخ غرہ رجب سنہ نوسو دس ہجری (۹۱۰ھ) حضرت مجلس
میں رونق افروز ہوئے۔ سب خلفائے کرام حضور میں حاضر ہوئے۔ ناگاہ حضرت کی حالت بدل گئی۔
اور سر سجدے میں رکھ کر جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کی۔ غسل کے وقت سلطان سکندر لودھی بادشاہ
حاضر ہوا۔ غسل کے بعد حضرت کی زبان سے تین مرتبہ اسم ذات نکلا اور سب نے سنا۔ لوگوں نے
جانا کہ حضرت ابھی زندہ ہیں۔ اس واسطے جنازہ اٹھانے میں تامل ہوا، مگر بعد ایک ساعت کے سب
کو یقین ہو گیا کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں تو جنازہ اٹھا کر خانقاہ کے اندر لاہور میں دفن کیا کہ اب تک
مزار گوہر بار زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

۱۱۱۔ سید عثمان المشہور شاہ جھولہ بخاری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اوچ سے لاہور میں تشریف لائے چونکہ بزرگ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ بہت
سے لوگ ان کے مرید تھے اور ہنگامہ مشیخت گرم ہوا۔ ان کا شجرۂ نسب حضرت مخدوم جہانیاں کے
ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ سید عثمان بن سید محمود بن سید بہاؤالدین بن سید حامد بن سید محمد بن سید
رکن الدین بن سید حامد بخاری المخاطب بنوبہار صاحب دستار بند بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین
مخدوم جہانیاں۔ چونکہ ان کو بیماری رعشہ کی بازوئے چپ میں تھی۔ اس واسطے بخطاب جھولہ مخاطب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۰) کتاب تذکرہ قطبیہ، ۹۴۷ - ۹۵۲ھ / ۱۵۴۰ - ۱۵۴۵ء کے درمیان تالیف کی۔ یہ تذکرہ
نہایت اہم ہے اور لاہور کی ثقافتی و مذہبی تاریخ کا ایک قابل قدر ماخذ ہے۔ جسے نامی صاحب مرحوم نے ۱۹۵۲ء
میں لاہور سے شائع کرایا تھا۔ شیخ جوہر بندگیؒ کی تصانیف میں سے "رسالہ در مسائل شریعت و طریقت، رسالہ
جلیلہ کا ذکر نامی صاحب نے کیا ہے (نامی: تاریخ جلیلہ ۷۲، ۷۵)، شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ کے مزید حالات کے لیے ملاحظہ:

(۱) جمال الدین ابوبکر: تذکرہ قطبیہ ۹۵۲ھ مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۲ء

(۲) شہد اللہ: تذکرہ حمیدیہ، ترجمہ نامی لاہور ۱۹۵۹ء

(۳) نامی: تاریخ جلیلہ لاہور ۱۹۲۰ء ص ۱۳۳، ص ۱۹۳

(۴) فرح بخش فرحت: اذکار قلندری مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۷ء

ہوئے کہ جھولا پنجابی زبان میں رعشہ کو کہتے ہیں۔ وفات ان کی آٹھویں ربیع الاول سنہ نوسو بارہ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پُر انوار بادشاہی قلعہ لاہور کے اندر تہ خانہ میں ہے کہ تعمیر قلعہ اکبری سے اول وہ زمین متعلق شہر کے تھی۔

۱۱۲۔ شیخ علم الدینؒ چونی وال قدس سرّہٗ

یہ بزرگ شیخ عبد الجلیل چوہڑ لاہوری کے خلیفہ تھے۔ پیر روشن ضمیر کے حکم سے ان کو خدمت کپڑے دھونے کی سپرد تھی۔ حضرت کمال عابد و زاہد و گوشہ نشین تھے۔ بعد تکمیل اپنے مرشد کے حکم سے قصبہ چونیاں کی طرف مامور ہوئے اور تمام عمر وہاں رہ کر ہدایت خلق میں معروف رہے آخر سنہ نوسو سولہ ہجری میں وفات پائی۔ روضہ حضرت کا اسی علاقہ میں ہے اور دھوبی لوگ حضرت کا عرس کرتے ہیں۔

۱۱۳۔ شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری قدس سرّہٗ

یہ بزرگ حضرت شیخ عبد الجلیل چوہڑ بندگی کے خلیفوں میں سے بڑے عابد و زاہد و صاحب عشق و جذب و سکر و خوارق و کرامت تھے پہلے یہ شیخ شہر اللہ ملتانی[۲] کے مرید ہوئے ان کی آخری وقت اجازت ہوئی کہ لاہور میں شیخ چوہڑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل پائی۔ سو حسب الارشاد مرشد ارشد کے یہ لاہور میں آئے اور شیخ عبد الجلیلؒ سے فیض حاصل کیا۔ تذکرہ جلیلیہ[۳] میں لکھا ہے کہ ایک

---

[۱] شیخ علم الدین یا علیم الدین بقولِ صاحبِ اذکار قلندری، شیخ موسیٰؒ کے مرید تھے۔ شیخ نور قصوری اور شیخ الٰہ باغبان جن کی اولاد فیض پور باغباناں میں ہے۔ دونوں شیخ علیم الدین کے مرید تھے۔ مزار کی موجودہ حالت و محل وقوع کے لیے ملاحظہ ہو:

نامی : تاریخ جلیلہ ۳۵۷ — ۳۵۰

[۲] شیخ شہر اللہ ملتانی (متوفی ۲۳ ذی الحجہ ۹۲۰ھ) اپنے وقت کے عالم و عارف تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) بہاؤالدین (۲) شیخ محمد اسمٰعیل (۳) محمد صدر الدین۔ آپ ملتان میں اپنے مشائخ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

[۳] اس کتاب کا نام تذکرہ قطبیہ ہے، تذکرہ جلیلیہ نہیں۔ مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم نے ۱۹۵۲ء میں لاہور سے شائع کرایا تھا۔

روز یہ بزرگ اپنی دکان پر آہنگری کا کام کرتے تھے۔ اتنے میں ایک عورت نوجوان خوبصورت ماہ طلعت اپنا تکلا جس سے عورتیں کاتتی ہیں، سیدھا کرانے کے لیے ان کی دکان پر آئی۔ حضرت نے اجرت اس سے لے لی اور تکلا بھٹی میں ڈال کہ ایک ہاتھ سے کھالین ہلانے لگے اور ایک ہاتھ میں دست پناہ پکڑ کر تکلا تھامے رکھا۔ چونکہ وہ عورت کمال خوبصورت تھی۔ اس کو دیکھ کر اس کی صورت حسین پر ایسے محو ہوئے کہ ایک ساعت برابر اس کے چہرے سے آنکھ نہ اٹھائی۔ یہ حال دیکھ کر عورت غضب میں آئی اور کہا کہ تو عجب سفید ریش بزرگ آدمی ہے کہ بیگانی عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ایسی محویت کے ساتھ کہ اپنے کام سے بے خبر ہے۔ حضرت نے یہ تقریر سن کہ فرمایا کہ مادر میں تجھ کو نہیں دیکھتا بلکہ تیرے مصوّر کو دیکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر سرخ ہوا ہوا تکلا آگ سے نکالا اور میل کی طرح آنکھوں میں پھیر لیا اور فرمایا کہ الٰہی اگر میں نے اس عورت کو بدنظر سے دیکھا ہے تو میری آنکھیں جلا دے۔ ورنہ اس لوہے کے سرمچو کو اپنی محبت و عشق کی پارس سے سونا بنا دے۔ سرمچو لوہے کا فی الفور سونا ہو گیا۔ یہ کرامت وہ ہندنی عورت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور اسی روز سے تارک الدنیا ہو کہ گوشۂ عبادت میں ہو بیٹھی اور حضرت کی خدمت کی برکت سے مدارج بلند کو پہنچی۔[1] وفات حضرت کی سنہ نو سو پچیس ۹۲۵[2] میں واقع ہوئی اور مزار لاہور میں متصل قلعہ گوجر سنگھ المشہور بہ گنبد سبز زیارت گاہ خلق ہے اور روضۂ خرد: اس عورت نو مسلمہ کا پاس حضرت کے ہے۔[3]

---

[1] جمال اللہ بن شاہ جیون: مناقب موسوی ۱۱۵۲ھ، اردو ترجمہ محمد علی لاہور ۱۹۶۱ء ص ۲۹، ص ۳۱

[2] قریب العہد سوانح شیخ موسیٰ، مناقب موسوی مذکورہ میں آپ کا سال وصال بروز پنجشنبہ ۱۰ر صفر ۹۶۲ھ واقع ہوا ہے (ص ۶۴)، اس لیے مفتی صاحب کا مندرجہ سنہ وفات ۹۲۵ھ غلط ہے۔

[3] شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری بن سلطان عرب بن سید شمس الدین بن سید غیاث الدین .... الخ امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید رض۔ نواحی ملتان میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت ۲۷ر رجب ۸۸۱ھ ہے (مناقب موسوی ص ۱۵)۔ اور تعلیم کے بعد بیعت کی اور لاہور میں ارشاد و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے اکابر خلفاء میں سے میر ہاشم بخاری، حاجی اسحٰق سندھی، شیخ موہری، مخدوم علم الدین بن عبد السلام کھوکھر، شاہ نور، شاہ رزق اللہ بنیانی (مناقب موسوی ۷۔ ۹۴) قابل ذکر ہیں۔

ملاحظہ ہو: (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۴۴۔ شیخ سید حاجی عبدالوہاب[1] بخاری دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ سید جلال الدین میر سرخ بخاری اوچی کے اولاد میں سے بڑے بزرگ صاحب مراتب بلند و مقامات ارجمند تھے۔ نسبت جدّہی ان کی سید محمد غوث بن سید جلال الدین کے ساتھ ملتی تھی۔ سید صدر الدین بخاری سے ان کی بعیت تھی۔ پہلے یہ ملتان میں رہتے تھے پھر بیت اللہ کو گئے اور مستفیض بزیارت حرمین الشریفین ہو کر واپس ہند میں آئے اور دہلی میں قیام کیا۔ سلطان سکندر لودھی حضرت کا مرید تھا۔ ان کی تصانیف و توالیف میں سے ایک تفسیر قرآن شریف کی ایسی ہے۔ کہ تمام قرآن کو حضرت سرورِ عالم رسول مقبول کے مدح میں بیان کر دیا ہے یعنی ہر ایک آیت کے ایسے معنی بیان کیے ہیں کہ ان سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مدح ظاہر ہوتی ہے۔ وفات حضرت کی سنہ نو سو بتیس ۹۳۲ ہجری میں واقع ہوئی اور شیخ حاجی ۹۳۲ مادہ تاریخ ہے۔

(بقیہ حاشیہ) (۱) جمال اللہ بن شاہ جیون از اولاد شیخ موسیٰ آہنگر: مناقب موسوی در احوال شیخ موسیٰ آہنگر، ۱۱۵۲ھ، اردو ترجمہ محمد علی زیر نگرانی مولانا ابوالبرکات سید احمد مدظلہ لاہور ۱۹۶۱ء

(۲) جمال الدین ابوبکر: تذکرہ قطبیہ، مرتبہ نامی ص ۲۴، ص ۲۵

(۳) نامی، تاریخ جلیلہ ص ۳۵۵، ص ۳۵۶

[1] شیخ عبدالوہاب بخاری بن محمد بن رفیع الدین اوچی متولد ۸۶۹ھ۔ آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت قطب الدین بن کبیر الدین بن اسماعیل بن محمود چشتی بخاری۔ ملتان کے قیام کے بعد دہلی جا کر شیخ عبداللہ بن یوسف قریشی ملتانی سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی ایک تفسیر القرآن مجید بھی ہے۔ جس کا آغاز ربیع الثانی ۹۱۵ھ میں ہوا اور ۱۰ شوال ۹۱۵ھ کو مکمل ہوئی۔ رسالہ شمائل النبوی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور قصائد در مناقب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی آپ کی تصنیف سے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالحق دہلوی: اخبار الاخیار ص ۲۰۶، ص ۲۰۷ (۲) غلام سرور لاہوری مفتی، خزینۃ الاصفیاء ج ۲/ ۸۴

(۳) عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر ص ۲۲۳، ص ۲۲۴

(۴) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند ص ۳۳۳، ص ۳۳۴

۱۱۵۔ سیّد جمال الدین سہروردی[1] دہلوی قدس سرّہٗ

برادرِ حقیقی و مرید و خلیفہ سیّد عبدالوہاب بخاری دہلوی تھے اور باشارت باطنی ہند سے کشمیر میں گئے اور ہزاروں طالبانِ حق ان کی بیعت سے سرفراز ہو کر بہرہ یاب سعادت دارین ہوئے۔ خوارق و کرامات کے تذکرہ میں کتاب جمال عرفان لکھی گئی جس میں بے شمار کرامتیں درج ہیں کشمیر کی سیر کے بعد حضرت پھر ہندوستان میں آئے اور سنہ نو سو اڑتالیس ۹۴۸ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔

۱۱۶۔ مخدوم شیخ حمزہ[2] کشمیری قدس سرّہٗ

تواریخ اعظمی المشہور تاریخ دومری میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ لڑکپن کی عمر میں عبادتِ الٰہی میں

---

[1] میر سید جمال الدین بخاری کا سلسلہ بیعت چھ واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں تک پہنچتا ہے۔ آخری سلاطین کشمیر کے عہد میں کشمیر میں جا کر ارشاد و تبلیغ کا کام کیا اور صدہا گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھانے کے بعد واپس دہلی چلے گئے۔ حضرت مخدوم حمزہ کشمیری کی تربیت آپ کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ آپ نے ۹۴۸ھ میں انتقال کیا۔۔
(محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی ص۹۲)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی، کشمیر ۱۳۵۵ھ ص۹۲

[2] حضرت مخدوم حمزہ کشمیریؒ ۹۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مسکن موضع تجراز پرگنہ زینہ گیر تھا۔ میر سید جمال الدین کشمیریؒ مذکور کے ارشد مریدین و خلفاء میں سے تھے۔ بابا داؤد خاکیؒ نے ورد المریدین میں آپ کے مناقب لکھے ہیں۔ اہل تشیع کشمیر آپ کے سخت مخالف تھے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) نصیب الدین کشمیری بابا: نور نامہ (آخری حصہ مشتمل بر احوال و ملفوظات و احوال خلفائے مخدوم حمزہؒ) قلمی ذخیرہ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۶۳۲ / ۳۶۵۹

(۲) داؤد خاکی: ورد المریدین (کرامات و حالات شیخ حمزہؒ) لاہور ۱۸۹۴ء

(۳) محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص۱۲۱، ص۱۰۱ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

ایسے مستغرق ہوئے کہ کسی دُنیادار سے نہ ملتے۔ پہاڑ کے ایک غار میں انکا مقام تھا اور اویسی نسبت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی پیدا کی کہ فنافی الرسولؐ کے مرتبے کو فائز ہو گئے۔ چونکہ مرشد ظاہری ان کا کوئی نہ تھا۔ اس باب میں حضرت رسُول مقبولؐ علیہ السلام والصلوٰۃ کی روحانیت سے استجازت کی ارشاد ہوا کہ تیرا مرشد خود تیرے پاس آئے گا۔ پس چند ماہ کے بعد حضرت سید جمال الدین سہروردی دہلی سے بالہام ربانی کشمیر میں آئے۔ گویا تشریف لانا ان کا کشمیر میں ان کی تربیت و تکمیل کے لیے تھا۔ پس شیخ حمزہ ان کی بعیت سے سرفراز ہوئے اور خرقۂ خلافت پایا۔ بعد عطائے خرقۂ ہدایت وارشاد خلق میں مصروف ہوئے اور تمام عمر اس کام میں بسر کی۔ آخر سال نوسو چوراسی ہجری میں وفات پائی، مزار ملک کشمیر میں ہے۔

۱۱۷۔ بابا داؤدؒ[۱] خاکی کشمیری سہروردی قدس سرہٗ

یہ بزرگ کشمیر کے اولیاء میں سے صاحب مراتب بلند ومدارج ارجمند تھے خورد سالی کی

(بقیہ حاشیہ) (۴) بہاؤالدین کشمیری : سلطانی (احوال حضرت مخدوم حمزہ) لاہور ۱۹۲۳ء

(۵) اسحاق قاری کشمیری : حلیۃ العارفین (حالات مخدوم حمزہؒ) بسال ۹۸۰/ ۱۵۷۲ء قلمی نسخہ برٹش میوزیم (ریو، کیٹلاگ فارسی ۳/ ۹۷۲ب) ذخیرہ شیرانی بنام چل چلۃ العارفین نمبر ۲/۱۲۹۳/۴۴۴۶

[۱] حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری، کشمیر کے اجل علماء میں سے تھے۔ وِرد المریدین، دستور السالکین شرح ورد المریدین، قصیدہ جلالیہ اور رسالہ غسلیہ آپ کی تصانیف میں سے۔ اپنی آپ کے زمانہ میں چک خاندان نے کشمیر کے راسخ العقیدہ سنی علماء پر بڑے مظالم کیے۔ حضرت قاضی موسیٰ کشمیری کو شہید کر دیا۔ ان دنوں بابا داؤد خاکیؒ کشمیر سے باہر تھے اور عہد کیا کہ جب تک چک خاندان کی حکومت ختم نہیں ہو جاتی۔ ہم کشمیر نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء میں اکبر نے کشمیر کے عوام کو اس خاندان کے ظلم وستم سے آزاد کرانے کے لیے کشمیر پر حملہ کر کے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا (محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۵۲، ص۲۵۳)۔ چنانچہ حضرت بابا داؤد خاکی اکبر بادشاہ کے لشکر کے ہمراہ کشمیر پہنچے اور اسی سال انتقال کیا (محمد اعظم : تاریخ کشمیر اعظمی ص۱۰۱) ر۔ر۔ک

(۱) محمد اعظم : تاریخ کشمیر اعظمی ص۱۰۱، ص۱۰۹

(۲) بابا نصیب کشمیری : نورنامہ (ریشی نامہ) آخری باب قلمی نسخہ مذکورہ۔

عمر میں ان کو علم پڑھنے کا شوق ہوا۔ چند سال اس شغل میں رہے۔ جب علم تحصیل کر چکے تو شوقِ حق دامن گیر ہوا اور شیخ حمزہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور تکمیل پا کر مقتدائے زمانہ ہوئے۔ شیخ حمزہ کو جس قدر محبت ان کے ساتھ تھی اور کسی مرید کے ساتھ نہ تھی۔ چونکہ ان کے وقت میں کشمیر میں سلاطین قوم چک جن کا مذہب شیعہ تھا۔ بادشاہ ہو گئے تھے اور بہ تعصب مذہبی انہوں نے قاضی موسیٰ کشمیری کو شہید کر دیا تھا۔ اس سبب سے بابا داؤد قوم چک سے ناراض ہو گئے اور اس ملک سے نکل کر ہند میں آئے اور فرمایا کہ جب تک کشمیر سے سلاطین چک کی سلطنت دور نہ ہوگی۔ ہم کشمیر میں نہ آئیں گے۔ آخر جب قاسم خاں بحری اکبر بادشاہ کی فوج لے کر کشمیر کو گیا اور قبض و دخل سلاطین تیموریہ کا کشمیر میں ہو گیا اور سلاطین چک کی سلطنت نیست و نابود ہو گئی تو حضرت کشمیر میں گئے مگر اسی سال یعنی نو سو چورانوے میں وفات پائی اور شہر سری نگر میں مدفون ہوئے۔

۱۱۸۔ سیّد جھولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ لاہوری قدس سرّہٗ

فرزند دلبند سید شاہ محمد بن سید عثمان جھولہ بخاری مادر زاد ولی تھے۔ نام اصل ان کا بہاء الدین تھا۔ پانچ برس کی عمر میں ان کو گھوڑے کی سواری کا نہایت شوق تھا اور وہ شوق اس قدر بڑھا کہ جو کوئی مٹی کا بنا ہوا گھوڑا ان کی خدمت میں لے آتا۔ جو مراد مانگتا حاصل ہو جاتی۔ جب یہ بات تمام زمانہ میں مشہور ہو گئی اور اہلِ حاجت جوق جوق آنے لگے تو ان کے والد کو خبر ہوئی اور برہم ہو کر فرمایا کہ الٰہی یہ خورد سال لڑکا کہ موجب انکشاف اسرارِ الٰہی ہوتا ہے۔ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔ بمجرد فرمانے ان کلمات کے سید جھولن شاہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ وفات حضرت کی گیارھویں ربیع الاول سنہ ایک ہزار تین ہجری میں واقع ہوئی اور مزار لاہور کے باہر زیارت گاہ خلق ہے۔ اب بھی کئی انبار گلی گھوڑوں کے مزار پر موجود ہیں اور اہل حاجت جن کی حاجت بر آتی ہے چڑھا جاتے ہیں[1]۔

---

[1] نور احمد چشتی نے سید جھولن شاہ (گھوڑے شاہ) کا نام شاہ محمد حفیظ اور ان کی نسبت سلسلہ چشتیہ صابریہ سے کی ہے جو درست نہیں۔ مفتی صاحب خزینۃ الاصفیاء میں لکھتے ہیں :

وفات آں جامع الکمالات حسب اندراج شجرہ نسبیہ سید حاکم شاہ و محمد شاہ کہ از اولاد (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۱۹- شیخ حسن گنجداگر المشہور حسو تیلی لاہوری قدس سرہٗ[ا]

یہ شخص اوّل غلہ فروشی کا کام کرتا تھا چونکہ اوقات اس کی تنگی سے گذر رہی تھی۔ اس لیے شاہ جمال لاہوری کے پاس حاضر ہو کر وسعت رزق کے لیے استدعا کی۔ انھوں نے فرمایا کہ کم تولنا چھوڑ دو۔ اس روز سے اس نے کم تولنا چھوڑ دیا اور چند سال میں دولت مند بن گیا۔ دولتمندی کی

(بقیہ حاشیہ ۱) سید عمادی الملک برادر حقیقی سید جھولن شاہ در لاہور سکونت داشتند بتاریخ یازدہم ربیع الاول سال یک ہزار و سہ ہجری است و مزار پرانوارش در لاہور از اشہر ترین مزارات است کہ در زمین حاجی بالہ بیرون لاہور زیارت گاہ خلق است و بعد وفاتش سید شہباز بن عمادی الملک بتاریخ ہفتم رجب سال یک ہزار و چہل و یک (۱۰۴۱ھ) و سید کھوی شاہ بن عارف شاہ بن عمادی الملک بہ بست و دوم رجب سال یک ہزار و پنجاہ بہ پہلوئے مزار جھولن شاہ مدفون شدند و آنکہ صاحب تحقیقات چشتی می فرماید کہ نام حضرت جھولن شاہ، محمد حنیف است و ارادت بسلسلہ چشتیہ صابریہ بخدمت حسن شاہ و وی بخدمت جان محمد چشتی لاہوری داشت محض غلط است۔ اعوذ باللہ من اظہار الاخبار الکذب (خزینۃ الاصفیاء ۲/۸۹-۹۰)

۱ صورت سنگھ کے بیان کے مطابق شیخ حسو تیلی ماکیوال (در کنار چناب) کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ چندو اور والدہ کا نام میلی تھا۔ شیخ حسو کا انتقال ۳ شوال ۱۰۱۱ھ کو لاہور میں ہوا۔ عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ان کے ہمعصر امراء سے تعلقات بھی تھے۔ عبدالرحیم خان خاناں نے تسخیر ٹھٹھہ کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری سے ان کے تعلقات کشیدہ تھے۔ شیخ فرید بخش نے آپ سے اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ شہزادہ سلیم کی بغاوت اور پھر اکبر سے صلح کروانے کے سلسلہ میں شیخ حسو کے ارادے کو دخل حاصل تھا۔ قحط سالی کے ایام میں اکبر بادشاہ نے آپ سے باران رحمت کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی جو مؤثر ثابت ہوئی۔

(صورت سنگھ: تذکرۃ الشیخ والخدم قلمی مخزونہ کتب خانہ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نمبر ۱۹۶
ماخوذ ملخصاً از مقالہ پروفیسر محمد اسلم مشمولہ المعارف لاہور اکتوبر ۱۹۷۳ء)

ر۔ک

(۱) صورت سنگھ: تذکرۃ الشیخ والخدم ۱۰۵۴ھ (مقالہ پروفیسر محمد اسلم مشمولہ المعارف لاہور اکتوبر ۱۹۷۳ء)
(۲) نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی۔ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۲۴۰

حالت میں یہ ادائے شکرانہ کے لیے پھر شاہ جمال کے پاس گیا اور کچھ روپیہ نذر کیا۔ حضرتؒ نے نہ لیا اور فرمایا کہ اگر اب تو اس دولت کی محبت چھوڑ دے تو زیادہ تو غنی ہو جائے۔ چونکہ اس کو شاہ جمال کی نسبت اعتقاد کامل تھا۔ فوراً تارک الدنیا ہو گیا اور مال و دولت براہِ خدا، غرباء و فقراءؔ کو تقسیم کر دیا۔ اس روز سے حضرت شاہ جمال اس کی تکمیل میں مصروف ہوتے اور بہت جلد مقامِ قرب تک پہنچا دیا۔ باقی ماندہ عمر اس نے اپنے مرشد کی خدمت میں بسر کی۔ آخر سنہ ایک ہزار بارہ میں فوت ہو گیا۔

۱۲۰۔ میراں محمد شاہ المشہور سید موج دریا بخاری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اولاد حضرت سید جلال الدین میر سرخ بخاری اوچی میں سے مظہر انوار شرافت واقفِ اسرارِ طریقت و حقیقت رہنمائے طریقِ معرفت تھے۔ ان کا شجرہ نسب سید جلال الدین میر سرخ بخاری کے ساتھ اس طرح ملتا ہے کہ میراں محمد شاہ بن سید صفی الدین بن سید نظام الدین بن سید علم الدین ثانی بن جلال الدین بن سید علم الدین اولیٰ بن سید ناصر الدین بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں بن سید احمد کبیر الدین بن سید جلال الدین میر سرخ بخاری۔ ولایت و شرافت و کرامت موروثی ان کو حاصل تھی اور اپنے وقت میں مقتدائے زمانہ تھے۔ پہلے سکونت ان کی اوچ میں تھی۔ وہاں سے اکبر بادشاہ نے ان کو بمقام چتوڑ گڈھ طلب کیا اور فتح قلعہ کے لیے دعا چاہی۔ بعد فتح قلعہ کے اکبر نے حضرت کو ایک لاکھ روپے کی جاگیر پنجاب میں دی[1] اور شہر بٹالہ[2] ان کی جاگیر میں قرار پایا۔ حضرت نے باکراہ وہ جاگیر قبول کر کے لنگر جاری کر دیا۔ لاہور و بٹالہ دو جگہ حضرت کا لنگر جاری تھا۔ صدہا غرباء و مساکین کھانا کھاتے تھے حضرت کی سکونت اکثر لاہور میں تھی اور یہاں ہی رہ کر حضرت نے ہنگامہ مشیخت گرم رکھا۔ حضرت کے تین فرزند نہایت بزرگ صاحبِ حال و قال تھے۔ ایک سید صفی الدین جو اپنے جدِ بزرگوار کے نام

---

[1] سید محمد لطیف جج نے لکھا ہے کہ جس فرمان کی رو سے یہ جاگیر ملی تھی۔ وہ آج بھی اس خاندان کے پاس محفوظ ہے۔ جس پر اکبر کی مہر ثبت ہے۔ (محمد لطیف: لاہور)

[2] شہر بٹالہ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوریؒ ف ۹۴۱ھ کے حکم سے آباد کیا گیا (جمال الدین ابوبکر: تذکرہ قطبیہ ۶۳-۶۴) وقائع سیالکوٹ میں ہے کہ بٹالہ ۸۶۳ھ میں آباد ہوا تھا (محمد مقیم: وقائع سیالکوٹ ص ۲۰)

سے موسوم تھا۔ دوسرے سید بہاؤ الدین۔ یہ دونوں فرزند سیدہ پاکدامنہ المشہور بی بی کلاں بنت سید
عبدالقادر ثالث کے بطن پاک سے پیدا ہوئے۔ تیسرے شاہ شہاب الدین الملقب بہ نہڑا بی بی
نور رنگ حضرت کی دوسرے قبیلہ کے پیٹ سے ہوئے۔ انہوں نے سکونت بٹالہ میں اختیار کی۔
اور وہاں ہی ان کی اولاد ہے اور صفی الدین کی اولاد لاہور میں رہتی ہے[1]۔ ان کے کرامت وخوارق کے
ذکر میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت کے روبرو کسی نے کہا کہ سید کبھی سُنی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کو ثلاثہ
اصحاب کی نسبت محبت نہیں ہوتی۔ پس جب اصحاب کبار کی نسبت اعتقاد نہ ہوا تو سُنی نہ ہوا اور
یہ پنجابی مثل زبان پر لایا کہ سید سُنی نہیں کاٹھ دی گُنّی نہیں یعنی سید سنی نہیں ہے اور لکڑی کی ہنڈیا
نہیں ہے۔ یہ تقریر سن کر حضرت نے ایک لکڑی کی ہنڈیا منگوائی اور دونوں پاؤں کا چولہا بنا کر اس
میں آگ جلادی اور ہنڈیا میں چاول ڈال دیے۔ جب تک چاول پک نہ گئے پاؤں کے اوپر ہنڈیا رکھی
رہی۔ خدا کی قدرت سے نہ تو پاؤں جلے اور نہ ہنڈیا لکڑی کی جلی۔ جب چاول پک چکے تو فرمایا۔ دیکھو سید
بھی سُنی ہے اور ہنڈیا بھی لکڑی کی۔ یہ کرامت دیکھ کر اہل مجلس حیران ہوئے۔ وفات حضرت کی سنہ
ایک ہزار چودہ ہجری میں واقع ہوئی اور روضہ عالیہ لاہور میں زیارت گاہ خلق ہے

قطعہ تاریخ

چوں محمد شاہ ملک عاقبت — در مقامِ قرب حقانی نشست
از حضور آمد عیان تاریخ او (١٠١٤ھ) — نیز سرور گفت مرد حق پرست (١٠١٤ھ)

١٢١۔ سید سلطان جلال الدین حیدر بن صفی الدین بخاری قدس سرہ

یہ بزرگ میراں محمد شاہ بخاری کے حقیقی بھائی تھے۔ صبر و شکر، طلب و رضا، عشق و محبت
و ترک و تجرید میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مال دنیا سے ان کو کمال نفرت تھی۔ اگرچہ ان کے بھائی

---

[1] حضرت موج دریا کے چوتھے فرزند کا ذکر نامی صاحب نے ایک نامعلوم الاسم قلمی کتاب کے حوالہ سے فتح اللہ
شاہ مشہور بہ فتح شاہ بخاری مدفون بیرون دروازہ لوگڈھ ولاہوری امرتسر کا ذکر کیا ہے (نامی، بزرگان لاہور
نمبر ۱۳۶)، تقسیم پاک وہند تک امرتسر میں یہ مزار سب سے زیادہ مرجع خلائق تھا۔ اب بھی شکستہ صورت
میں موجود ہے۔

میراں محمد شاہ جاگیردار صاحب گنج ومال تھے۔ مگر ان کو ان کے مال کی کچھ طمع نہ تھی۔ بلکہ کمال نفرت تھی۔ تمام عمر انہوں نے عبادت و ریاضت و ہدایت و ارشاد میں گزرانی۔ آخر سال ایک ہزار سولہ میں فوت ہو کر دیوار بدیوار حریم مزار بی بی پاک داماں مدفون ہوئے۔ وہ روضہ اب تک موجود ہے اور دروازہ اس کا خانقاہ پاکداماں کے اندر ہے اور لوگ اس کو مزار استاد بی بی پاکداماں کہتے ہیں۔

۱۲۲۔ بابا نصیب[1] الدین سہروردی کشمیری قدس سرہٗ

یہ بزرگ خلیفہ اعظم شیخ داؤد کشمیری کے تھے۔ اپنے وقت میں زہد و عبادت و ریاضت و خلق و ادب و خوارق و کرامت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ تمام عمر انہوں نے ترک و تجرید میں گزرانی کبھی کوئی طعام لذیذ یا کوئی میوہ تناول نہ فرمایا۔ لذات دنیا سے بالکل محترز رہے۔ سوائے نان خشک کے کوئی چیز آپ کی غذا نہ تھی اور نہ کبھی دیدۂ حق بین خواب سے آشنا ہوئے غرض کہ حضرت نے پورا حق زہد و ریاضت کا ادا کیا اور کوئی دم یاد الٰہی سے غافل نہ رہے۔ وفات حضرت کی سال ایک ہزار سینتالیس محرم کی تیرھویں تاریخ میں ہوئی اور مزار سرزمین کشمیر میں ہے۔ وہو خیر الصالحین[۱۰۴۷] ان کی تاریخ وفات ہے۔

---

[1] حضرت بابا نصیب الدین غازی کشمیری[2] نے ریشیان کشمیر کے حالات پر ایک قابل قدر کتاب نورنامہ یا ریشی نامہ تصنیف کی تھی۔ جس میں بابا نور الدین ولی ریشی کے مفصل حالات کے علاوہ (۱) بابا بام الدین (۲) بابا زین الدین (۳) لطف الدین (۴) ناصر الدین (۵) رجب الدین (۶) شکر الدین (۷) لطیف الدین معہ خلفاء (۸) بابا نور دند ریشی (۹) شیخ حمزہ اور آپ کے خلفاء اور ملفوظات وغیرہ بھی درج کیے۔ یہ گراں بہا کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے حسب ذیل خطی نسخے پائے جاتے ہیں (نسخہ مولوی شمس الدین مرحوم مکتوبہ ۱۱۳۴ھ مخزونہ کراچی میوزیم (۲) ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (۳) ادنبرگ (۴) انڈیا آفس لندن (۵) پنجاب پبلک لائبریری لاہور (۶) پنجاب یونیورسٹی لائبریری ذخیرۂ شیرانی نمبر ۹۳۰ / ۳۶۵۹ (سٹوری جلد ۱ پارٹ ۱ ص ۹۸۵) محمد اقبال مجددی: مولوی شمس الدین مرحوم کے چند نادر مخطوطات۔ المعارف لاہور اگست ۱۹۷۰ء) ر۔ک

(۱) محمد اعظم: تاریخ کشمیر ۱۴۲ - ۱۴۳ (۲) غلام سرور مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۲/ (۳) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/ ۱۴۷

ارجمند و خوارق و کرامت و جذب و عشق و محبت و زہد و ریاضت جامع فتوحات ظاہری و باطنی تھے۔ شجرہ ان کا بہاء الدین ملتانی کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ شاہ دولا[1] مرید و خلیفہ شیخ سیدنا سرمست کے اور وہ مرید شاہ مونگا کے اور وہ مرید شاہ کبیر کے اور وہ مرید شیخ شہر اللہ کے اور وہ مرید شیخ یوسف کے اور وہ مرید پیر برہان کے اور وہ مرید شیخ صدر الدین کے اور وہ مرید شیخ بدر الدین کے اور وہ مرید شیخ اسماعیل قریشی کے اور وہ مرید شیخ صدر الدین راجن قتال اوچی کے اور وہ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے اور وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے اور وہ مرید شیخ شیخ بہاء الدین ملتانی کے۔ خاندان چشت اہل بہشت سے بھی ان کو فیض کامل حاصل ہوا اس بزرگ کو خداوند حقیقی نے دولت ظاہری و باطنی نصیب کی۔ ان کی سرکار بادشاہوں کی سرکار کے مانند تھی۔ ہزاروں نوکر چاکر گھوڑا پالکی دروازہ پر حاضر رہتے تھے۔ اہل حاجت کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا۔ خصوصاً وہ لوگ جو بے اولاد تھے۔ وہ حاضر ہو کر استدعائے دعا کرتے کہ خدا کی جناب سے

---

[1] شاہ دولہ دریائی پنجاب کے معروف ترین بزرگوں میں سے تھے۔ ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں انتقال کیا۔ (مشتاق رام گجراتی: کرامت نامہ قلمی ورق ۸ مملوکہ سید شرافت نوشاہی مدظلہ، صاحب معارج الولایت حسن ابدال جاتے ہوئے شاہ دولہ سے ملا تھا (شاہ دولہ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ ہم نے معاصر ماخذ کرامت نامہ کو اس سلسلہ میں دیگر روایات پر ترجیح دی ہے)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) مشتاق رام گجراتی: کرامت نامہ قلمی (حالات شاہ دولہ گجراتی) قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی ساہنپال

(۲) عبدی عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت ۱۰۹۶ھ قلمی ورق ۴۳۱، و، ب

(۳) عبدالفتاح: مفتاح العارفین قلمی ذخیرہ شیرانی

(۴) شاہ محمد غوث لاہوریؒ: رسالہ در بیان کسب سلوک و معرفت فارسی مطبوعہ پشاور

(۵) محمود: ملفوظات نقشبندیہ ۱۱۲۶ھ ز احوال شاہ مسافر اورنگ آبادی دکن ۱۳۵۲ھ ص۱۶

(۶) وڈیرہ گنیش داس: چار باغ پنجاب، امرتسر ۱۹۶۵ء ص۴۳، ۱۱۰، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۱، ۲۰۸، ۲۴۸

(۷) محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری لاہور ۱۹۷۲ء ۵۲، ۵۳

(۸) نسیم ایم ایس: تذکرہ شاہ دولہ لاہور ۱۹۷۰ء (۹) جہاں آرا: حاجبیہ قلمی مملوکہ پروفیسر محمد اسلم لاہور

۱۲۳۔ حضرت شاہ جمال سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ مشہور ہیں۔ ان کا شجرہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ساتھ اس طرح ملتا ہے کہ حضرت شاہ جمال مرید شیخ لکڑا بیگ کے اور وہ مرید شاہ شرف کے وہ مرید شاہ معروف کے وہ مرید جعفرالدین کے وہ مرید ضیاءالدین کے وہ مرید شیخ جمال کے وہ مرید شیخ عارف صدرالدین کے وہ مرید اپنے والد شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے اور یہ حضرت سید حسینی تھے اور اولاد ان کی اب تک سیالکوٹ میں سکونت رکھتی ہے۔ ان کا دوسرا بھائی شاہ کمال بھی عابد و زاہد صاحب جذب و شغل تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے خوارق و کرامت اکثر لوگوں میں مشہور ہیں اور لکھا ہے کہ جب حضرت شاہ جمال کا ارادہ ہوا کہ ایک دمدمہ بلند اپنے قیام کے واسطے تعمیر کریں تو بسبب اس کے کہ بادشاہی عمارتیں جابجا تعمیر ہو رہی تھیں معمار دستیاب نہیں ہوتے تھے۔ حضرت نے حکم دیا کہ معمار دن کو بادشاہی عمارت پر کام کریں اور رات کو ہمارے دمدمہ کی تعمیر میں مصروف رہیں۔ چنانچہ چندے یہ کام اسی طرح ہوتا رہا۔ ایک رات آدھی رات کے وقت تیل ختم ہو گیا۔ حضرت نے حکم دیا کہ بجائے تیل پانی چراغوں میں ڈال دو۔ خدا کی قدرت سے وہ پانی تیل کی طرح چراغوں میں۔ جلتا رہا۔ جب دمدمہ ہفت منزلہ بن کر تیار ہو گیا تو شہزادی سلطان بیگم ہمشیرہ اکبر بادشاہ نے جس کا باغ حضرت کے دمدمہ کے متصل تھا۔ حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ کا دمدمہ بہت بلند ہے اور اس سے نظر ہمارے محل پر پڑتی ہے۔ اس بات پر توجہ فرمائی جائے۔ حضرت یہ بات سن کر خاموش رہے۔ چند دن کے بعد ایک دن حضرت کے یہاں مجلس سماع گرم تھی۔ جب حضرت وجد میں آئے اور اٹھ کر رقص کیا تو چار منزلیں دمدمہ کی زمین کے اندر غرق ہو گئیں اور تین باقی رہیں جو اب تک موجود ہیں۔ وفات شاہ جمال کی چودھویں ماہ ربیع الثانی سنہ ایک ہزار انچاس میں واقع ہوئی اور مزار پرانوار لاہور میں متصل موضع اچھرہ کے ہے۔ جس کو شاہ جمال کا دمدمہ کہتے ہیں۔

۱۲۴۔ شاہ دولا دریائی گجراتی قدس سرہٗ

پنجاب کے مشہور بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب مقامات بلند و مدارج
ان کو اولاد حاصل ہو۔ ارشاد ہوتا کہ منجملہ تمام اولاد کے جو ان کو حاصل ہوگی۔ ایک لڑکا ہمارے نذر
کر دینا۔ چنانچہ وہ منظور کر لیتے تو ان کو اولاد ہوتی اور ایک لڑکا یا لڑکی جو حضرت کی جناب میں
منظور ہوتا وہ مستانہ و مجذوب ہو جاتا۔ سر اس کا بہت چھوٹا ہوتا۔ اسی واسطے اس کو شاہ دولا کا چوہا
کہتے۔ چنانچہ اب تک یہ کرامت جاری ہے۔ دو چار چوہے ہمیشہ خانقاہ پر پرورش پاتے ہیں جس
شخص کو اولاد حضرت کی دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے گھر ایک بچہ اس قسم کا پیدا ہوتا ہے۔
اور وہ اس کو حضرت کے مزار پر چھوڑ جاتا ہے و متعلقان مزار اس کو پرورش کرتے ہیں۔ وفات
حضرت کی سال ایک ہزار پچھتر میں واقع ہوئی اور مادۂ تاریخ لفظ خدا دوست ہے اور مزار گوہر بار
شہر پنجاب گجرات میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۲۵۔ شیخ جان[1] محمد سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

شیخ اسماعیل المشہور بڑا میاں لاہوری کے خلفاء میں سے یہ بزرگ صاحب زہد و ریاضت و
عبادت تھا۔ دور دور سے لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ یاب ہوتے تھے۔ ایک شخص
نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت اپنے افلاس و ناداری کی کی۔ فرمایا کہ کلمۂ تمجید ہر روز ایک
سو مرتبہ پڑھا کرو۔ ایک ہفتہ کے بعد خبر دو۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ اب میں
مالدار ہو گیا ہوں۔ اب کوئی حاجت میری باقی نہیں رہی۔ فرمایا کہ ایک ہفتہ تک اور اسی کلمہ کا
ورد کرو اور ایک ہفتہ کے بعد خبر دو۔ بعد ایک ہفتہ کے پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ میری طبیعت مال دنیا
سے بیزار ہے۔ مجھ کو اپنا مرید کرو۔ چنانچہ تارک الدنیا ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہوا۔ وفات

---

[1] حضرت مولانا جان محمد لاہوری اپنے وقت کے جید عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ آپ کی ایک خطی کتاب
نماز چہارگانہ بعد از جمعہ راقم محمد اقبال مجددی کے کتب خانہ میں ہے۔ تفصیل کے لیے

(۱) محمد عاقل لاہوری: تحفۃ المسلمین ورق ۴۔ ب نسخہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی (باقی اگلے صفحہ پر)

اس بزرگ کی سال ایک ہزار بیاسی ہجری میں واقع ہوئی اور مزار باہر شہر لاہور کے متصل مسجد قصاب خانے کے ہے۔

۱۲۶۔ شیخ محمد اسماعیل[1] لاہوری المشہور میاں کلاں قدس سرہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب شریعت زاہد و متقی و پرہیزگار مشہور ہیں۔ تمام عمر انھوں نے قرآن کا درس جاری رکھا۔ چنانچہ اس زمانہ ناپرساں میں کہ اہل زمانہ دین کی

(بقیہ حاشیہ) (۲) جان محمد لاہوری : رسالہ نماز چہارگانہ بعد از جمعہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی (فارسی)

(۳) محمد شفیع صاحبزادہ : سوانح میاں وڈا لاہوری۔ لاہور ۱۹۰۹ء

[1] حضرت حافظ محمد اسماعیل عرف میاں وڈا لاہوری اپنے وقت کے بڑے جید عالم تھے۔ پورے پنجاب کے علماؒ نے ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ ان میں سے میاں تیمور لاہوری، میاں حامد قاری لاہوری وغیرہ اپنے وقت کے اجل علما بھی تھے۔ میاں حامد قاری کے مکتوبات اور بہت سے قلمی رسائل ہمارے ذاتی کتب خانے میں ہیں اور آپ کے کئی رسائل خطی ذخیرہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی میں محفوظ ہیں۔ مولانا محمد عاقل لاہوری قصیدہ امالی اور قصیدہ بردہ کی اپنی سند اس طرح لکھتے ہیں :

فقیر محمد عاقل از حضرت حامد القاری علیہ الرحمۃ الباری مرخص شدہ والیشاں مرخص از میاں تیمور والیشاں از میاں حافظ اسمٰعیل جیو والیشاں از مخدوم طیب جیو والیشاں از مخدوم خیر الدین والیشاں از مخدوم برہان والیشاں از مخدوم میلو تا چند چار مرتبہ بمرتبہ رسیدند بہ حضرت بہار الدین ذکریا ملتانیؒ۔

(محمد عاقل لاہوری : تحفۃ المسلمین ورق ۵۶ ۔ ۔ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی)

بقول مخدومی سید شرافت نوشاہی حافظ اسماعیل کی والدہ مائی فریاد کی قبر قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات میں اور ان کے والد کی قبر موضع چیچہ متصل احمد نگر ضلع گجرات میں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) محمد عاقل لاہوری : تحفۃ المسلمین بخط مصنف ورق ۴۰۔ و، ۴۲۔ ب تا ۴۶۔ ب وغیرہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۲) احمد علی : اسرار التصوف (۳) محمد شفیع صاحبزادہ، سوانح میاں وڈا صاحب لاہور ۱۹۰۹ء

(۴) غلام سرور مفتی : خزینۃ الاصفیاء ۲/ ۱۰۵ (۵) عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر ۵/ ۷۲

(۶) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند ۴۳۔ ۴۴ (ضمناً) (۷) نامی غلام دستگیر : تاریخ جلیلہ ۲۱۶

(۸) رسالہ در عملیات و تعویذات میاں اسماعیل قلمی مملوکہ غلام رسول مخدوم امام مسجد چھنی لک ضلع گجرات

راستی کو بالکل بھول گئے۔ پس اس مزار پُرانوار پہ درس قرآن جاری ہے۔ سو دو سو درویش حافظ و ناظر یہاں موجود رہتا ہے۔ کھانا بھی ان کو دو وقتہ ملتا ہے۔ ان کا شجرہ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے ساتھ اس طرح ملتا ہے کہ شیخ اسمٰعیل مرید و خلیفہ شیخ عبدالکریم کے اور وہ مرید مخدوم طیّب کے اور وہ مرید شیخ برہان الدین کے اور وہ مرید مخدوم چنن کے اور وہ مرید شیخ میلو کے اور وہ مرید شیخ حسام الدین ملتانی متقی کے اور وہ مرید سید شاہ عالم کے اور وہ مرید برہان الدین قطب کے اور وہ مرید سیّد ناصر الدین کے اور وہ مرید سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے اور وہ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے اور وہ مرید شیخ صدرالدین عارف کے اور وہ مرید شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح کے ان کے باپ کا نام فتح اللہ بن عبداللہ بن سرفراز تھا اور قوم کے زمیندار کھوکھر تھے۔ تمام عمران کی زہد و ریاضت میں گذری۔ اس طرح پر کہ تمام رات عبادت میں اور تمام روز تدریس قرآنی میں گذر جاتا۔ ان کے خوارق و کرامت بے شمار ہیں۔ جن کا تذکرہ طول ہے۔ شائق کتاب خزینۃ الاصفیاء سے دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک نوجوان شخص حضرت کا مرید تھا۔ اس کی شادی ہوئی تو اس کی عورت کو قرآن حفظ تھا۔ پہلی رات کو جب بی بی میاں ایک جگہ جمع ہوئے تو عورت نے خاوند سے پوچھا کہ تجھ کو قرآن حفظ ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ عورت نے کہا کہ جب تک تو قرآن حفظ نہ کرے۔ میری صحبت کے لائق نہیں ہے اور میں نہیں چاہتی کہ ناخواندہ آدمی مجھ سے ہم صحبت ہو کر قرآن کی بے ادبی جو میرے دل میں ہے کرے۔ یہ تقریر عورت کی سن کر مرد گھبرایا اور حضرت کی خدمت میں آکر عرض حال کیا۔ فرمایا کہ کل فجر کی نماز کے وقت جب ہم امام ہوں تو ہمارے داہنے ہاتھ کی طرف کھڑے ہونا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ بعد ادائے نماز جب حضرت نے سلام کیا اور نظر فیض اثر داہنی طرف کے نمازیوں پر پڑی تو سب کے سب قرآن کے حافظ ہو گئے اور بائیں طرف کے ناظر ہوئے۔ حافظوں میں وہ مرید بھی حافظ ہو گیا اور اپنے گھر میں آباد ہو کر تمام عمر حضرت کے عنایات کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ ولادت ان کی سال نو سو پچانوے اور وفات سنہ ایک ہزار پچاسی ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں زیارت گاہ خلق ہے اور سجادہ نشین و مہتمم لنگر و تدریس قرآنی حافظ احمدالدین ہے۔ اس نے کمال خوبی و خوش اسلوبی لنگر بھی جاری رکھا ہوا ہے اور تدریس قرآنی بھی بدستور جاری ہے۔

۱۲۷۔ شیخ جان محمد ثانی لاہوری سہروردی قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شیخ اسماعیل مدرس لاہوری کے خلفاء میں سے مردِ صاحب شریعت و طریقت تھا۔ پہلے یہ بخدمت شیخ عبدالحمید کے کہ وہ بھی شیخ اسماعیل کا خلیفہ تھا۔ حاضر ہو کر مرید ہوا۔ پھر شیخ اسماعیل کی خدمت میں مستفید ہو کر تکمیل پائی۔ ظاہری علوم میں بھی یہ بزرگ عالم متبحر تھا۔ تمام پنجاب کے علماء اس کے قول پر صاد کرتے تھے۔ وفات اس کی سنہ ایک ہزار ایک سو بیس میں واقع ہوئی اور محلہ پرویز آباد میں مدفون ہوا۔ بعد تین سال کے مقدم محلہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس کو ارشاد ہوا کہ ہماری نعش اس جگہ سے نکال کر شیخ اسماعیل کے مزار کے پاس دفن کرو۔ مقدم نے قبر اس کی کھود کر نعش نکالی اور شیخ اسماعیل کے مزار کے پاس دفن کی مگر بلحاظ ادب سر اس کی قبر کا شیخ اسماعیل کی کمر کے برابر رکھا، مگر دوسرے روز جب دیکھا تو دونوں قبریں برابر نظر آئیں۔[۱]

---

[۱] حضرت جان محمد پرویز آبادی نے حضرت میاں وڈا اور میاں تیمور لاہوری سے بھی استفادہ کیا۔ پرویز آباد میں اپنی رہائش اور درس و تدریس کے لیے خاص حجرہ بنوایا تھا (محمد عاقل لاہوری: تحفۃ المسلمین قلمی ورق ۱۴۱ ب)۔ محلہ پرویز آباد عمداً شہزادہ پرویز بن جہانگیر بادشاہ کا آباد کیا ہوا بتایا جاتا ہے۔ یہاں اس کا باغ تھا اسی کے آس پاس علماء کا ایک عظیم مرکز تھا جس میں حضرت میاں وڈا کا مدرسہ تھا اور اس مدرسہ میں میاں جان محمد قصاب پوری، میاں جان محمد پرویز آبادی، میاں حامد قادری اور میاں محمد عاقل لاہوری بہ حیثیت مدرس پورے پنجاب کو سیراب کرتے رہے۔ حضرت شاہ محمد غوث اسی مندی ظلیز آباد (پرویز آباد) میں جا کر میاں جان محمد سے ملے تھے (شاہ محمد غوث لاہوری: رسالہ در بیان کسب سلوک ص۴۳)۔ متاخرین نے لکھا ہے کہ اس محلہ میں شہزادہ پرویز کا مقبرہ بھی ہے جو محض غلط ہے۔ اس لیے کہ شہزادہ پرویز کو وفات کے بعد برہان پور سے آگرہ میں لا کر دفن کیا گیا تھا (عبداللہ چغتائی: لاہور سکھوں کے عہد میں ص۱۱۸۔ ص۱۱۹)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) محمد عاقل لاہوری: تحفۃ المسلمین ورق ۴۱ ب، ۴۰ ب، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۲) شاہ محمد غوث لاہوری: رسالہ در بیان کسب سلوک و معرفت، پشاور ۱۲۸۳ھ ص۴۳

(۳) فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ ۴۳۳، ۴۳۴ (۴) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند ص۱۴۳، ص۴۲

(۵) عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۶/۵۵

۱۲۸- شیخ کرم شاہ[1] قریشی حارثی ہکاری قدس سرہٗ

یہ بزرگ خاندانِ سہروردیہ میں صاحب عشق و محبت و ذوق و شوق و زہد عبادت تھا۔ اس کی اوقات اکثر یادِ الٰہی میں گزرتی۔ شجرۂ نسب اس کا بچند واسطہ شیخ عبدالجلیل چوہڑ لاہوری کے ساتھ ملتا ہے۔ اس اس طرح پر کہ شیخ کرم شاہ بن شیخ ابوالفتح بن شیخ ابوالحسن بن شیخ فخرالدین بن شیخ ابوالفتح بن برخوردار بن شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالجلیل چوہڑ لاہوری پہلے اس کی سکونت لاہور میں تھی۔ جب غارتگراں قوم سکھ نے پنجاب میں ہنگامۂ غارتگری گرم کیا تو یہ بزرگ لکھنؤ کو چلا گیا اور چند سال اپنے نانا شیخ نورالحسن قریشی کے پاس بسر کیے۔ مراجعت کے وقت متصل شاہجہان پور سال ایک ہزار دو سو میں قزاقوں کے ہاتھ سے شہید ہوا رضی اللہ عنہ ۱۲۰۱ھ اس کا سالِ وفات ہے۔ اس بزرگ کے تین فرزند صاحبِ حال و قال تھے۔ ایک سکندر شاہ، دوم شاہ مراد، سوم قلندر شاہ، قلندر شاہ کا سالِ وفات ایک ہزار دو سو اٹھائیس ہے۔ صاحب اذکارِ قلندری نے اس کے ذکر میں بہت کچھ لکھا ہے اور درج کیا ہے کہ ایک روز حضرت قلندر شاہ موضع سانده میں گئے۔ سید فضل شاہ ان کے مرید نے ان کی ضیافت کی۔ اس وقت پانچ آدمی سے زیادہ ان کے ہمراہ نہ تھے اور اسی قدر طعام پکوایا۔ جب کھانا پک چکا۔ اس قدر مرید جمع ہوئے کہ نوبت پانچ سو آدمی کی پہنچ گئی۔ یہ حال دیکھ کر فضل شاہ بہت گھبرایا۔ حضرت نے بنورِ باطن یہ حال دریافت کر کے فضل شاہ کو نزدیک بلایا اور فرمایا کہ قلتِ طعام کا اندیشہ تم نہ کرو۔ جس قدر طعام حاضر ہے۔ ہمارے رُوبرُو لے آؤ۔ چنانچہ وہ دیگچہ سالن کا اور روٹیاں موجودہ لے آیا۔ حضرت نے اپنی ردائے مبارک روٹیوں پر ڈال دی اور دو دو روٹیاں فی کس تقسیم کرنی شروع کی۔ پھر سالن تقسیم کرنا شروع کیا اور دو سو پچاس برتن منقسم ہوا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے۔ اسی قدر طعام باقی رہا۔ جس قدر تھا اور بھی خوارق و کرامت بہت سے اس میں بیان کیے ہیں۔ قلندر شاہ کا فرزند شیخ غلام محی الدین قریشی تھا جو مرد صاحبِ خلق و مروت و فتوت تھا۔ وہ سنہ ایک ہزار دو سو اناسی میں فوت ہوا۔

---

[1] حضرت پیر کرم شاہ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) فرح بخش فرحت پیر: اذکارِ قلندری (۲) نامی: تاریخ جلیلہ ص۲۳۵، ص۲۳۶

(۳) مراد شاہ لاہوری: نامۂ مراد مرتبہ نامی لاہور ۱۹۵۱ء (۴) غلام سرور مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۲/۱۱۵

پانچواں چمن

مشائخ متفرقات خاندانوں کے تذکرے میں

مخفی نہ رہے کہ اس باب میں قید ایک سلسلہ کی نہیں۔ ہر ایک سلسلہ کے بزرگ کا حال سوائے ان چار سلاسل کے جن کا ذکر اول تحریر ہو چکا ہے۔ اس میں تحریر ہوگا یا ان بزرگوں کا ذکر اس میں درج ہوگا جو پنجاب میں عالم و فاضل صاحب نام گذرے ہیں۔

۱۲۹۔ شیخ محمد اسمٰعیل محدث و مفسر لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ سادات عظام بخاری سے تھے۔ سلطان مسعود غزنوی کے وقت یہ لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور تعلیم و تدریس، علوم حدیث و تفسیر کی شروع کی۔ صاحب کتاب تحفۃ الواصلین[1] لکھتا ہے کہ اول جو شخص واعظان اسلام سے لاہور میں آیا اور لوگوں کو ہدایت طریق اسلام کی کی یہی بزرگ تھے۔ ان کے وعظ کی تاثیر سے ہزاروں کفار داخل اسلام ہوئے۔ تمام عمر ان کی اسی کام میں گذری اور دین اسلام ان کے طفیل سے پنجاب میں شائع ہوا۔ وفات ان کی سال چار سو اڑتالیس ۴۴۸ھ میں وقوع میں آئی اور مہتاب ۴۴۸ آن کا سال وفات[2] ہے اور مزار شہر لاہور کے جنوب کی طرف ہے۔

---

[1] تحفۃ الواصلین، شیخ احمد زنجانی سے منسوب ہے۔ کنہیا لال نے اسے ۴۲۵ھ کی تصنیف بتایا ہے کہ اس میں لاہور کے علماء و فضلاء کے حالات ہیں (تاریخ لاہور ص۹) لیکن خود ہی آٹھویں صدی ہجری کے اعیان کے حالات کے سلسلہ میں تحفۃ الواصلین کے حوالے دیے ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں جا بجا اس کے حوالے دیے ہیں۔ مثلاً سید عزیز الدین مکی لاہوری ف ۷۴۲ھ (۲/۲۵۵)، اور سید اسحاق گازرونی لاہوری ف ۷۷۶ھ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تحفۃ الواصلین آٹھویں صدی ہجری کے بعد کی تصنیف ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد اقبال مجددی، تحفۃ الواصلین کا سال تصنیف معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۷ء)

[2] شیخ اسمٰعیل محدثؒ کا یہ سال وفات محل نظر ہے۔ غوثی نے جس شیخ اسمٰعیل محدث لاہوری (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۳۰۔ شیخ ایاز لاہوری قدس سرہٗ

یہ شخص شاہ محمود غزنوی کا غلام و محبوب[۱] تھا۔ حق جل شانہٗ نے اس کو دولت ظاہری و باطنی

(بقیہ حاشیہ) کا ذکر کیا ہے۔ بالکل یہی شیخ محدث مراد ہیں۔ جن کا سال وفات غوثی نے ۹۰۰ھ لکھا ہے بلاحظہ:
آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تصحیح اور مطالعہ فرمائی تھیں۔ نقشبندیہ سلسلہ میں ارادت رکھتے تھے۔ امیر عبداللہ ہروی جو میر قبلی کر کے مشہور ہیں۔ شیخ جلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تھے۔ امیر عبداللہ کی ملازمت میں آپ مریدانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ ہجری سنہ نو سو اسی میں فرمان طلب قبول فرما کر لاہور میں خواب گاہ اختیار کی۔ (اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ۲۹۸)

مفتی صاحب نے جن اسمٰعیل محدث ف ۴۴۸ھ کے حالات خزینۃ الاصفیاء اور حدیقۃ الاولیاء میں لکھے ہیں ان کا ذکر معاصر کتب میں نہیں ملتا اور بعد کے معتبر تذکروں نفحات الانس اور اخبار الاخیار بھی ان کے ذکر سے خالی ہیں۔ مفتی صاحب کی محولہ کتاب تحفۃ الواصلین ایک وضعی تذکرہ ہے۔ جس کا وجود اس وقت نہیں ہے ورنہ اس کی حیثیت کے بارے میں مزید بحث کی جاتی۔ صاحب نزہۃ الخواطر جن کا پنجاب کے سلسلہ میں سب سے بڑا ماخذ خزینۃ الاصفیاء ہے اور انھوں نے عموماً خزینۃ الاصفیاء کی روایات بغیر کسی تحقیق کے شامل کتاب بھی کر لی ہیں۔ نزہۃ الخواطر کی پہلی جلد میں کسی اسمٰعیل لاہوری ف ۴۴۸ھ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ غوثی کے حوالہ سے چوتھی جلد ص۳۰ میں اسمٰعیل نقشبندی لاہوری ف ۹۸۰ھ کا ذکر موجود ہے، مگر اکثر متاخرین نے مفتی صاحب کی تقلید کی ہے۔

سید ہاشمی فرید آبادی نے شیخ اسمٰعیل الشاشی جن کا ذکر حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب (ص۱۲۵) میں اپنے معاصرین غزنی کے سلسلہ میں کیا ہے۔ انہیں شیخ اسمٰعیل محدث لاہوری قیاس کر لیا ہے جو درست نہیں۔ ان کا لاہور سے کسی قسم کا تعلق ثابت نہیں ہے (ماٰثر لاہور، جزو دوم ص۱) بحث کا حاصل یہ ہے کہ شیخ اسمٰعیل محدث لاہوری کا صحیح سال وفات ۹۸۰ھ ہے نہ کہ ۴۴۸ھ۔

[۱] محمود و ایاز کے جن معشوقانہ تعلقات کا ذکر ادبیات میں ملتا ہے۔ وہ یقیناً مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہیں۔ سلطان محمود جیسا جابر اور مدبر بھلا اپنے غلام کو کہاں اتنی ڈھیل دے سکتا تھا۔ نیز محمود و ایاز کے یہ قصے سلجوقی عہد کے بعد فارسی ادبیات میں شہرت پاتے ہیں (محمود شیرانی: مقالات جلد پنجم ص۹۱، ص۲۹۹)

عطا کی تھی۔ سلطان محمود کے مرنے کے بعد جب مسعود تخت نشین ہوا[1] تو اس کے وقت میں اس کا بیٹا مجدود جو نوجوان لڑکا تھا۔ پنجاب کا صوبہ قرار پایا۔ اس کا اتالیق ایاز مقرر ہو کر ہمراہ[2] آیا۔ جب مسعود مر گیا اور اس کا بیٹا مودود تخت نشین ہوا تو مجدود نے اس کے برخلاف باغی ہو کر اپنی سلطنت علیحدہ ہندوستان میں قائم کی۔ اس واسطے مودود فوج لے کر اس پر چڑھ آیا۔ جب لاہور کا محاصرہ ہوا تو بروز عید ناگاہ مجدود بمرگِ مفاجات مر گیا[3] اور مودود نے اپنا تسلط پنجاب میں کر لیا۔ ایاز اس کے اتالیق کو ہر چند مودود نے چاہا کہ غزنوی کو اس کو ہمراہ لے جائے۔ مگر اس نے منظور نہ کیا اور تارک الدنیا ہو کر صحبتِ فقرا اختیار کی اور بزرگانِ لاہور سے فیض کامل حاصل کیا اور بے انتہا دولت جو اس کے پاس تھی۔ براہِ خدا فقرا و غربا کو دے دی یہ بزرگ بانی لاہور کا بھی شمار کیا جاتا ہے[4]۔ کیونکہ جب لاہور پر سلطان محمود غزنوی نے یورش کی اور راجہ انند پال راجہ جے پال کا بیٹا تھوڑے سے مقابلے کے بعد ہند کو بھاگ گیا تو محمود کی فوج نے اس شہر کو لوٹ لیا اور رعایا جس قدر تھے سب کے سب لاہور سے نکل گئے۔ شہر میں کوئی متنفس باقی نہ رہا۔ اس وقت ایاز نے سلطان سے اجازت لے کر اس شہر کو پھر آباد کیا اور رعایا کو دور دور سے طلب کر کے اس میں قیام پذیر کیا۔ آخر سنہ چار سو پچاس[5] ہجری میں وفات پائی اور شہر لاہور کے اندر دفن ہوا۔

---

[1] سلطان محمود کی رحلت (۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء) کے بعد اس کا فرزند جلال الدولہ محمد تخت نشین ہوا تھا جسے شکست دے کر مسعود مسندِ غزنی پر بیٹھا

[2] ۴۲۷ھ/۱۰۳۶ء میں ایاز مجدود کے ہمراہ لاہور آیا۔ مجدود ۴۳۳ھ/۱۰۴۲ء تک لاہور میں رہا۔

[3] یہ واقعہ ۱۰ ذی الحجہ ۴۳۳ھ، ۱۷ جولائی ۱۰۴۲ء کا ہے۔

[4] ایاز کے بانیٔ لاہور ہونے کی روایت متاخرین کے قیاس کا نتیجہ ہے۔ کننگھم اور ڈپٹی محمد لطیف وغیرہ نے اس قسم کی عام قیاس آرائی سے کام لیا ہے۔ محمد لطیف نے اُس دور کی تعمیر کا ایک قطعہ بھی نقل کیا ہے جس سے ۴۰۵ھ برآمد ہوتا ہے جو صریحاً غلط ہے۔ خود لطیف ہی محمود کے الحاق کے بعد لاہور کو دوبارہ محمود کے ہاتھوں آباد ہونے اور یہاں کی چھاؤنی ایاز کے سپرد کرنے کا ذکر (ص۹۰) پر کر چکے ہیں۔

[5] فرشتہ نے مجدود کی وفات کے چند دن بعد ایاز کے انتقال کر جانے کی اطلاع دی ہے۔ لیکن ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایاز ۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء میں فوت ہوا۔ فرشتہ کے مقابلہ میں ابن اثیر کی وفیات درست تسلیم کی گئی ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ابن اثیر کا قول (۴۴۹ھ) معتبر ہے (ہاشمی فرید آبادی: مآثر لاہور ۱/۵۶)

۱۳۱ - شیخ علی مخدوم جلالی غزنوی ہجویری المخاطب[۲] بہ داتا گنج بخش قدس سرہ

متقدمین اولیاء میں سے یہ حضرت امام طریقت رہبر حقیقت مطلع انوار عرفانی واقف اسرار ربحانی عالم علوم ظاہر و باطن فاضل اجل مرشد اکمل عابد و زاہد و متقی مظہر خوارق و کرامت صاحب ولایت مشہور ہیں حضرت حسنی سید تھے۔ ان کا شجرہ اس طرح پر کتابوں[۱] میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم علی گنج بخش ہجویری بن سید عثمان بن سید علی بن عبدالرحمان بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسین اصغر بن سید زید شہید[۳] بن حضرت امام حسن رض بن علی رضی اللہ عنہ۔ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی جنیدی سے حضرت کی بیعت تھی اور ان کی بخدمت شیخ حصری اور ان کی بخدمت شیخ ابوبکر شبلی کے رحمۃ اللہ علیہم۔ پیر روشن ضمیر نے بعد تکمیل ہند کے لوگوں کی ہدایت کے لیے ان کو رخصت کیا۔ انہوں نے لاہور میں آکر ہنگامہ فضیلت و مشیخت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس اور رات کو طالبان حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعہ سے عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رو براہ، ہزاروں دیوانے صاحب عقل و ہوش ہزاروں ناقص کامل و ہزاروں فاسق نیکوکار ہوئے۔ تمام زمانہ نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلاء تھا۔ دور دور سے شیخ حضرت کی خدمت میں آکر بہرہ یاب ہوئے حضرت نے اپنے رہنے کا مکان اور مسجد خود تعمیر کی جواب تک موجود[۴] ہے۔ محراب اس وقت اس مسجد کا اور مساجد کی نسبت سے کچھ ٹیڑھا بطرف جنوب رہ گیا تھا۔ علماء نے اس بات کا اعتراض کیا حضرت خاموش

---

[۱] ہماری معلومات کی حد تک مفتی صاحب سے پہلے مولوی محمد صالح کنبا ہی نے سلسلۃ الاولیاء ۱۲۶۷ھ میں بحوالہ غنچہ محمدی آپ کا شجرۂ نسب نقل کیا ہے (سلسلۃ الاولیاء قلمی)

[۲] لقب گنج بخش بہت بعد میں معروف ہوا ہے۔ ہمارے علم میں اس وقت تک قدیم ترین مصنف جس نے سب سے پہلے گنج بخش لکھا ہے۔ وہ محمد قاسم عبرت لاہوری مصنف عبرت نامہ (لبسال ۱۱۳۵ھ) ہے (عبرت نامہ قلمی ذخیرۂ آذر)

[۳] بقول نامی مرحوم مفتی غلام سرور نے زید کے ساتھ جو لفظ شہید لکھا ہے وہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ جو زید شہید مشہور ہیں وہ امام زین العابدین رض بن امام حسین رض بن علی رض کے فرزند تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بزرگان لاہور ص۱۴۲)

[۴] مسجد کو کشادہ کرنے کے لیے اسے شہید کر کے نئی مسجد بنائی گئی ہے اور اس قدیم محراب کا نشان ایک پتھر کے ذریعہ ظاہر رکھا گیا۔ اب محکمہ اوقاف اس مسجد کو مزید وسعت دینے والا ہے۔

رہے۔ جب مسجد تیار ہو چکی تو حضرت نے کل علماء کو بلا کر دعوت کی اور خود امام ہو کر نماز پڑھائی۔ بعد
نماز سب کو رو بقبلہ کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو قبلہ کس طرف ہے فوراً بحکم خلاق اکبر پردے اٹھ گئے اور
کعبہ سامنے سے نمودار ہوا اور سب نے بچشم ظاہر دیکھ لیا اور اپنے اعتراض سے نادم ہوئے۔ تمام عمر
حضرت لاہور میں رہے۔ آخر سال چار سو پینسٹھ (۴۶۵ھ)[1] میں فوت ہو کر اپنے تعمیر کردہ خانقاہ کے صحن میں مدفون
ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد بھی اولیائے کرام فیض وافراں کی خاک پاک سے حاصل کرتے رہے
ہیں چنانچہ خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری نے بھی یہاں چلہ پاؤں کی طرف کیا اور سرداری حال
کی۔ شاہنشاہ ہند خطاب پایا۔ خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ چشتی نے ذوق و شوق کا مذاق بھی اسی دربار
سے پایا۔ علیٰ ہذا القیاس تمام بزرگان اقلیم ہند جس قدر ہوئے ہیں۔ سب نے ان کی آستانہ بوسی کی ہے
حضرت شاہزادہ داراشکوہ فرماتے ہیں کہ چالیس جمعرات جو کوئی پیہم ان کے مزار پر جائے۔ خدا سے جو مانگے
سو پائے[2]۔ اب بھی ہر ایک جمعرات کو معتقدان شہر لاہور و شہر امرتسر جمع ہو کر حضرت کے مزار پر تمام رات
بیدار رہتے ہیں۔ شام سے صبح تک درود شریف و نعت شریف کا ذکر ہوتا ہے۔ پھر دن کو ہر ایک جمعہ
کے روز میلاد ہوتا ہے۔ عام و خاص حضرت کے سلام سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ غرض کہ حضرت کی
ولایت کا بازار باوجودیکہ آٹھ سو ستائیس (۸۲۷) برس ان کی وفات کو گذرے ہیں آج تک گرم ہے، بلکہ
روز افزوں بے شک ان اولیاء اللہ لا یموتون (تحقیق اولیائے اللہ کبھی نہیں مرتے ہیں ۱۲)
حضرت کے مرقد مقدس پر پہلے گنبد نہ تھا۔ بارہ برس گذرے ہیں کہ حاجی نور محمد سادھو نے تعمیر کیا اور
پھر مرمت سفیدی وغیرہ کی میاں محمد جان رئیس امرتسر نے کرائی۔ خدا دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

قطعات تاریخ فارسی

علی غزنوی آن شاہ ہجویر   سراپا نور روشن ماہ ہجویرؒ
چو در زید آخر از دنیای فانی   مکان اندر مکان لامکانے
عیاں تاریخ او چوں ماہ گفتم   علی ہجویری عالی جاہ گفتم (۴۶۵ھ)
چو بود او سرور و سرخیل ابرار   برآمد سال ترحیلش ز سردار (۴۶۵ھ)
چو جستم از خرد تاریخ سالش   عیاں شد کاشف دین ارتحالش (۴۶۵ھ)

۱؎ سال وفات میں اختلاف ہے۔ آقائے عبدالحی حبیبی نے کشف المحجوب کے اندرونی (باقی صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ ملہ) شواہد کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۴۸۰ھ ہجری ثابت کیا ہے۔ گویا ان سنین تک آپ بقید حیات تھے۔

ملہ دارا شکوہ :

ملہ تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد لاہور اور اطراف واکناف پاکستان نیز افغانستان کے معتقدین کی حاضری ہوتی ہے اور دیگر ممالک کے زائرین بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

ملہ اب تقریباً سوا نو سو سال ہو چکے ہیں۔

ملہ حضرت علی ہجویری رح کے بارے میں جدید تحقیق کے بعض نتائج یہ ہیں۔

(۱) آپ کا سالِ ولادت غیر متعین طور پر ۴۰۰ھ ہے (محمد موسیٰ حکیم امرتسری: مقدمہ کشف المحجوب ۱۰-۱۱)

(۲) آپ کا سالِ وفات ۴۶۵ھ غلط ہے۔ بلکہ کشف المحجوب کے اندرونی شواہد آپ کے ۴۸۰ھ تک بقیدِ حیات ہونے کا ثبوت مہیا کرتے ہیں (عبدالحی حبیبی)

(۳) فوائد الفواد میں مذکورہ آپ کے برادر طریقت شیخ حسین زنجانی، معروف شیخ حسین زنجانی فت ۶ ہجری (مدفون چاہ میراں) سے مختلف شخصیت ہیں۔

(۴) کشف الاسرار آپ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ محض منسوب اور وضعی کتاب ہے (محمد موسیٰ حکیم امرتسری؛ مقدمہ کشف المحجوب ۲۲-۵۲)

ملاحظہ ہو :

(۱) عطار فریدالدین : تذکرۃ الاولیاء طہران (۲) امیر حسن سجزی : فوائد الفواد ۵، ۶، ۷

(۳) علی محمود جاندار ، درر نظامی (۴) محمد یعقوب بن عثمان غزنوی خواجہ : رسالہ ابدالیہ خطی نسخہ برٹش میوزیم

(۵) جامی : نفحات الانس ص۲۹۰، ص۲۹۱ (۶) احمد زنجانی : تحفۃ الواصلین غیر موجود

(۷) ابوالفضل : آئین اکبری ۲/۴۷ (۸) عبدالصمد ، اخبار الاصفیاء اسلامیہ کالج پشاور

(۹) لعل بیگ بدخشی : ثمرات القدس خطی مملوکہ مولانا نصرت نوشاہی شرقپور پاکستان

(۱۰) غوثی مندوی : اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ص۲۵ (۱۱) دارا شکوہ : سفینۃ الاولیاء لکھنؤ ص۱۶۴

(۱۲) زوکوفسکی : مقدمہ تصحیح کشف المحجوب ماسکو، طبع ثانی طہران

(۱۳) عبدالحی حبیبی : تاریخ وفات داتا گنج بخش علی ہجویری غزنوی مقالہ مشمولہ اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۰ء (باقی صفحہ آئندہ)

۱۳۲۔ سید احمد المشہور لسخی سرور سلطان قدس سرہٗ

قدمائے مشائخ وکبرائے اولیائے خطۂ ملتان سے ہیں۔ شجرہ آبائی ان کا بقول صاحب تشریف الشرفاء اس طرح پر جناب علی المرتضیٰ تک پہنچتا ہے کہ سید احمد بن سید زین العابدین بن سید عمر بن سید عبداللطیف بن سید بہاء الدین بن سید غیاث الدین بن سید بہاء الدین بن سید صلاح الدین بن سید زین العابدین بن سید عیسیٰ بن سید صالح بن سید عبدالغنی بن سید جلیل بن سید خیر الدین بن سید ضیاء الدین بن سید داؤد بن سید عبدالجلیل رومی بن سید اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان کے باپ زین العابدین عرب سے بسبب کسی تفرقہ کے ہند میں آئے اور بمقام کہرسی کوٹ علاقہ ملتان مقیم ہوئے۔ چونکہ مرد عابد وزاہد وشب بیدار نیک رو نیک خو تھے۔ اس گاؤں کے مقدم مسمیٰ پیرا نے اپنی لڑکی بی بی عائشہ ان کے نکاح میں دے دی۔ اس کے بطن سے حضرت سید احمد ولی مادر زاد پیدا ہوئے۔ جب بڑے ہوئے اور باپ مر گیا تو ان کی بزرگی کا شہرہ جہاں میں ہوا اور لوگ جوق جوق قدم بوس ہونے لگے تو برادران خالہ زاد کو جن کے ساتھ یہ نصف گاؤں کے مالک تھے، حسد ہوا اور طرح طرح سے اذیت پہنچانے لگے اس واسطے حضرت نے وطن سے ہجرت کی اور بغداد میں جاکر حضرت غوث الاعظمؒ و شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی و شیخ مودود چشتی کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض باطنی پایا اور کامل ہوکر واپس ہند کو آئے۔ پنجاب میں پہنچ کر چندے بمقام دھونکل سکونت کی پھر کہرسی کوٹ میں آئے۔ صوبہ ملتان نے اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دی۔ اس سے ایک بیٹا سراج الدین نامی پیدا ہوا۔ جب اس قدر عزت حضرت کی بظاہر باطن بڑھ گئی تو وہی حاسد اس ارادہ میں ہوئے کہ حضرت کو قتل کر دیں۔ یہ خبر حضرت کو پہنچ گئی تو بنظر رفع فساد آپ مع بھائی عبدالغنی و زوجہ سراج الدین، پسر خورد سال گاؤں سے پوشیدہ نکل آئے اور زیر دامان کوہ جہاں اب موضع نگاہا آباد ہے اور روضہ بھی حضرت کا اسی مقام پر ہے۔ آکر عین ویرانے بے آب میں خیمہ برپا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم کی برکت سے وہاں ریگستان میں سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جو اب تک ہے

(بقیہ حاشیہ) ، (۱۴) محمد موسیٰ امرتسری حکیم: مقدمہ کشف المحجوب ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ لاہور ۱۳۹۲ھ

(۱۵) محمد اسلم: لاہور میں داتا گنج بخش کی آمد، مقالہ مشمولہ تاریخی مقالات لاہور

پیچھے ان کے جب حاسد بھائیوں نے خبر پائی کہ وہ چلے گئے تو مجمع کثیر کر کے ان کے پیچھے سوار ہوئے اور اس مقام پر آکر حضرت کو مع لواحقین شہید کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ پانسو ستتر ہجری میں واقع ہوا۔

قطعۂ تاریخ

سید و سرور و سمیٔ احمد ۔۔۔ بود در ملک سروری والی

رفت چوں از جہاں بخلد بریں ۔۔۔ شد زمین از وجود او خالی

سال تاریخ وصل آں سرور ۔۔۔ گفت سرور کہ سرور عالی

۱۲۳۔ سید حسینؒ زنجانی لاہوری قدس سرہٗ

قدیمی بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب ہدایت و ارشاد و زہد و تقویٰ و شرافت و نجابت و سیادت تھے۔ شجرہ ان کا حضرت جنیدؒ بغدادی کے ساتھ ملتا ہے۔ سید یعقوب زنجانی کے ساتھ یہ لاہور میں آئے اور ہنگامہ مشیخت گرم کیا۔ تمام عمر ہدایت خلق میں گزرانی۔ آخر سال چھ سو ہجری میں وفات کی۔

---

[1] شیخ حسین زنجانی لاہوریؒ کے حالات کے سلسلہ میں مفتی صاحب خاصے الجھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ خزینۃ الاصفیاء (۲/۲۳۲) میں بحوالہ فوائد الفواد لکھتے ہیں کہ شیخ حسین زنجانی حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ کے پیر بھائی تھے۔ جب ان کے مرشد نے انہیں لاہور جانے کا حکم دیا تو آپ نے کہا۔ وہاں تو میرے برادر طریقت حسین زنجانی موجود ہیں، میری کیا ضرورت ہے۔ مرشد نے مکرر یہی حکم فرمایا۔ جب آپ لاہور پہنچے تو شیخ حسین زنجانی کا جنازہ جاتے دیکھا تو مرشد کی نظر رسا کا علم ہوا۔ حضرت علی ہجویری کا سال وفات باختلاف روایت بعد ۴۰۰ھ ہے۔ گویا اس مندرجہ روایت کے مطابق شیخ حسین زنجانی کا انتقال ۴۰۰ھ سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اب مفتی صاحب خود ہی خزینۃ الاصفیاء (۲/۲۵۰) اور حدیقۃ الاولیاء میں شیخ حسین زنجانی کا سال وفات بغیر کسی حوالہ کے ۶۰۰ھ لکھ دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زیر بحث شخصیت فوائد الفواد میں مذکور شیخ حسین زنجانی سے مختلف ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جب قریباً ۵۸۸ھ (تاریخ السلف ۹۷) میں لاہور تشریف لائے تو شیخ حسین زنجانی سے ملاقات و صحبت رہی (ابوالفضل: آئین اکبری ۳/۲۰۷)، جمالی: سیر العارفین غوثی: گلزار ابرار ۲۵، ۲۶، محمد صالح کنبو: عمل صالح ۱/۵۰، داراشکوہ: سفینۃ الاولیاء ص۹۳ (باقی برصفحہ آئندہ)

۱۳۴۔ سید احمد توختہ[1] ترمذی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اوّل شہر ترمذ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے باشارۂ غیبی ہندوستان کو روانہ ہوئے جب شہر کیچ مقران میں پہنچے۔ بی بی حاج و تاج دو لڑکیاں اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک لڑکی بی بی حاج کا نکاح شاہزادہ بہاءالدین بن سلطان قطب الدین قریشی ہکاری کے ساتھ کیا۔ وہاں سے لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور بی بی تاج کا نکاح شاہ زید اپنے برادرزادے کے ساتھ کیا اور چار لڑکیاں باقی ماندہ بی بی حور، بی بی نور، بی بی گوہر و بی بی شہباز جو نہایت عابدہ و زاہدہ و رابعہ عصر تھیں ناکتخدا فوت ہو گئیں[2]۔ یہ بزرگ سید حسینی تھے۔ شجرہ ان کا اس طرح درج کتب ہے کہ سید احمد بن سید علی بن حسین ثانی بن سید حسین[3] محمد مدنی بن سید شاہ ناصر[4] بن سید موسیٰ بن سید علی بن امام علی اصغر

(بقیہ حاشیہ ص ۱) ۷۰۵ھ میں شیخ حسین زنجانی کے نواسے خضر خاں کا ذکر وقائع سیالکوٹ ۱۱۰۷ھ مؤلفہ محمد مقیم (ص ۵۰) میں اس طرح آیا ہے "...... سید علی الحق بن سید حسن کی بادر جدی، سید خضر خاں کہ در مقربان عالی شان و امیران بلند مکان فیروز شاہی بود نواسۂ سید حسین بادر سلطان المشائخ والاولیا رسید السادات سید یعقوب صدر شاہ زنجانی کہ مرقد مقدس ایشاں در لاہور گذر زنجار زیارت گاہ خاص و عام است در قصبہ رودل کہ جدِ بزرگوار آں سید از مکہ معظمہ آمدہ باکرام و احترام تمام در دارالملک دہلی رسیدہ بود" (ص ۵۴)

اس اقتباس سے مترشح ہوتا ہے کہ ۷۰۵ھ میں شیخ حسین زنجانی کے نواسے بقید حیات تھے۔ اس لیے شیخ حسین زنجانی کا مذکورہ سال وفات ۶۰۰ھ قرین صحت ہے۔

[1] توختہ کی وجہ تسمیہ پیر فرح بخش فرحت نے یہ بتائی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے شیخ نے انہیں طلب کیا۔ جب آپ گئے تو کمرے کا دروازہ بند پایا اور کمرے سے باہر ہی کھڑے ہو گئے کہ مبادا شیخ یاد فرمائیں اور میں نہ ہوا تو.....؟ آپ صبح تک حکم کے منتظر رہے۔ جب صبح شیخ نے دروازہ کھولا تو آپ کو دروازے پر کھڑا ہوا پایا۔ فرمایا، سید احمد توختہ! اس وقت سے توختہ آپ کے نام کا جزو بن گیا۔ جو ترکی زبان کا لفظ ہے اور جس کے معنی ہیں۔ ایستادہ دکھڑا)، (نامی، تاریخ جلیلہ ۱۲۶-۱۲۷ بحوالہ اذکار قلندری)

[2] ان نساء عارفات کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ نامی، رسالہ بی بیاں پاکدامن ان کی نسبت خاصی غلط بیانی کی گئی ہے، ملاحظہ ہو کتاب ہذا تحت بی بیاں پاکدامن۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شرافت و ولایت وکرامت ان کی موروثی تھی۔ اور توسّل خاندانِ جنیدیہ سے تھا۔ وفات حضرت کی سنہ چھ سو دو ۶۰۲ھ ہجری میں ہوئی اور مرشدِ پنجاب ۶۰۲ھ مادۂ تاریخ ہے اور مزار گوہر بار اندرون شہر لاہور محلہ چہل بی بیاں طویلہ حضرت غلام محی الدین کے زیارت گاہ خلق ہے۔[1]

۱۳۵۔ سید یعقوب المخاطب[2] صدرِ دیوان زنجانی لاہوری قدس سرّہٗ

یہ بزرگ لاہور کے بزرگوں میں سے جامع علوم ظاہری و باطنی و مجمع شرافت و نجابت تھے۔ زنجان سے بارادۂ سیر لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ہزاروں آدمی طالبان ان کی بیعت میں آکر منازل قرب تک پہنچے۔ ان کے باپ کا نام سید علی موسوی حسینی زنجانی تھا اور انہیں کے ہاتھ پر ان کی بیعت ہوئی۔ ان کا توسّل سلسلہ شہلویہ کے ساتھ تھا۔ مسمی طغرل صوبہ لاہور جو بہرام[2] شاہ غزنوی کی طرف سے لاہور کا حاکم تھا۔ ان کا مرید تھا۔ اس سبب سے قبول عظیم ان کو حاصل ہوا۔ دولت ظاہری و باطنی کے خزانے بھر گئے اور لنگر عام جاری ہوا۔ تمام پنجاب میں حضرت کی مشیخت کا آوازہ تھا۔ دور دور سے لوگ حصولِ ارادت و توسّل کے لیے خدمت میں حاضر ہوتے تھے انہیں ایام میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی[3] حضرت علی مخدوم گنج بخش ہجویری کے روضۂ مقدس

(بقیہ حاشیہ) یہاں سید حسین مدنی کی بجائے حسن ثانی ہونا چاہیے (تاریخ جلیلہ ۱۲۷)

[2] ناصر الدین کے بعد دو نام مفتی صاحب چھوڑ گئے ہیں یعنی سید عیسیٰ حمیص بن سید حسن (ایضاً ۱۲۷)

[1] ملاحظہ ہو:

(۱) فرح بخش پیر: اذکار قلندسی مرتبہ نامی لاہور (۲) نامی: تاریخ جلیلہ ۱۲۶-۱۳۵

(۳) ایضاً: بی بیاں پاکدامن لاہور (۴) ایضاً: بزرگانِ لاہور ۱۹۳-۱۹۷

[2] بہرام شاہ کا عہد ۵۱۲-۵۵۲/۱۱۵۷ء تھا اور اس کے ساتھ ہی خواجہ معین الدین اجمیری (ورودِ لاہور حدود ۵۸۰) کے شیخ یعقوب زنجانیؒ کے مہمان ہونے کا ذکر اور پھر شیخ یعقوبؒ کا سالِ وفات ۶۰۴ھ لکھا۔ خاصا متضاد نظر آتا ہے اس لیے شیخ یعقوب زنجانیؒ کے ورودِ لاہور کی روایت بعہدِ طغرل نائب بہرام شاہ مشکوک ہے۔

[3] موجودہ تحقیق سجزی (س۔ ج۔ ز۔ ی) ہے۔

پر چلہ کرنے کے لیے اجمیر سے لاہور آئے تو انہیں کے اوّل و آخر چلہ سے چند روز مہمان ہوئے۔ وفات حضرت کی سولھویں ماہ رجب سنہ چھ سو چار ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پرانوار لاہور شہر میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔[1]

۱۳۶۔ سیّد شیخ عزیز الدین مکّی لاہوری قدس سرّہٗ

یہ بزرگ سادات عظام و مشائخ کرام و علمائے صاحب شریعت و طریقت سے تھے۔ اصل ان کا بغداد سے تھا۔ پہلے یہ بغداد سے مکہ شریف کو گئے اور بارہ سال بیت اللہ میں بعبادت حق گذارے اور شیخ مکی مشہور ہوئے۔ پھر بایمائے باطنی ہندوستان کو رخ کیا اور سال پانچ سو چوہتر ہجری میں جس سال سلطان شہاب الدین غوری محاصرہ لاہور کا کیے ہوئے تھا۔ لاہور میں داخل ہوتے۔ خسرو ملک بن خسرو شاہ غزنوی اس وقت شہر کے اندر محصور تھا۔ جب محاصرہ سے تنگ آیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا چاہی۔ حضرت نے بعد مراقبہ و مکاشفہ فرمایا کہ خداوند حقیقی کی جانب سے چھ برس تجھ کو اور امان ہے۔ بعد چھ برس کے خدا کو منظور ہے کہ اس ملک میں غوریوں کا تسلط ہو جائے۔ پس اس سال میں شہاب الدین لاہور کے فتح کیے بغیر غزنین کو چلا گیا اور چھ برس کے بعد پھر آیا اور لاہور پر قابض ہوا۔ باقی ماندہ سلطنت غزنوی بادشاہوں کی نیست و نابود ہو گئی۔ وفات حضرت کی سال چھ سو بارہ واقع ہوئی اور مزار لاہور میں ہے

۱۳۷۔ سیّد مٹھہ لاہوری قدس سرّہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ آج تک مرجع خاص و عام ہیں۔ حضرت کی بزرگی کا حال زبان زد خرد و کلاں ہے۔ ان کے باپ سید جمال الدین خوارزم کی ولایت کے رہنے والے تھے۔ جب خوارزم کی ولایت پر چنگیز خاں کا دخل ہوا اور شاہان خوارزم کی سلطنت جڑ سے اکھڑ گئی اور وہ ملک ویران و برباد ہو گیا تو انہوں نے ہندوستان کا راستہ لیا اور لاہور میں آ کر سکونت اختیار کی۔ چوں کہ مرد عابد و زاہد و ولی تھے۔ ہزاروں لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ سید مٹھہ بھی اس وقت ہمراہ تھے۔ انہوں نے بھی باپ سے تکمیل پائی اور مقتدائے زمانہ ہو گئے۔ باپ کے مرنے

---

[1] ملاحظہ ہو: (۱) لعل بیگ لعلی، ثمرات القدس قلمی مملوکہ مولانا نصرت نوشاہی شرقپور،
(۲) محمد مقیم، وقائع سیالکوٹ ۱۰۷۱ھ مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی لاہور ۱۹۷۲ء

بعد یہ جانشین ہوئے۔ چوں کہ شیریں زبان اور خوش خلق نہایت تھے۔ سید مٹھا مشہور ہوگئے کہ مٹھا شیریں کو کہتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب باقوال صحیح دریافت ہوا کہ سید مٹھا بن سید جمال الدین بن سید محمد بن سید کریم الدین بن سید نورالدین بن سید آدم بن سید علی جعفر بن سید محمد بن سید یوسف بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ اشقری بن جعفر بن سید محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ وفات ان کی سال چھ سو اکسٹھ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار شہر لاہور کے اندر رہے۔

۱۳۸۔ موید الدین بلبل شاہ کشمیری قدس سرہٗ

یہ بزرگ کشمیر کے بزرگوں سے بزرگ صاحب کمال اہل حال وقال تھے۔ صاحب تواریخ اعظمی لکھتا ہے کہ نام اصلی ان کا شرف الدین تھا۔ انہوں نے شہر سری نگر کشمیر میں آکر دین اسلام کو رواج دیا اور اسی کی توجہ سے راجہ رنجن دیو والی کشمیر مسلمان ہوا اور تمام اہل کار اس کے داخل اسلام ہوئے۔ یہ قصہ اس طرح پر تواریخ اعظمی میں لکھا ہے[1] کہ راجہ رنجن دیو کو اپنے وقت میں خیال اس بات کا دامن گیر ہوا کہ بعد تحقیقات کامل جو دین حق ہو۔ اس کو قبول کرے۔ اس ارادہ پر اس نے ہر ایک دین کے علماء و فضلا کشمیر میں طلب کیے اور ان کی آپس میں بحث کرائی، مگر بسبب اس کے کہ ہر ایک صاحب ملت اپنے دین کو اچھا کہتا اور وجوہات بیان کرتا تھا۔ تسلی کامل راجہ کی نہ ہوتی۔ آخر ایک روز یہ بات دل میں قائم کی کہ کل علی الصباح جس دین کا آدمی پہلے سب سے میرے روبرو آئے گا۔ اس کا دین اختیار کروں گا۔ چنانچہ رات کو اسی فکر میں سو رہا۔ جب صبح ہوئی تو اپنے محل پر چڑھا اور باہر کی طرف نظر کی۔ اس وقت حضرت شیخ موید الدین بلبل شاہ ڈل کے کنارے نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ پہلے اس سے اس کی رغبت دین اسلام کی طرف تھی، بہت خوش ہوا اور اسی وقت حضرت کو روبرو بلاکر

---

[1] رنجن کا صحیح اور پورا نام مہاچن بن مہاچن ڈنگوس گرب تھا جو ۱۲۹۰ سے ۱۳۲۰ م تک لداخ کا حکمران رہا پھر ۱۳۲۰-۱۳۲۳ء کشمیر پر حکمرانی کی۔ ۱۳۲۰ء میں وہ کشمیر کے تخت پر بیٹھا اور تمام شورشوں کو دباکر ۱۳۲۰ م کے بعد حضرت شرف الدین معروف بہ بلبل شاہؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور صدرالدین نام رکھا گیا۔ اس کا سالا راون چند بھی مشرف باسلام ہوا (محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں ۵۵-۵۶)

مشرف باسلام ہوا۔ جب راجہ مسلمان ہو گیا تو اکثر اس کے امرا بھی مسلمان ہو گئے اور نورِ اسلام کشمیر کی سرزمین پر روشن ہوا۔ راجہ نے ان کی خاطر کشمیر میں ایک مکان خانقاہ تعمیر کیا[1] جس میں حضرت سکونت رکھتے تھے۔ ایک مسجد عالی شان حضرت نے خود تعمیر کی[2] اور تمام عمر ہدایت وارشاد طالبان حق میں معروف رہے۔ آخر سال سات سو ستائیس ہجری میں فوت ہوئے اور شہر کشمیر میں مدفون ہوئے۔ مکان مسکن مدفن ان کا اب تک لنگر بلبل شاہ مشہور ہے[3]۔

۱۳۹۔ شیخ سید ابو اسحاق گازرونی المشہور میراں بادشاہ لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے قدیمی بزرگوں میں سے یہ بزرگ بڑے بزرگ مشہور ہیں۔ اصل ان کا شہر گازرون سے تھا اور شیخ اوحد الدین اصفہانی کے مرید تھے۔ وہاں سے بطریق سیر ہند کو آئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ ہزاروں طالبانِ حق ان کے حلقۂ ارادت میں آئے اور مدت العمر تکمیل وتربیت طالبان میں معروف رہے۔ آخر سال سات سو چھیاسی (۷۸۶ھ) ہجری میں فوت ہوئے۔ لاہور کے اندر مدفون ہوئے جب علم الدین حکیم المشہور نواب وزیر خاں نے جامع مسجد اس جگہ تعمیر کی تو ان کے مزار کو مسجد کے صحن کے اندر ایک تہ خانہ میں رکھا جو اب تک زیارت گاہ خلق ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم (۷۸۶ھ) ان کی تاریخ وفات ہے۔

---

[1] رینچن نے دریائے جہلم کے کنارے اپنے محل کے پاس ہی بابا بلبل شاہؒ کے لیے ایک خانقاہ بنوائی اور اس پر کئی گاؤں وقف کر دیے۔ جن کی آمدنی سے ملازمین کا خرچ چلتا تھا (ایضاً ص۵۶)

[2] خانقاہ کے پاس رینچن نے ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ جس میں وہ پانچ وقت نماز ادا کرتا تھا (ایضاً ص۵۶)

[3] شاہ شرف الدین معروف بہ بلبل شاہؒ، شاہ نعمت اللہ فارسی کے مرید تھے۔ جن کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے تھا اور آپ سہدیو کے دورِ حکومت میں منگولوں کے حملے کے خوف سے کشمیر میں ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے آئے تھے (ایضاً ص۵۵) علوم و فنون کے عالم تھے (اعظمی ص۳۱)

ملاحظہ ہو:

(۱) محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی، کشمیر ۱۳۰۵ھ ص۳۱، ص۳۲

(۲) محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں مترجم علی حماد عباسی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۶۷ء ص۵۵، ص۵۶

(۳) عبدالحی، نزہۃ الخواطر ۲/ ۴۹

۱۴۴۔ شیخ نورالدین ولی کشمیری قدس سرہٗ

یہ بزرگ کشمیر کے بزرگوں میں سے جامع علوم ظاہری و باطنی مظہر تجلیات صوری و معنوی زہد میں طاق، ریاضت میں یگانہ آفاق، تیس برس کی عمر میں ان کو شوق حق دامن گیر ہوا تو بارہ سال تک بحالتِ تنہائی بے خور و خواب ویرانہ جنگل میں رہے۔ جب بھوک غالب ہوتی تو تھوڑی سی کاسنی کی پتی کھا لیتے۔ پھر بارہ سال تک روزمرہ کی خوراک آپ کی ایک کاسہ دودھ کا تھا، پھر وہ بھی ترک کر دیا اور اڑھائی برس تک غلہ جو تھوڑا سا جوش دے کر اس کا پانی خوراک رکھا۔ غرض چھبیس سال تک حضرت نے روٹی نہ کھائی اور زہد و عبادت و ریاضت میں کامل ہوئے۔ پھر جب سید میر[1] محمد بن سید علی ہمدانی کشمیر میں آئے تو ان کی خدمت میں جاکر بیعت کی اور صاحب طریقت ہوئے پھر جب میر محمد ہمدانی حج کو تشریف لے گئے تو شاہ نورالدین بخدمت میر سید حسین[2] سامانی و شیخ بہاؤالدین[3] و شیخ سلطان بکیلی و بابا حاجی ادہم کشمیری[4] کے حاضر ہوکر کامل فائدہ حاصل کیا اور قطب الآفاق خطاب پایا اور صاحب تواریخ اعظمی لکھتا ہے کہ شاہ نورالدین مادر زاد ولی تھے۔ جب یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے۔ رجال الغیب ان کی والدہ کے پاس آکر سلام کہتے اور بی بی لل ودی جو ایک عورت عارفہ

۱؎ میر سید محمد بن امیر کبیر سید علی ہمدانی، سلطان سکندر کے زمانے میں کشمیر میں آئے اور کشمیر میں خانقاہ و مدرسہ قائم کر کے تبلیغ و تدریس کا بہت کام کیا (اعظمی ۴۲ - ۴۴)

۲؎ سید احمد سامانی بن کمال الدین بن محمود، میر سید محمد ہمدانی کے مریدین میں سے تھے۔ تنویر السراج شرح سراجی آپ کی تصانیف میں سے ہے۔ نند فتکدل مدفون ہیں (اعظمی ۴۴)

۳؎ شیخ بہاؤالدین کشمیریؒ کشمیر کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ خواجہ محمد اعظمؒ نے بابا نورالدین ولی اور ان کے روابط اور برادر طریقت ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "از صحبت واصل حضرت بہاؤالدین و شیخ المشائخ شیخ نورالدین ریشی از اقران ایشاں ...... الخ (اعظمی ۵۵) مولانا عبدالحی نے شیخ بہاؤالدینؒ کو خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری لکھا ہے (نزہۃ الخواطر ۳/ ۱۰۸) جو درست نہیں ہے۔

۴؎ بابا حاجی ادہمؒ، بعض نے ادہمی بھی لکھا ہے۔ آپ کا سلطان ابراہیم ادہم سے نسبی تعلق تھا۔ اکابر وقت اور علوم ظاہرہ و باطن کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ شاہی قلعہ کشمیر سے باہر مدفون ہوئے (اعظمی ۵۵)

کشمیر میں تھی۔ اس نے تبھی ان کی والدہ کے پاس آکر خبر دی کہ خداوند تعالیٰ عنقریب تیرے گھر ایک ایسا فرزند پیدا کرے گا جو قطبِ وقت ہوگا۔ ولادت حضرت کی سنہ سات سو ستاون اور وفات سال آٹھ سو بیالیس میں واقع ہوئی اور روضہ منورہ ملک کشمیر میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے اور خلفاء ان کے بابا زین[1] الدین و بام الدین[2] و لطیف[3] الدین و بابا نصیب[4] الدین و بابا نصیر الدین[5] و قیام الدین[6] ان کے بعد صاحب ارشاد مرشد زمانہ ہوئے۔

قطعۂ تاریخ

چو نور الدین والی والی کشمیر	زدنیا گشت اندر پردہ مستور
نوشتم طرفہ سال ارتحالش	ولی باصفا نورٌ علیٰ نور ۸۴۲ھ

۱۴۱۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ علمائے متبحر دہلوی سے تھے۔ ان کے ذکرِ خیر سے کتابیں بھری ہوئی ہیں خداوند حقیقی

---

[1] بابا زین الدین کشمیری کی اصل کشتوار سے تھی۔ زیا سنگ نام تھا۔ بابا بام الدین کی خدمت میں رہے اور مسلمان ہونے پر زین الدین نام رکھا گیا۔ ۸۵۰ھ میں انتقال کیا (اعظمی ۶۴، نصیب کشمیری: تذکرہ نور نامہ سوم دوم قلمی)

[2] قبول اسلام سے پہلے بومہ سادی نام تھا۔ طبقہ برہمن سے نسبی تعلق تھا۔ آخر عمر میں تائب ہوئے۔ کشمیر میں مدفون ہیں (نور نامہ قلمی باب دوم، اعظمی ۶۴، ۶۵)

[3] بابا لطیف کا قبولِ اسلام سے پہلے لدی رینہ نام تھا۔ کشمیر میں مدفون ہیں (نور نامہ باب ۳، اعظمی ۶۵)

[4] یہاں مفتی صاحب سے تسامح ہوا ہے۔ بابا نصیب الدین کشمیری ف ۱۰۴۷ھ مصنف نور نامہ، بابا نور الدین ولی کشمیری ف ۸۴۲ھ سے بہت بعد کی شخصیت ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا چمن سلسلۂ سہروردیہ)

[5] ان کا صحیح نام نصر الدین تھا۔ خرد سالی میں بابا نور الدین سے منسلک ہوگئے وفات کے بعد اپنے مرشد کے جوار میں دفن ہوئے (نور نامہ باب ۵، اعظمی ۶۵، ۶۶)

[6] بابا قیام الدین نے بحکم مرشد پرگنہ دیوہ میں سکونت اختیار کی۔ ریاضت و تقویٰ میں زندگی بسر کر کے کشمیر میں دفن ہوئے (اعظمی ص ۶۶)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

نے ان کو علوم ظاہری و باطنی سے کامل بہرہ بخشا تھا۔ ان کو بخدمت جناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اویسی نسبت تھی اور بیعت خدمت سید جمال الدین ابوحسن موسیٰ پاک شہید گیلانی ملتانی خلف الصدق قدوہ سادات کرام زبدہ مشائخ عظام جامع سیادات و نجابت شیخ سید حامد گیلانی تھے۔ ان کی وفات کے بعد پھر یہ شیخ عبدالوہاب[1] خلیفہ شیخ علی متقی[2] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض پایا اور خرقہ تبرک حاصل کیا۔ شیخ عبدالحق کو ہر ایک علم میں کمال حاصل تھا۔ خصوصاً علم حدیث و تفسیر میں وہ کمال تھا کہ اپنے وقت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں سے شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی[3] کتاب صراط المستقیم[4] و اخبار الاخیار[5] و شرح فتوح الغیب[6] و کتاب جذب القلوب

(بقیہ حاشیہ " ، (۱) نصیب الدین بابا : نورنامہ (مفصل حالات بابا نورالدین ولی) قلمی ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم، کراچی میوزیم

(۲) محمد اعظم : تاریخ کشمیر اعظمی ۹۳-۹۶ (۳) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۳/۱۰۰

[1] شیخ عبدالوہاب متقی پاک و ہند کے ان عدیم المثال علماء حدیث میں سے تھے۔ جنہوں نے مکہ معظمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا اور اپنے علمی تبحر کا سکہ حجاز، یمن، مصر اور شام سے منوایا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۹۶ھ میں حجاز مقدس پہنچے اور ۹۹۹ھ تک وہیں قیام کیا اور تقریباً سارا وقت شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں گزارا اور پاک و ہند کی کایا پلٹنے کے لیے اس مرد بزرگ نے شیخ محدث کو یہ کہتے ہوئے کہ "دہلی واپس جانا چاہیے کیونکہ دہلی تمہاری جدائی میں نالاں ہے"۔ اس وقت طلبہ میں سے اٹھا دیا تاکہ روانہ ہو جائیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(عبدالحق شیخ : زادالمتقین قلمی، اخبار الاخیار، خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق ص۱۰۱، ص۱۱۱)

[2] شیخ علی متقی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان قادری شاذلی مدنی چشتی ۸۸۵ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے اور بعمر نوے سال ۹۷۵ھ میں رحلت فرمائی۔ شیخ علی متقی کو تصنیف و تالیف سے عشق تھا۔ آخری عمر تک یہ کام جاری رہا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سو بتائی ہے۔ (زادالمتقین ورق ۸-۹) ملاحظہ ہو (زادالمتقین قلمی۔ اخبار الاخیار، ثمرات القدس، معارج الولایت قلمی، مفتاح العارفین قلمی، محمد اقبال مجددی، شیخ علی متقی، مقالہ مشمولہ رسالہ سرحد مارچ ۱۹۷۴ء

[3] شیخ محدث دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی عربی و فارسی میں دو شرحیں لکھیں (باقی برصفحہ آئندہ)۔

الی دیار المحبوب[ٹ] محبوب و مقبول خاص و عام ہے۔ وفات ان کی سال ایک ہزار اکیاون[لٹ] ہجری میں وقوع میں آئی اور مزار دہلی[ٹلہ] میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰) عربی شرح لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح ۲۴ رجب ۱۰۲۵ھ کو مکمل ہوئی اور جسے حافظ عبدالرحمان سلفی نے لاہور سے شائع کر دیا ہے اور فارسی شرح اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ ۱۰۱۹-۱۰۲۵ھ میں چھ سال کی محنت سے مکمل ہوئی۔ منشی نولکشور نے اپنے مطبع سے چار جلدوں میں شائع کیا تھا۔

(سکہ) صراط المستقیم کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

(شہ) اخبار الاخیار، پاک و ہند کے علماء و مشائخ کا نہایت ہی مستند تذکرہ ہے۔ اس میں حضرت خواجہ شیخ معین الدین چشتیؒ سے لے کر اپنے زمانہ کے معروف مشائخ کے حالات لکھے ہیں۔ ابتدائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر عقیدتاً کیا گیا ہے۔ ۹۹۹ھ میں مکمل ہوئی۔ تکملہ میں ۹۹۹ھ کے بعد کے حالات بھی ملتے ہیں۔ متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔

(سلہ) فتوح الغیب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف ہے۔ جس کی شرح حضرت شاہ ابو المعالیؒ کے حکم سے ۱۰۲۳ھ میں مکمل کی۔ مفتاح فتوح تاریخی نام ہے۔ لاہور ۱۲۸۳ھ اور لکھنؤ ۱۲۹۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

سلہ جذب القلوب الی دیار المحبوب فارسی زبان میں مدینہ منورہ کی تاریخ لکھی ہے۔ اس کا آغاز مدینہ منورہ میں ۹۹۸ھ میں ہوا اور تکمیل دہلی میں ۱۰۰۱ھ میں ہوئی۔ متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔

سلہ یہاں مفتی صاحب سے تسامح ہوا ہے۔ شیخ محدث کا انتقال ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو ہوا (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق ۱۵۰-۱۵۲)

سلہ مزار مبارک دہلی میں حوض شمسی کے کنارے ہے۔ جسے نواب مہابت خاں نے شیخ محدث کی حین حیات بنوایا تھا (ایضاً ۱۵۱-۱۵۲)

ملاحظہ ہو:

(۱) عبدالحق دہلوی، تالیف قلب الالیف بذکر فہرس التوالیف۔ مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ

(۲) ایضاً ، زاد المتقین قلمی مملوکہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور۔

(۳) ایضاً ، اخبار الاخیار تکملہ و متعدد مقامات میرٹھ ۱۲۷۸ھ

(۴) غوثی ، اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ص۵۹۵ (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۴۲۔ شیخ عبد الحکیم سیالکوٹی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اکابر علمار و اعاظم فضلائے پنجاب سے تھا۔ علوم ظاہری و باطنی میں فرید الدہر و وحید العصر علم حدیث و تفسیر و فقہ میں طاق یگانہ آفاق و صاحبِ تصانیف اعلی تھا۔ چنانچہ حاشیہ تفسیر بیضاوی و کتاب مشہور و تحشیہ و تکملہ و حاشیہ عبد الغفور ان کی مشہور تصانیف میں سے ہے اور کتاب غنیۃ الطالبین[1] مصنفہ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی کا ترجمہ بھی فارسی میں اس نے حسب الایمائے حضرت شاہ بلاول لاہوری کے لکھا ہے۔ اس بزرگ کو شاہانِ چغتائی کے دربار میں بڑی توقیر حاصل تھی اور بادشاہ کی اجازت سے اس نے لاہور میں درس جاری کیا۔ اس کا لکھا ہوا فتوئے کل علمائے ہند کو منظور ہوتا تھا۔ اس نے فیض باطنی بھی بہت سے مشائخ طریقت سے پایا اور شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ بھی اس کے حال پر بہت مہربان تھے اور انھوں نے بھی اس کو بخطاب آفتابِ پنجاب مخاطب[2] کیا تھا۔ وفات ان کی باقوال صحیح سال ایک ہزار اڑسٹھ ہجری میں واقع ہوئی[3]۔

(بقیہ حاشیہ) (۵) محمد صادق، کلمات الصادقین۔ قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین گجرات۔

(۶) عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ، ۳۱۷۔ نولکشور ایڈیشن

(۷) محمد صالح کنبو لاہوری: عمل صالح جلد سوم ص ۳۴۷، ص ۳۴۸

(۸) خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی دہلی ۱۹۵۳ء

[1] غنیۃ الطالبین کی یہ شرح چھپ چکی ہے۔

[2] مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ نے حضرت مجددؒ کی حمایت میں ایک رسالہ دلائل التجدید کے نام سے لکھا تھا (روضۃ القیومیہ) مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے حضرت مجددؒ اور مولانا کی مراسلت کا ذکر کیا ہے (زبدۃ المقامات)

[3] مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ پنجاب کے معروف ترین علمار میں تھے، عہدِ مغلیہ میں جن چند علمار کو "علامی" کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔ ان میں آپ کا نام نامی بھی شامل ہے۔ آپ کے فرزندوں میں سے مولوی عبد اللہ لاہوری بڑے نامور علمار میں سے تھے۔ دیگر صاحبزادے مولوی رحمت اللہ (محمد حیات: تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی اور مولوی رحمان قلی (مشتاق رام گجراتی: کرامت نامہ قلمی) بھی قابل ذکر ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۴۳۔ حکیم سرمد دہلوی مقتول قدس سرہٗ

یہ بزرگ صاحب جذب وسکر ومستی واستغراقِ وعشق ومحبت تھا۔ پہلے یہودی مشرب تھا۔ کتاب توریت کمال شوق سے پڑھا کرتا۔ من بعد مشرف باسلام ہوا اور علوم ظاہری میں تحصیل کی۔ دہلی میں لعلم وہنر اس نے اشتہار پایا۔ اچانک حضرت عشق اس کے حال پر متوجہ ہوئے اور یہ ایک ہندو بچہ پر عاشق ہوا۔ مدت تک اس کے عشق کے دام میں مبتلا رہا۔ من بعد بحکم المجاز قنطرۃ الحقیقت معشوق حقیقی کے عشق میں ایسا محو ہوا کہ دوئی کی گنجائش عاشق معشوق میں نہ رہی اور یہ بےخود بےہوش سروپا برہنہ مکشوف العورت کبھی بازاروں میں پھرا کرتا اور کبھی ویرانہ جنگل کو نکل جاتا۔ ہوتے ہوتے یہ حالت طاری ہوئی کہ من خدایم من خدایم، من خدا برملا کہنے لگا۔ جب یہ بات علمائے وقت کو معلوم ہوئی، سب نے باتفاق اس کے قتل کا فتوے لکھا اور اورنگ زیب عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ چنانچہ یہ بادشاہ کے حکم سے سنہ ایک ہزار ستر ہجری میں قتل ہوا اور قبر دہلی میں ہے۔

۱۴۴۔ سید ابوتراب المعروف بشاہ گدا حسینی شطاری لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اول شیراز میں رہتا تھا۔ وہاں سے بطلبِ حق ہندوستان کو آیا اور بمقام گجرات شیخ وجیہہ الدین گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوکر تکمیل پائی۔ جب وجیہہ الدین فوت ہوگئے تو لاہور میں آکر سکونت اختیار کی۔ شجرۂ نسب ان کا یہ ہے کہ سید ابوتراب شاہ گدا ابن سید نجیب الدین بن شمس الدین بن اسدالدین بن زین الدین بن یونس بن عبدالوہاب بن عبدالباری بن عبدالبرکات بن انور علی

(بقیہ حاشیہ ۲) ملاحظہ ہو :

(۱) عبدالحمید : بادشاہ نامہ   (۲) محمد صالح کنبو : عمل صالح جلد سوم

(۳) آزاد غلام علی میر : مآثر الکرام دفتر اول ۲۰۴-۲۰۵   (۴) ایضاً : ص ۹۶

(۵) دبیر امین اللہ ڈاکٹر : مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ مقالہ برائے حصول پی ایچ ڈی دانشگاہ پنجاب ۱۹ء

(۶) شمس العلماء (سوانح ملا عبدالحکیم) اردو مطبوعہ دہلی   (۷) فوق محمد الدین : ملک العلماء سیالکوٹی لاہور ۱۹۲۴ء

بن عبداللطیف بن محمد شریف بن ابوالمظفر بن عبدالباقی بن ابوالحسن بن عبدالعزیز شیرازی بن عبداللہ بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن مسعود بن صادق بن احمد بن سید باقر حسین بن زید بن جعفر بن محمود بن ہارون بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور شجرہ پیرانِ عظام یہ ہے کہ سید ابوتراب مرید و خلیفہ شیخ وجیہ الدین گجراتی اور وہ مرید سید محمد غوث گوالیاری اور وہ مرید شیخ صفور جاجی اور وہ مرید شیخ ابوالفتح المشہور ہدایت اللہ سرمست اور وہ مرید شیخ قاذن اور وہ مرید شیخ عبدالوہاب اور وہ مرید شیخ عبدالرؤف اور وہ مرید شیخ محمود اور وہ مرید شیخ عبدالغفار اور وہ مرید شیخ محمد اور وہ مرید عبدالرحیم اور وہ مرید سید ابوبکر تاج الدین اور وہ مرید اپنے والد ماجد غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ۔ وفات حضرت کی چودھویں شوال سال ایک ہزار اکتر ہجری میں واقع ہوئی۔ چھ خلیفہ کامل شاہ گدا کے تھے۔ اول قاضی محمد لاہوری دوم شیخ فاضل، سوم شاہ جمال، چہارم لعل گدا، پنجم احمد گدا، ششم شہباز گدا۔

۱۴۵۔ خواجہ ایوب قریشی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اپنے وقت میں مرد صاحبِ کشف و تصرف و کرامت و زہد و ورع و تقویٰ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ ان کی تصانیف میں سے مثنوی مخزن عشق و شرح مثنوی مولانائے روم ہے۔ جس کو شرح ایوبی[1] کہتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت نے حق شرح ادا کر دیا ہے۔ صوری و معنوی

---

[1] شرح ایوبی، کے کئی خطی نسخے راقم کی نظر سے گذرے ہیں (۱) پنجاب یونیورسٹی لائبریری (۲) مملوکہ مولانا سید محمد طیب ہمدانی قصور۔

شرح مثنوی ملا عبدالخالق کے حواشی میں شرح ایوبی سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔ اس شرح میں ملا عبدالخالق کا وہ رقعہ بھی منقول ہے جو انہوں نے خواجہ ایوب قریشی کو لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو:

منکہ احقر العباد خلیفہ عبدالخالق ام۔ این چند بیت مثنوی مولانا روم قدس سرہٗ .... درخدمت حضرت حقائق و معارف دستگاہ حضرت مولانا خواجہ ایوب جیو سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ بودم کہ موافق بیانی کہ در تفسیر مدارک و بیضاوی و تفسیر حسینی وغیرہ تفسیر کردہ اند نمی شوند در جواب این غلام نوشتہ تند ...... الخ۔ تا ذیل فضلای آں جا چگونہ می خوانند۔ زیادہ چہ تصدیع (شرح مثنوی ملا عبدالخالق ۱۱۵۵ھ دفتر پنجم ورق ۳۰۰ ب قلمی حال ملک مولانا عبدالرشید لاہور)

معانی مثنوی کے اچھی طرح سے بیان کیے ہیں۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں خواجہ ایوب مرید[1] و شاگرد مفتی حافظ محمد تقی[2] اور داماد مفتی حافظ محمد نقی[3] کے تھے اور مفتی محمد تقی پانچویں جد مؤلف کتاب ہذا کے ہیں۔ اس طرح پر کہ مفتی غلام سرور مؤلف کتاب بن مفتی غلام محمد بن حافظ رحیم اللہ بن حافظ رحمت اللہ[4] بن مفتی حافظ محمد تقی اور منقول ہے کہ ایک روز ایک شاگرد خواجہ ایوب کی خدمت میں سبق مثنوی شریف کا پڑھ رہا تھا۔ ایک بیت کے معانی حضرت کے سمجھانے سے اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ رات کو اس کے خواب میں مولانا جلال الدین رومی آئے اور فرمایا کہ خواجہ ایوب کو اویسی ہماری روحانیت سے پہنچا ہے۔ جو وہ فرماتے ہیں۔ بیت میں وہی منشا ہمارا ہے اور نقل ہے کہ جب ارادہ خواجہ ایوب کا مثنوی کی شرح لکھنے کے لیے مصمم ہوا تو کتاب مثنوی ہاتھ میں لے کر اجازت مولانا سے چاہی اور کتاب کھولی۔ صفحہ کے سر پر یہ شعر لکھا دیکھا ؎

مثنوی ای ضیاء الحق حسام الدین بیا   اے صقالِ روح و سلطانِ ھدا
مثنوی را شرح بامشروح دِہ   صورتِ امثال اورا رُوح دِہ

جب یہ اجازت مولانا سے حاصل ہوئی تو کمر ہمت تحریر شرح پر باندھ لی اور کئی سال میں ختم کی۔ قطعہ تاریخ اختتام کتاب شرح مصنفہ خواجہ ایوب نے اس طرح پر لکھا ہے[5]: قطعہ :

---

[1] مفتی محمود عالم مرحوم نبیرۂ مفتی غلام سرور نے خواجہ ایوب قریشی کو مفتی محمد نقی کا فرزند لکھا ہے ----- (ذکر جمیل ۵۵)، حالانکہ خود مفتی غلام سرور نے انہیں صرف شاگرد و داماد لکھا ہے۔ فرزندی کا کوئی ذکر نہیں (خزینۃ ۲/۳۷۰)

[2] مفتی محمد تقی ف ۱۱۳۱ھ بن مفتی کمال الدین خرد لاہور کے جید علماء میں سے تھے (ذکر جمیل ۵۳/)

[3] مفتی محمد نقی بن مفتی محمد تقی ف ۱۱۴۶ھ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں قرآن، حدیث و فقہ کا درس دیتے تھے (ذکر جمیل ۵۴)

[4] اس شجرۂ نسب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب ہذا۔

[5] شرح ایوبی کا سال تکمیل ۱۱۲۰ھ ہے (خزینۃ ۲/۳۷۱) مفتی محمود عالم نے شرح ایوبی کا سال تکمیل ۱۱۱۴ھ لکھا ہے (ذکر جمیل ۵۶) جو درست نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو :

(۱) محمود عالم مفتی : ذکر جمیل (احوال خاندان مفتی غلام سرور لاہوری) لاہور ۱۹۶۰ء ص۵۵۔ ص۵۸

یافت شرح مثنوی معنوی مولوی　　خلعتِ اتمام از لطفِ خدا
گفت تاریخش بگوش دل شنو　　طرفہ شرح مثنوی جان فزا

وفات خواجہ ایوب کی جمعرات کے روز اکیسویں جمادی الثانی سال ایک ہزار ایک سو پچپن ہجری میں ہوئی اور مزار لاہور میں ہے۔

۱۴۶۔ شیخ فتح شاہ شطاری لاہوری قدس سرہٗ

شاہ لطیف برہان پوری کے خلفاء میں سے یہ بزرگ صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند تھا شجرہ اس کا بچند واسطہ درمیانی حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ شیخ فتح شاہ مرید و خلیفہ شاہ لطیف برہان پوری اور وہ مرید شیخ برہان طرالہی اور وہ مرید شیخ عیسیٰ زندول اور وہ مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی اور وہ مرید شیخ محمد غوث گوالیاری سات برس کی عمر میں پدر عالی قدر نے اس کو شاہ لطیف کی خدمت میں حاضر کیا اور اس نے خرد سالی کی عمر میں پیر روشن ضمیر کی خدمت میں تربیت و تکمیل پائی و بسبب غایت جذب و استغراق بخطاب فتح شاہ سرمست مخاطب ہوا۔ بعد تکمیل لاہور کو مامور ہوا اور تمام عمر لاہور میں بکار ہدایت و ارشاد مصروف رہا۔ ایک مرتبہ دریائے راوی میں اتنی طغیانی ہوئی کہ شہر کے اندر پانی آگیا صوبہ لاہور نے حضرت کی خدمت میں آکر دعا چاہی۔ حضرت نے ایک اپنا خادم دریا پر بھیجا اور فرمایا کہ دریا کو جاکر کہہ دو کہ جدھر سے آیا ہے، چلا جا۔ ورنہ قیامت تک خشک کر دیا جائے گا جب یہ پیغام دریا کو پہنچا۔ فی الفور شہر سے دور چلا گیا۔ وفات اس بزرگ کی سنہ ایک ہزار ایک سو پچاس ہجری میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں ہے۔

۱۴۷۔ شیخ حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ بزرگان لاہور میں سے صاحب شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت تھے۔ صاحب کتاب تشریف الشرفا[1] فرماتے ہیں کہ حاجی محمد سعید کو خلافت قادریہ سید محمود بن سید علی حسینی کر دی

---

[1] کتاب تشریف الشرفا کے مصنف اور اس کے وجود کے بارے میں اس وقت تک ہمیں علم نہیں ہے۔

سے ملا اور بمقام مدینہ منورہ ان سے بیعت ہوئی اور شیخ محمد اشرف[1] لاہوری سے سلسلہ اس کا شاہ محمد غوث گوالیاری کے ساتھ ملتا ہے اور اجازت سلسلہ نقشبندیہ کی ان کو حافظ سعداللہ[2] مجددی سے حاصل تھی۔ شجرہ ان کا اس طرح پر بحضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی ملتا ہے کہ شیخ حاجی محمد سعید مرید و خلیفہ سید محمود اور وہ مرید سید جلال الدین[3] اور وہ مرید سید شہاب الدین اور وہ مرید سید جمال الدین اور وہ مرید شمس الدین ابوالوفا قادری اور وہ مرید سید شہاب الدین احمد اور وہ مرید سید قاسم اور وہ مرید سید عبدالباسط اور وہ مرید سید بہاءالدین[4] العباس

---

[1] شیخ محمد اشرف لاہوری بن شیخ یونس، مرید شیخ فرید ثانی و ہو مرید والد خود شیخ بایزید ثانی و ہو مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی و ہو مرید شاہ محمد غوث گوالیاری۔ آپ لاہور کے نامور علماء میں سے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر سے اسی ہزار روپے لاہور میں مدرسہ کی تعمیر کے لیے قبول فرما کر بے مثل مدرسہ بنایا تھا (محمد رفیع : قران السعدین قلمی ورق ۱۰۰ اب ۱۰۱، ۱۰۱ و)، آپ کی ایک تصنیف جامع الفوائد (در مسائل تصوف بطور مقدمہ اپنے حالات بھی لکھے ہیں، قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی اور آپ کے ملفوظات احوال مشائخ کبار جامع سلیمان بن شیخ سعداللہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی یادگار ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۱۰۴ھ میں ہوا، حضرت حاجی محمد سعید لاہوری نے نقشبندی سلسلہ میں بیعت و اجازت کے بعد شیخ اشرف سے بیعت کی تھی (قران السعدین ورق ۱۱ ب)

[2] حضرت حافظ سعداللہ وزیرآبادی ف ۱۱۰۲ھ کا نام اسداللہ بھی معروف ہے۔ معاصر کتب میں اسداللہ ہی تحریر ہوا ہے۔ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ سعدی لاہوری ف ۱۱۰۸ھ کو حضرت شیخ آدم بنوری کی خدمت میں آپ ہی لے کر گئے تھے (محمد عمر چکنی : ظواہر قلمی ورق)، خواجہ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ سے بھی عقیدت و مکاتبت تھی (مکتوب خواجہ سیف الدین بنام شیخ اسداللہ، مشمولہ مکتوبات سیفیہ نمبراہ ص ۱۲۲، ۱۲۷) ملاحظہ ہو قران السعدین ص ۱۰۱-۱۱۰، ظواہر ورق ۳۵۳-۲۵۹، محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین قلمی۔

[3] میاں نقل کرنے میں مفتی صاحب سے دو نام رہ گئے ہیں۔ سید محمود بن سید محمد مرید شیخ عبدالرزاق و ہو مرید شیخ شرف الدین و ہو مرید سید جلال الدین ---- الخ (قران السعدین ورق ۳۲ ب)

[4] یہ نام شیخ شہاب الدین ابی العباس ہے نہ کہ بہارالدین (قران السعدین ۳۲ ب)

وہ مرید سید بدر الدین حسن اور وہ مرید سید علاؤ الدین اور وہ مرید سید شرف الدین یحییٰ تا ازہی
اور وہ مرید سید ابوصالح نصر اور وہ مرید سید الآفاق عبد الرزاق کے اور وہ مرید اپنے والد بزرگوار حضرت
غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی کے۔ نقل ہے کہ جب احمد بادشاہ درانی پہلی مرتبہ لاہور[1]
کی تسخیر کو آیا اور صوبہ لاہور نے عند المقابلہ شکست کھائی تو لاہور کے لوگ بخوف غارت بھاگ گئے
آخر ساکنان محلہ لکھی و عبداللہ واڑہ[2] جس میں حضرت سکونت رکھتے تھے۔ ان کی خدمت میں آئے
اور عرض کی کہ شہر لاہور کے سب لوگ بھاگ گئے ہیں اور ہم اب تک اپنے اپنے گھروں میں حضرت
کی حمایت کے بھروسے پر بیٹھے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں ہم نے خدا سے مانگا ہے کہ ہماری سکونت کا محلہ
غارت سے بچ جائے۔ تم کھلے دروازے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ آخر جب شہر فتح ہوا تو فوج
نے کل شہر لوٹ لیا۔ سوائے محلہ لکھی و عبداللہ واڑہ کے کہ وہ غارت سے بچ گئے۔ سبب یہ ہوا
کہ جب بادشاہ شاہدرہ کے مقام پر اترا تو پوچھا کہ اس شہر میں بزرگ صاحب طریقت کون ہے۔
لوگوں نے حضرت کا نام لیا۔ بادشاہ فی الفور باخلاص دل حضرت کی خدمت میں آیا اور بعد زیارت
حکم دیا کہ یہ دونوں محلے غارت نہ ہوں اور چند سوار بادشاہی حفاظت کے لیے مقرر کر دیے۔ نقل ہے
کہ جب بعد غارت پنجاب بادشاہ کابل کو چلا گیا تو ایک شخص لاہور کے رہنے والا خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کی کہ افغانوں نے میرا گھر بار لوٹ لیا اور ایک لڑکی میری کو جو مجھ کو بہت عزیز تھی
ہمراہ لے گئے۔ اب مجھ کو گھر کے لٹ جانے کا تو غم کوئی نہیں، مگر لڑکی کی جدائی نہایت شاق ہے
اگر جناب کی توجہ سے یہ کام میرا ہو جائے تو تادم زندگی مشکور و ممنون رہوں گا۔ حضرت نے
یہ تقریر سن کر فرمایا کہ آنکھیں بند کر۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک دم کے بعد فرمایا کہ کھول دے
جب اس نے کھولیں تو لڑکی کو روبرو کھڑے ہوئے دیکھا۔ ایسی حالت میں کہ ایک ہاتھ میں
اس کے چار فلوس تھے اور ایک ہاتھ میں تیل کا برتن تھا۔ عند الدریافت لڑکی نے جواب دیا کہ
میں جب غارت ہو کر کابل میں گئی تو جو شخص مجھ کو لے گیا تھا۔ اس نے ایک اور شخص کے پاس

---

[1] احمد شاہ ابدالی کا لاہور پر پہلا حملہ ۱۱۶۱/ ۱۷۴۸ء کو ہوا۔

[2] احمد شاہ ابدالی کے تسخیر ہند سے پیشتر ہی حاجی محمد سعید سے تعلقات تھے۔ چنانچہ اس نے حملے سے پیشتر جن مشائخ
ہند کے ساتھ خط و کتابت کی تھی۔ ان میں حاجی سعید کا اسم گرامی بھی شامل ہے (عزیز الدین پوفلزئی: تیمور شاہ درانی ۲/۶۴۸)

مجھ کو فروخت کر دیا۔ مشتری نے مجھ کو اپنی کنیز بنا لیا۔ اس وقت مالک نے مجھ کو چار پیسے اور تیل کا برتن دے کر حکم دیا تھا کہ بازار سے تیل لے آؤ۔ سو میں تیل لینے کے لیے باہر نکلی تھی جب بازار میں آئی تو یہ حضرت جو موجود ہیں۔ مجھ کو مل گئے اور فرمایا کہ آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کر لیں۔ جب کھولیں تو اپنے آپ کو یہاں موجود پایا۔ وفات حاجی محمد سعید کی سنہ ایک ہزار ایک سو چھیاسٹھ[1] میں ہوئی اور مزار گوہر بار لاہور میں روبرو نیلا گنبد لیشت بازار انار کلی ہے[2]۔

---

[1] معاصر ماخذ قران السعدین میں آپ کا سالِ وفات ۱۱۶۲ھ درج ہے

[2] حضرت حاجی محمد سعید لاہوری، لاہور کے جید علماء میں سے تھے۔ مولانا نور محمد مدقق لاہوری کے ہم سبق تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حج پر جاتے ہوئے لاہور میں آپ کے مدرسہ میں قیام فرمایا تھا اور جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازت حاجی صاحب سے حاصل کی تھی۔ جس کا شاہ صاحب نے خود ذکر کیا ہے (انتباہ)
حاجی صاحب کی تصانیف میں سے تفسیر مبین، رسالہ اذکار قادریہ، رسالہ در بیان ظہور و تنزلات، رسالہ ہمہ اوست قائد الانام الی بیت الحرام، مکتوبات اور ملفوظات جامع اخوند محمد رفیع پشاوری مسمی بہ قران السعدین کا سراغ مل سکا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) محمد رفیع اخوند، قران السعدین (احوال حضرت حاجی محمد سعید و اخوند محمد مسعود پشاوری ۱۱۶۱ھ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی،

(۲) سلیمان بن شیخ سعد اللہ لاہوری، احوال مشائخ کبار (ملفوظات شیخ محمد اشرف لاہوری) قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۳) محمد اشرف لاہوری شیخ : جامع الفوائد قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۴) عبید اللہ نواسہ زادہ حاجی محمد سعید، خلاصۃ النوافل قلمی مملوکہ چوہدری عبدالوحید صاحب لاہور

(۵) سعیدنا۔ (قصائد فارسی در مدح و مناقب حاجی محمد سعید لاہوری) مملوکہ چودھری عبدالوحید لاہور

(۶) فقیر اللہ علوی شاہ، مکتوبات لاہور ۱۹۱۹ء (۷) ولی اللہ دہلوی شاہ، الانتباہ فی سلاسل الاولیاء مطبوعہ

(۸) سیف الدین خواجہ سرہندی، مکتوبات سیفیہ جامع مولانا محمد اعظم کراچی

(۹) عزیز الدین وکیل فوفلزئی، تیمور شاہ دُرانی۔ انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۴۶ش حصہ دوم ص۴۹

(۱۰) امین اللہ علوی: شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری۔ مقالہ مشمولہ الرحیم سندھی مئی ۱۹۷۲ء

(۱۱) محمد اقبال مجددی: حیات حاجی محمد سعید لاہوری۔ زیر طبع

۱۴۸- شیخ میر محمد یعقوب لاہوری قدس سرّہٗ

بزرگان لاہور میں سے یہ بزرگ عالم اَلم و عامل کامل تھا۔ باہر لاہور کے متصل محلہ پیر عزیز مزنگ اس نے اپنا قلعہ علیحدہ بنوایا ہوا تھا اور وہاں ہی سکونت تھی۔ دعوتِ اسمائے الٰہی کے ذریعہ سے ہر ایک کام میں یہ حاکمانہ حکم دیتا تھا۔ ادنیٰ فیض اس کا یہ تھا کہ جس شخص کو سانپ یا سگ دیوانہ وغیرہ زہریلا جانور کاٹتا۔ آپ کے دہن کے ملنے سے اچھا ہو جاتا۔ نسبت آبائی اس کی حضرت غوث الاعظم کے ساتھ اس طرح پر ملتی ہے کہ سید یعقوب بن سید محمد زمان بن میر محمد حاجی بن میر صدرالدین بن سید نورالدین بن سید بدرالدین بن سید جعفر بن سید احمد بن سید مومن بن میر حیدر بن شاہ قمیص قادری بن ابی الحیات بن تاج الدین محمود بن بہاؤالدین محمد بن جلال الدین احمد بن سید علی وجمال الدین قاضی ابو صالح نصر بن سید الآفاق عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اور شجرہ حسبی اور پیری کا اس طرح پر مذکور ہے کہ سید یعقوب مرید و خلیفہ سید فضل علی لاہوری اور وہ مرید شیخ عبدالرحیم[1] خلیفۃ اللہ اور وہ مرید حاجی محمد سعید لاہوری اور وہ مرید سید محمود کُردی کا ہی۔ اس سے اوپر کا شجرہ حاجی محمد سعید لاہوری کے ذکر میں تحریر ہو چکا ہے۔ وفات حضرت کی چہارم محرم سنہ ایک ہزار ایک سو ساٹھ میں[2] واقع ہوئی اور مزار متصل موضع مزنگ کے ہے۔ اس بزرگ کے تین فرزند

---

[1] شیخ عبدالرحیم اور مولوی عبدالرحمان حضرت حاجی محمد سعید لاہوریؒ کے دو نواسے تھے جو آپ کے جانشین تھے۔ شیخ عبدالرحیم کے ذمہ تلقین وارشاد اور مولوی عبدالرحمان خانقاہِ حاجی سعیدؒ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مفتی صاحب نے (خزینہ ۱/ ۶۷۶) میں لکھا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے مذکورہ دونوں نواسے حاجی صاحب کے حینِ حیات ہی فوت ہو گئے تھے جو درست نہیں ہے۔ بلکہ معاصر تذکرہ قران السعدین میں واضح طور پر تحریر ہے کہ صاحبزادہ عبدالرحیم نے اپنی باطنی توجہ مؤثر ہونے کی دعا حضرت حاجی صاحب کے مزار پر جا کر کی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحبزادے حاجی صاحب کے وصال کے بعد جانشین ہوئے اور دیر تک بقیدِ حیات بھی رہے (قران السعدین

[2] یہاں مفتی صاحب سے سہو ہوا ہے۔ ۱۱۶۰ھ میر یعقوب گیلانی کا سالِ وفات نہیں ہے۔ بلکہ یہ سالِ وفات تو میر فضل علی یکملی لاہوریؒ کا ہے۔ جیسا کہ خود مفتی صاحب (خزینہ ۲/ ۲۷۴) میں لکھ چکے ہیں۔ میر یعقوب کا سالِ وفات مفتی صاحب نے خزینہ (۲/ ۳۰۴) ۹ صفر ۱۱۷۹ھ درج کیا ہے۔

کامل و مکمل تھے۔ ایک سید محمد یوسف دوسرے میر سید علی تیسرے میر اسماعیل جن سے مدت دراز تک سلسلہ ہدایت و ارشاد کا جاری رہا۔

۱۴۹۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

دہلی کے علماء سے یہ بزرگ سر دفتر علمائے عظام و فضلائے ذوالکرام تھا۔ علم و فضل و ورع و تقویٰ میں شان بلند و مدارج ارجمند رکھتا تھا۔ تمام عمر عزیز و تعلیم و تدریس میں بسر کی اور تفسیر[1] تمام قرآن مجید کی الموسوم بفتح الرحمان لکھی جو مقبول و منظور خاص و عام ہے۔ وفات ان کی سال ایک ہزار ایک سو اسی[2] میں واقع ہوئی اور مزار دہلی میں[3] ہے۔

۱۵۰۔ خواجہ حافظ عبدالخالق اویسی قدس سرہٗ

خاندانِ اویسیہ کے یہ بزرگ موجد ہیں اور زمانے میں بعشق و محبت و جذب و سکر و ذوق و شوق

---

[1] یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ فقط ترجمہ ہے۔

[2] شاہ ولی اللہ کا مسلمہ سال وفات ۱۱۷۶/۱۷۶۲ء ہے۔ یہاں مفتی صاحب سے ۱۱۸۰ھ درج کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔

[3] شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "عظیم الدین" تھا۔ ۱۱۴۳ھ میں حج کے لیے حرمین شریفین گئے اور ۱۱۴۵ھ کو واپس وطن پہنچے۔ ۱۱۴۳ھ میں اسی سفر کے دوران لاہور میں ان کی حاجی محمد سعید لاہوری سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً ۴۰ تصانیف دریافت ہو چکی ہیں۔ جن میں تفسیر فتح الرحمٰن، حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، انفاس العارفین اور مکتوبات زیادہ مشہور ہیں۔ اہل حدیث علمائے بھی چند کتابیں آپ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ محمد ایوب قادری: مجموعہ رسائل اربعہ ملاحظہ ہو:

(۱) ولی اللہ شاہ : الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف اردو ترجمہ مشمولہ خلیق احمد نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات

(۲) ایضاً : انفاس العارفین دہلی ۱۳۳۵ھ

(۳) محمد عاشق پھلتی : قول الجلی و اسرار الخفی (سوانح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)، مخزونہ خانقاہ کاکوری

(۴) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ترتیب و تقدیم خلیق احمد نظامی۔ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۹ء

(۵) رحیم بخش دہلوی : حیات ولی۔ لاہور (س۔ن) (۹۱) ملفوظات شاہ عبدالعزیز میرٹھ

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا اجازت نامہ جو کتاب خانہ خدابخش (پٹنہ) کے مخطوطہ بخاری کے ایک نسخہ سے حاصل کیا گیا ہے

معروف تھے۔ فیض ان کو روحانیت خواجہ اویس قرنیؓ عاشق رسول اللہ سے ملا اور انہیں کی روح پر فتوح سے تربیت و تکمیل پائی جو کہ آبا و اجداد اس بزرگ کے قدیم سے صاحب علم و فضل چلے آتے تھے۔ ابتدا میں انہوں نے بھی قرآن حفظ کیا اور علم پڑھ کر عالم متبحر ہوئے۔ من بعد شوق الٰہی دامن گیر ہوا تو باتفاق سید بلھے شاہ اور گلشیر محمد اپنے بھائی کے بارادہ بیعت بخدمت شیخ عبدالحکیم قادری کے بمقام تلونڈی گئے۔ شیخ نے بعد مراقبہ گلشیر محمد کو تو اپنا مرید کر لیا اور سید بلھے شاہ کو کہا کہ تیرے نصیب کا بخرہ شاہ عنایت قادری کے پاس ہے تو بمقام قصور جائے گا تو حصہ پائے گا اور شیخ عبدالخالق کو ارشاد کیا کہ تیرا مرشد وہاں ہی خود تیرے گھر آ کر تیری تکمیل کرے گا تو جا کر اپنے گھر بیٹھ۔ چنانچہ شیخ عبدالخالق اپنے گھر واپس آ گئے۔ جب چند روز اس بات کو گذرے تو ایک رات کو شیخ اپنے حجرے میں تنہا بیٹھے ہوئے درود شریف پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص ماہ طلعت بزرگ صورت حجرہ میں ظاہر ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ شیخ نے جواب سلام دے کر ان کے چہرہ کو دیکھا تو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ تمام رات اور تمام روز بے خود رہے۔ آفتاب کے غروب کے وقت ہوش میں آئے اور درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ کچھ رات گئی پھر وہی صورت نمودار ہوئی اور بدستور اٹھ پھر بے ہوش رہے۔ تیسری رات جب وہ موقع آیا تو شیخ نے قدم پکڑ لیے اور اسم شریف پوچھا۔ فرمایا کہ ہمارا نام اویسؓ قرنی عاشق رسولؐ ہے۔ ہم تیری تکمیل و تربیت کے لیے خدا کے حکم سے آئے ہیں۔ یہ فرما کر بیٹھے اور بیعت لے کر توجہ کی۔ اس وقت پھر حضرت پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تین رات تین روز بیہوش رہے۔ چوتھے روز ایک اتفاقاً گانے والا شخص اس راہ سے گذرا۔ جب سرود کی آواز حضرت کے کان میں پڑی۔ بدن کو جنبش ہوئی۔ متعلقین نے اس کو بلا لیا۔ راگ کے سننے سے حضرت وجد میں آئے۔ بعد وجد ہوش میں آ گئے اور اپنے آپ کو کامل و مکمل پایا۔ صاحب کتاب لطائف نفیسیہ[1] فی فضائل اویسیہ[1] لکھتا ہے کہ شیخ عبدالخالق نے زمین مانس

---

[1] کتاب لطائف نفیسیہ شیخ احمد بن محمود کی تصنیف ہے۔ (خزینۃ الاصفیا ۲/۳۰۶) میں اس کا حوالہ موجود ہے کتب خانہ گنج بخش ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ میں بھی اس نام اور موضوع کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ لیکن اس کے دیباچہ میں مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو: (باقی بر صفحہ آئندہ)

ستلج دریا کے کنارے رہتے تھے اور جذب وسکر کی یہ حالت تھی کہ جب نماز پر کھڑے ہوتے اور اللہ اکبر کی آواز سنتے بیہوش ہو جاتے اور پھر جب تک گانے والے نہ گاتے ہوش میں نہ آتے ہزاروں لوگ طالبانِ عشق و محبت حضرت کے دروازے پر ہجوم رکھتے اور ہزاروں منازل قرب تک پہنچ گئے۔ وفات حضرت کی ساتویں ذی الحجہ سال ایک ہزار ایک سو پچاسی میں واقع ہوئی اور مزار گوہر بار قصبہ مبارک پور متصل بہاولپور میں زیارت گاہ خلق ہے اور حضرت کے تین فرزند ارجمند صاحب مقامات بلند اولیائے کامل تھے۔ ایک خواجہ قطب الدین جو خورد سالی کی عمر میں ایک روز سماع میں بیٹھا تھا۔ جب حالت وجد طاری ہوئی تو اللہ اکبر کہہ کر آسمان کو اڑ گیا اور ایک لمحہ میں ایسا بلند گیا کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ پھر اِن کا نشان روئے زمین پر ظاہر نہ ہوا۔ دوسرے خواجہ عارف جن کا مزار بریلی میں ہے۔ تیسرے شیخ محرم جو قصبہ لیہ میں مدفون ہیں اور خواجہ محکم الدین المخاطب بصاحب السیران کے خلیفہ تھے۔

۱۵۱۔ شیخ محکم الدین صاحب السیر اویسی بن حافظ محمد عارف قدس سرہٗ

یہ بزرگ برادر زادہ حقیقی و مرید و خلیفہ شیخ عبدالخالق اویسی کے تھے۔ استغراق و جذب و بے خودی و بے ہوشی ان کے مزاج پر بہت غالب تھی۔ تمام روئے زمین کی انہوں نے سیر کی۔ ہزاروں کرامت و خوارق اس بزرگ سے کتاب لطائف نفیسیہ[1] میں مذکور ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہے، مگر مختصر تحریر ہوتا ہے کہ ایک روز راستے میں چلے جاتے تھے۔ ایک سائل روبرو آیا اور عرض کی کہ میرے گھر دختران ناکتخدا موجود ہیں۔ بسبب افلاس شادی نہیں کر سکتا۔ اگر پانچ سو روپیہ حضرت عنایت کریں تو میری حاجت روائی ہو سکتی ہے۔ چونکہ حضرت کا وقت اس وقت خوش تھا، غصے

(بقیہ حاشیہ) (۱) احمد بن محمود: لطائف نفیسیہ قلمی مخزونہ کتابخانہ گنج بخش ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ،

(۲) محمد حیون دہلی: لطائف سیریہ ملخص از علی مردان ملتانی اردو ترجمہ ملخص ہذا از مولوی محمد باقر دہڑیالوی و مولانا محمد اعظم نوشاہی میروالویؒ لاہور ۱۳۳۱ھ

(۳) محمد فیض احمد اویسیؒ: سوانح خواجہ عبدالخالق و خواجہ محکم الدین اویسی۔ بہاولپور ۱۳۸۶ھ

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ حاشیہ ۱ تحت ترجمۂ خواجہ عبدالخالق اویسیؒ

سے زمین کو کھود کر پانچ سو روپے کی تھیلی اس کو دے دی اور چل دیے۔ سائل کو طمع دامن گیر ہوئی۔ اس تھیلی کو الگ رکھ دیا اور زمین کھودنی شروع کی۔ وہاں سے ایک اور حبہ نہ نکلا۔ بہت پشیمان ہوا آخر چاہا کہ وہی تھیلی لے کر گھر کو جائے، مگر جا کر دیکھا تو اس تھیلی کو بھی نہ پایا۔ زار زار رونے لگا اور شیخ کے پیچھے دوڑا۔ جب نزدیک پہنچا تو اپنا حال عرض کیا۔ حضرت ہنسے اور فرمایا کہ وہاں کوئی خزانہ مدفون نہ تھا۔ یہ تیرے طمع کی تاثیر تھی کہ وہ تھیلی بھی جاتی رہی۔ اب ہم تجھ کو وہ تھیلی پھر دیتے ہیں۔ چنانچہ پھر اس مقام سے جہاں کھڑے تھے۔ زمین کو کھود کر وہ تھیلی نکال دی۔ غرض کہ اخیر زمانہ میں یہ بزرگ اپنے وقت کے قطب تھے اور مرجع خاص و عام اگرچہ خلفا ان کے بیشمار تھے۔ مگر نو کس کامل مکمل خلیفہ تھے۔ اوّل حافظ قمر الدین، دوم محمد سلیم قریشی، سوم شاہ ابوالفتح، چہارم خواجہ سلیمان، پنجم محمد انور ملتانی، ششم الہ داد، ہفتم دیوان محمد غوث، ہشتم دوست محمد، نہم حافظ عبدالکریم قدس اللہ سرہم العزیز۔ وفات ان کی پانچویں ربیع الثانی سنہ ایک ہزار ایک سو ستانوے ۱۱۹۷ھ[1] میں واقع ہوئی اور مزار بمقام کوٹ سبحان متصل بہاول پور ہے۔

۱۵۲۔ سید عبدالکریم المشہور بہ پیر بھاون شاہ بن شاہ بلاق لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ بارہہ کے سادات میں سے تھے۔ سیادت و شرافت و عبادت و ریاضت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک سلسلہ میں سے ان کو بہرہ حاصل تھا۔ سلسلہ قادریہ میں ان کا شجرہ حضرت میاں میر بالا پیر کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ سید بھاون شاہ مرید شاہ بلاق اور وہ مرید شاہ عبدالرشید

---

[1] خاندانی روایت کے مطابق خواجہ محکم الدین سیرانی کا سالِ وفات ۶ ربیع الآخر ۱۱۸۸ھ ہے (محمد جیون داہلی: لطائف سیریہ ص۶)

خواجہ محکم الدین اویسیؒ کی ایک تصنیف تلقین لدنّی (بزبانِ فارسی) درمسائل تصوف واذکار مطبع ابوالعلائی آگرہ سے چھپ چکی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) احمد بن محمود: لطائف نفیسہ قلمی کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی

(۲) محمد جیون داہلی، لطائف سیریہ لاہور (۳) احمد دین: چار باغ (بزبان سرائیکی) لاہور

(۴) ابوالصالح محمد فیض اویسی، سوانح خواجہ عبدالخالق اویسی و خواجہ محکم الدین۔ بہاول پور ۱۳۰۶ھ

لاہوری اور وہ مرید شیخ محسن شاہ اور وہ مرید شیخ محمد المشہور تلا شاہ اور وہ مرید حضرت میاں میر لاہوری کے۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد یہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور ہنگامہ مشیخت گرم کیا۔ ہزاروں لوگ مرید ہوئے۔ پہلے یہ موضع مزنگ میں جو متصل لاہور جنوب کی طرف ہے۔ سکونت پذیر ہوئے پھر شیخو پورہ کے جنگل میں جا کر بارہ برس تک عبادت میں مشغول رہے۔ پھر بمقام میرپور جو ایک قصبہ دامن کوہ میں آباد ہے گئے اور سکونت اختیار کی۔ قوم ککہ تمام و کمال حضرت کے مرید ہوئے اور خوارق و کرامات بیشمار ان سے سرزد ہوئیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ صاحب سنگھ بیدی ان کے گاؤں کے لوٹنے کے ارادہ پر آیا لوگ بھاگنے لگے۔ حضرت نے سب کو منع کیا کہ کوئی گاؤں سے نہ نکلے۔ آخر جس قدر لشکر اس کا گاؤں میں داخل ہوا۔ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ باقی ماندہ مارے خوف کے گاؤں میں نہ آئے۔ سال ایک ہزار دو سو تیرہ میں حضرت فوت ہوئے اور بمقام میرپور دفن کیے گئے۔

۱۵۳۔ مولوی غلام فرید لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے فضلاء و علماء سے یہ بزرگ جامع کمالات ظاہری و باطنی و علم و عمل و ذکر و شغل و ورع و تقویٰ و صبر و شکر و رضا و تسلیم تھے۔ تمام عمر تدریس طالب علمان و تلقین شائقان حق میں مصروف رہے۔ تمام پنجاب کے لوگوں نے ان کی شاگردی کا غاشیہ اپنے سر پر رکھا۔ وفات حضرت کی سال ایک ہزار دو سو سولہ میں واقع ہوئی اور مزار پُرانوار گورستان میانی میں ہے۔

۱۵۴۔ مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ[1] قریشی قدس سرہٗ

یہ بزرگ جدِ بزرگوار بندہ غلام سرور مؤلف کتاب کے تھے۔ آدمی پرہیزگار و متقی و عابد و زاہد تھے۔ دن اور رات سوائے عبادت و ریاضت کے ان کو کچھ کام نہ تھا۔ دولت ظاہری سے ان کو کمال نفرت تھی۔ ہمیشہ فقر و فاقہ میں گذراتے تھے۔ ان کا حقیقی بھائی حافظ محمدی اگرچہ صاحبِ دولت و جاہ تھا اور وہ ہمیشہ ان کو کہتا تھا کہ ان کے شامل ہو کر کار تجارت وغیرہ میں مصروف ہوں مگر

---

[1] حکیم مفتی حافظ رحمت اللہ بن مفتی محمد نعتی بن مفتی محمد تقی ۱۱۹۰ھ میں وفات پائی۔ حافظ مفتی محمدی اور مفتی شاہ محمد رحیم اللہ آپ کے دو فرزند تھے (ذکر جمیل ۵۹۔ ۶۵)

ان کو سوائے عبادت کوئی کام مالوف نہ تھا۔ طریق ان کا موروثی سہروردیہ تھا۔ طلبا کو اسی طریق میں تلقین دیتے تھے۔ وفات ان کی سال ایک ہزار دو سو پینتیس میں واقع ہوئی۔ مدفن لاہور میں موجود ہے[1]۔

۱۵۵۔ شیخ نور احمد المشہور نور حسین قادری قدس سرہٗ

اس بزرگ نے خرقۂ خلافت شیخ عبدالکریم بھاون شاہ سے پایا اور مقتدائے زمانہ ہوا۔ بکہ جذب اس کی طبیعت پر اس قدر غالب تھی کہ برس برس روز تک ایک مقام پر بیٹھا رہ جاتا اور اپنے آپ سے محض بے خبر رہتا۔ خوارق و کرامات بے شمار ان سے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ دو راس مادہ گاوان کی چور چرا کر لے گئے۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ ہماری راساں فلاں گاؤں کے زمیندار چرا لے گئے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور کہو یہ راساں نور حسین کی ہیں۔ واپس کر دو۔ خدام جب ان کے پاس گئے اور راساں طلب کیں وہ منکر ہوئے اور شیخ کے حق میں گالیاں دیں۔ اس بات کے سنتے حضرت غضب میں آئے اور ایک مٹھی گھاس خشک کی ہاتھ میں لے کر اس میں پھونکا تو اس کو آگ لگ اٹھی وہ جلتی ہوئی گھاس ان کے گاؤں کی طرف پھینک کر فرمایا کہ ہم نے چوروں کے گاؤں کو جلا دیا ایسا کہ پھر قیامت تک آباد نہ ہو۔ اسی وقت چوروں کے گاؤں میں آگ لگ گئی اور تمام و کمال جل گیا۔ وفات ان کی سال ایک ہزار دو سو چھتیس ہجری میں واقع ہوئی اور ان کے خلیفوں میں سے شیخ رسول شاہ ایک مقبول شخص تھا جو اس سال میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۵۶۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ دہلی میں امام المحدثین مقتدائے مفسرین جامع علوم حدیث و فقہ و تفسیر و صرف و نحو و منطق و معانی و فروع و اصول تھے و عمل و زہد و ورع و تقویٰ میں مراتب بلند و مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ ہزاروں لوگ دور دراز ملکوں سے آکر ان کی شاگردی سے مشرف ہوئے اور فضیلت کے مراتب تک پہنچے۔ ان کی ذات با برکات کو اگر خاتم العلماء کہا جائے تو درست و بجا ہے۔ ان کی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

محمود عالم مفتی ، ذکر جمیل ۵۹-۶۵

حدیث صحیح بخاری کہ اب تو سند دادم و سندہ ہٰذا

اخبرنا شیخنا واستاذنا ووالدنا الشیخ ولی الله

بن الشیخ عبدالرحیم الدهلوی قال اخبرنا شیخنا

ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی قال اخبرنا

ابی قال نا احمد القشاشی قال نا احمد الشناوی قال

نا الشمس الرملی قال نا الزین زکریا قال نا الحافظ ابن حجر

العسقلانی قال نا البرهان ابراهیم التنوخی الشامی نا احمد الحجار

نا السراج الحسین الزبیدی نا ابو الوقت السجزی نا الداودی

نا الحموی نا الفربری نا الحافظ ابو عبدالله محمد بن

اسمعیل البخاری رحمه

سند بخاری شریف بخط حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بہ تحقیق
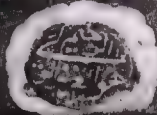
تصانیف بہت ہیں۔ چنانچہ کتاب سر الشہادتین و بستان المحدثین و تفسیر فتح العزیز و تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہ مقبول خلائق و منظور کافۂ انام ہے۔ وفات حضرت کی ایک ہزار دو سو انتالیس ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پر انوار دہلی میں ہے[1]۔

۱۵۷۔ سلطان بالا دین اویسی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خواجہ صالح محمد بن عبد الخالق اویسی اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ تھے اور ان کے والد نے فیض کامل خواجہ محکم الدین صاحب السیر سے پایا۔ بعد وفات اپنے باپ کے یہ مسند ارشاد پر بیٹھے اور بہت سی خلقت ان کی ارادت میں داخل ہوئی۔ سنہ ایک ہزار دو سو اکتالیس ۱۲۴۱ھ میں وفات کی ان کے

---

[1] شاہ عبد العزیز کی ولادت شب جمعہ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام غلام حلیم ہے (محمد عبد الرحیم ضیاء مقالات طریقت بحوالہ معارف ستمبر ۱۹۶۵ء ص ۱۸۱) آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن میں تفسیر فتح العزیز، تحفۂ اثنا عشریہ، سر الشہادتین، بستان المحدثین، عجالۂ نافعہ، حواشی قول الجمیل، رسالہ علم معانی، حواشی صدرا، حواشی میر زاہد زیادہ مشہور ہیں۔

ملاحظہ ہو:

(۱) عبد الرحیم ضیاء حیدرآبادی، مقالاتِ طریقت (در احوال شاہ عبد العزیز) ۱۲۹۱ھ مطبوعہ حیدرآباد ۱۲۹۲ھ

ملاحظہ ہو: مقالہ تعارفی محمد عضو الدین خاں: مقالات طریقت مشمولہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۵ء

(۲) : ملفوظات شاہ عبد العزیز (۳) احمد خاں سر سید : آثار الصنادید

(۴) ظہیر الدین ، مجموعہ مقالاتِ عزیزی (۵) بشیر الدین احمد میرٹھی ، تذکرہ عزیزیہ

(۶) مبارک علی خاں نواب ، کمالات عزیزی (۷) محمد رحیم بخش ، حیات عزیزی ، دہلی ۱۸۹۹ء

(۸) شوق : تذکرہ کاملان رامپور ۲۰۳-۲۱۲ (۹) عبد القادر رامپوری : علم و عمل ۱/۲۴۵-۲۴۷

(۱۰) عبد الحی حسنی ، دہلی اور اس کے اطراف ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۹

(۱۱) رحمان علی ، تذکرہ علمائے ہند ۳۰۲، ۳۰۴

(۱۲) محمد عضو الدین خاں : شاہ عبد العزیز کی ایک نایاب تصنیف متعلق بہ موسیقی، مقالہ مشمولہ معارف دسمبر ۱۹۶۴ء

(۱۳) ایضاً ، تفسیر فتح العزیز حقائق کی روشنی میں۔ مقالہ مشمولہ معارف ستمبر ۱۹۶۷ء

دو فرزند شیخ شہاب الدین و غلام اویس موجود ہیں۔

۱۵۸- مولانا عبدالقادر بن ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ عالم عامل فقیہہ کامل اپنے وقت کا یگانہ تھا خصوصاً علم حدیث و تفسیر میں ثانی نہیں رکھتا تھا و بکمال فصاحت و بلاغت ترجمہ تفسیر فتح الرحمان ہندی زبان میں کیا کہ مقبول و مطبوع خاص و عام ہے۔ کسی کو اس پر جائے اعتراض نہیں۔ وفات ان کی سال ایک ہزار دو سو بیالیس میں واقع ہوئی[1]

۱۵۹- میراں سیّد غلام محی الدین قدس سرہٗ

یہ بزرگ خاندانِ قادریہ میں مرد عالم و فاضل و عابد و زاہد صاحب ارشاد تھے۔ اول چند پشت سے ان کا قیام لاہور میں تھا۔ پھر جب بوقت تشریف آوری احمد شاہ بادشاہ درّانی کے بادشاہ نے اس خاندان کی بزرگی کا احوال سنا توان کے چچا بزرگوار سید علی اکبر کو جو اپنے زمانہ کے عالم متبحر و فاضل اجل و طبیب حاذق تھے۔ بہزار التجا اپنے ہمراہ کابل کو لے گیا۔ اس وقت سید غلام محی الدین بھی سولہ برس کی عمر میں اپنے عم بزرگوار کے ساتھ کابل میں گئے اور چند سال وہاں قیام رکھا۔ پھر جب سید علی اکبر بادشاہ سے بہزار مشکل رخصت لے کر وطن کو آئے تو راستہ میں سے راجہ رنجیت دیو والیٔ جموں نے

---

[1] حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ترجمہ قرآن مجید مع مختصر تفسیر بنام موضح قرآن آپ کی یادگار ہے۔ موضح القرآن کے نام سے جو تفسیر آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے، وہ علمائے اہل حدیث کا کارنامہ ہے (محمد ایوب قادری: مجموعہ وصایا اربعہ ۲۶)

ملاحظہ ہو:

(۱) احمد خاں سرسیّد: آثار الصنادید ۵۴-۵۵ — (۲) عبدالقادر: علم و عمل ۱/۲۴۹
(۳) صدیق حسن: ابجد العلوم ص۹۱۵ — (۴) عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷/۲۹۵-۲۹۶
(۵) محسن ترہٹی: الیانع الجنی ۷۵ — (۶) فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ ۴۷۱
(۷) عبدالاول جونپوری: مفید المفتی ۱۳۰ — (۸) رحیم بخش: حیات ولی ۳۴۹، ۳۵۲
(۹) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند ۳۱۵، ۳۱۶

ان کو اپنے پاس بُلا لیا۔ چچا ان کے وہاں ہی فوت ہوئے اور حضرت جموں سے گوجرانوالہ میں آگئے۔ مہان سنگھ رنجیت سنگھ کے باپ نے ان کی توقیر کی اور چاہا کہ حضرت اس کی ریاست گاہ میں قیام رکھیں، مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ لاہور میں آتے ہی سردار جے سنگھ کنھیہ نے حضرت کو اپنے پاس بلا لیا اور یہ قصبہ بکیریاں میں جاکر قیام پذیر ہوئے۔ وہاں کے اعتقاد مند لوگوں نے ان کو نہ چھوڑا کہ یہ پھر لاہور میں آویں۔ بلکہ حسب التجائے چودھری بہنی خاں مالک دسوہہ و نوروز خاں رئیس میانی و لفرمائش رئیس غلزیان شادی حضرت کی بمقام کوٹلہ خاندان سید معروف سبزواری میں ہوگئی اور مدت العمر وہاں ہی سکونت رکھی اور اسی مقام پر ایک ہزار دو سو چھ الیس ہجری میں فوت ہوئے۔ حضرت کی اولاد کی زبانی مذکور ہے کہ جب سید علی اکبر کابل تشریف لے گئے تو علمائے شیعہ نے ان کے ساتھ علمی بحث کی اور ایران سے علما اپنی مدد کو بلائے مگر یہ سب پر غالب آئے اور بادشاہ نے خوش ہو کر ان کو میرزا بہادر کا خطاب دیا اور انعام اس قدر بخشا کہ یہ مالا مال ہوگئے۔ جب عند البحث علمائے شیعہ عاجز ہو جاتے تو یہ کہتے کہ آرم ملّا رفیع را کہ با سید علی اکبر مباحثہ نماید اور ملّا رفیع ایک عالم جید ایرانی تھا جو اُس زمانہ میں مر چکا تھا نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعد وفات سید علی اکبر کے سید محسن ان کا فرزند جموں سے لاہور کو آنے لگا تو سردار غلام محمد چٹھہ جس کی ریاست رسول نگر میں تھی ان کو راستے سے بلائے گیا۔ جب مہان سنگھ نے رسول نگر پر یورش کی اور ریاست غلام محمد کی درہم برہم ہوگئی تو سید محسن نے موضع مندراں والہ میں قیام کیا۔ اس کا بیٹا سید علی اصغر اب تک وہاں موجود ہے اور سید غلام محی الدین کے پانچ فرزند دلبند ہوئے ایک میراں سید غلام غوث، دوسرے سید غلام المشہور شاہ صاحب، تیسرے سید غلام رسول، چوتھے میراں حافظ سید محمد شاہ، پانچویں میراں سید غلام گیلانی۔ یہ پانچوں اپنے وقت کے یگانہ، شجرہ نسب ان کا حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی شیخ سید سلطان محی الدین عبد القادر گیلانی کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ حضرت میراں غلام محی الدین بن سید محمد طاہر بن سید عبد الستار بن سید محمد شاکر بن سید محمد آدم بغدادی بن سید اسماعیل بن شاہ یعقوب بن سید موسیٰ بن سید صوفی بن سید بدر الدین بن سید اسماعیل ثانی بن سید عبد اللہ بن غوث محمد اوچی بن شمس الدین بن سید علی بن شاہ مسعود بن سید احمد بن سید صوفی بن سید نصر بن سید سیف اللہ بن عبد الوہاب بن حضرت محبوبِ

ہمانی شاہ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہم العزیز۔

قطعۂ تاریخ وفات :

چُوں کُملدِ بریں زد دُنیا رفت — شاہ عالی غلام محی الدین

گنج فضل وہنر بگو تاریخ — نیز ہادی غلام محی الدین

۱۲۴۴ھ — ۱۲۴۴ھ

۱۶۰۔ مولوی غلام رسول فاضل لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے علماءٔ وفضلاءٔ میں سے یہ بزرگ جامع علومِ شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت تھے تدریس وتلقین میں حضرت اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خالقِ حقیقی نے ان کی ذات بابرکات کو چشمۂ فیض ودریائے فضل پیدا کیا تھا کہ پنجاب میں کوئی شخص ان کے وقت میں علمائے وقت سے فیض رسانی میں ان کے ہمتا نہ تھا۔ چار گھڑی رات رہے جب حضرت نمازِ تہجد سے فراغت پاتے تو خاص شاگردان کے حضرت میں حاضر ہوتے۔ فجر کی نماز سے اوّل اوّل ان کی تعلیم سے فراغت ہو جاتی پھر ایک انبوہ وہجوم شاگردوں کا جمع ہوتا۔ اس قدر کہ مسجد میں بیٹھنے کو جگہ نہ رہتی اور حضرت نہایت محبت وخلق کے ساتھ ہر ایک کو تعلیم دیتے۔ دوپہر تک یہی حال رہتا۔ پھر طعام تناول فرما کر بقدر ایک ساعت کے قیلولہ کرتے۔ اتنے عرصہ میں اور طلبا جن کے پڑھنے کا وقت بعد نمازِ ظہر مقرر ہوتا حاضر ہوتے اور حضرت قیلولہ سے اٹھ کر نمازِ ظہر پڑھتے اور سبق شروع ہو جاتے اسی طرح پہر رات گئے ہنگامۂ تعلیم وتدریس جاری رہتا۔

۱۶۱۔ شیخ لدھے شاہ موئنہ ساز لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے متاخرین بزرگوں میں سے یہ بزرگ عابد وزاہد ومتقی وخدادوست تھا حصول قوتِ حلال کے واسطے گھوڑے کے بالوں کی چھلنیاں بناتا تھا۔ اس میں سے جو حاصل ہوتا۔ نصف، خدا کے نام خیرات کر دیتا۔ قادری خاندان میں اس کی بیعت تھی۔ اکثر لوگ اس سے روپیہ قرض لے جاتے اگر وہ شخص از خود روپیہ لے کر آتا تو بعد انکار لے لیتا۔ ورنہ اس سے کبھی طلب نہ کرتا۔ وفات اس کی سال ایک ہزار دوسو ترپن ہجری میں واقع ہوئی اور مزار لاہور میں ہے۔

۱۶۲۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس سرہٗ

یہ بزرگ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے تھے۔ علوم حدیث و تفسیر میں طاق یگانۂ آفاق تھے۔ فقہ میں ان کا فتوائے مقبول خاص و عام تھا۔ وفات ان کی سال ایک ہزار دو سو باسٹھ ہجری میں واقع ہوئی [۱]

۱۶۳۔ سیّد منوّر علی شاہ نقشبندی سہروردی لاہوری قدس سرہٗ

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ جامع شریعت و طریقت و کشف و کرامت و زہد و ورع و عبادت و ریاضت تھے۔ بعیت ان کی بخدمت میر عبدالرزاق والد بزرگوار اور ان کی بخدمت میر عبدالرحیم اور ان کی بخدمت میر صدرالدین اور ان کی بخدمت میر حیدر اور ان کی بخدمت بابا نصیب الدین غازی اور ان کی بخدمت بابا داؤد خاکی اور ان کی بخدمت شیخ حمزہ کشمیری اور انکی بخدمت شیخ جمال الدین بخاری قدس سرہٗ۔ سیّد منوّر علی نے اور سلاسل کرام سے بھی فائدہ تام حاصل کیا۔ رغبت حضرت کی سلسلہ نقشبندیہ کی طرف زیادہ تھی اور مریدوں کو بھی ذکر و شغل بطریق نقشبندیہ عالیہ فرماتے۔ وفات حضرت کی ایک ہزار دو سو چونسٹھ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار

---

[۱] مولانا شاہ محمد اسحاق بن شیخ محمد افضل فاروقی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے جانشین تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے وصال کے بعد مسلمانان ہند و پاکستان کی مذہبی قیادت سنبھالی۔ ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں جب ہندوستان کے حالات موافق نظر نہ آئے تو حجاز کو ہجرت کر گئے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ کے تلامذہ میں سے حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر امین بریلی، مولانا عبدالجلیل کوئل علی گڑھی، مفتی صدرالدین آزردہ، شاہ ابوسعید مجددی وغیرہ نے بحیثیت علماء اس تحریک میں حصہ لیا۔ مولانا شاہ محمد اسحاق نے مشکوٰۃ شریف کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مائۃ مسائل اور مسائل اربعین بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

(۱) احمد خاں سر سید : آثار الصنادید ۵۹ (۲) نواب قطب الدین : مقدمہ مظاہر حق ص۱ جلد اوّل

(۳) محسن ترہستی : الیانع الجنی ۶۰

چار دیواری شیخ طاہر لاہوری کے اندر ہے۔ ان کے مریدوں میں سے سید حسن شاہ بخاری اور فرزند ان کے سید احمد شاہ دونوں بزرگ صاحبِ علم وریاضت وعبادت لاہور میں موجود ہیں۔

۱۶۴۔ مولانا جان محمد فاضل لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ اپنے وقت میں یکتائے زمانہ وفریدالدہر تھا۔ تدریس اس کی جاری تھی ہزاروں طالبعلم خدمت میں حاضر رہتے۔ آٹھویں دن جمعہ کے روز ہنگامہ وعظ ونصیحت گرم ہوتا۔ عمل ان کا الیا مؤثر تھا کہ جس شخص کو زبان سے کسی اسم کا وظیفہ فرمادیتے، اپنی مراد کو پہنچ جاتا۔ باطنی تلقین بھی ان کی جاری رہتی۔ تمام عمر ان کی تلقین وتعلیم وتدریس میں گزر گئی اور تمام پنجاب میں نام نیک حاصل کیا۔ لاہور میں جب عملداری انگریزوں کی ہوئی تو ایک شخص غلام قادر نام ایک چوری کی تہمت میں ماخوذ ہوا۔ چند گواہ اس کی باوری کے جو اس کے جانی دشمن تھے۔ اس بات پر مستعد ہوئے کہ کسی طرح وہ قید میں چلا جائے۔ آخر پیشی مقدمہ کے روز وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اپنی انگلی سے اس کی پیشانی پر اسمِ ذات لکھ دیا اور فرمایا کہ جاؤ تم کو کچھ اندیشہ نہیں۔ جب وہ عدالت میں گیا حاکم نے فی الفور جرم سے رہا کیا۔ وفات ان کی سال ایک ہزار دوسو اڑسٹھ ہجری میں واقع ہوئی...! افسوس ہے کہ ان کی اولاد میں سے کوئی لائق پیدا نہ ہوا اور جو ہوا۔ اس نے خاندان کی بزرگی پر خیال نہ رکھا۔ مزار ان کا لاہور میں ہے۔

۱۶۵۔ مولوی غلام اللہ فاضل لاہوری قدس سرہٗ

علماء وفضلائے لاہور سے یہ بزرگ استادِ کامل ومخدومِ زمانہ تھے۔ دین ودنیا کا فیض ان کے وجود برکت آمود سے جاری ہوا۔ لاکھوں آدمیوں نے ان کی ذات بابرکات سے بہرِ علم وعمل پایا رات دن ان کی اوقات عزیز تدریس وتعلیم میں گذرتی۔ بعد وفات مولوی غلام رسول ان کے بھائی کے علاقہ تدریس ان کے متعلق ہوا اور انہوں نے وہ بڑا کام بکمال دیانت وامانت وسعی وکوشش نباہا اور ہر ایک طالب علم سے بکمال خلق وشیریں زبانی پیش آتے۔ گویا غضب وغصہ خالق حقیقی نے ان کے جسم میں پیدا ہی نہیں کیا تھا۔ ہر چند طالب علم بار بار تنگ کرتے، مگر ان کی پیشانی پر چین نہ پڑتی

پنجاب میں ہر ایک امیر و فقیر ان کے خاندان کے ساتھ دعویٰ نیازمندی و شاگردی رکھتا ہے۔ سنہ ایک ہزار دو سو بہتر میں ان کی وفات ہوئی۔ مدفن مقدس لاہور میں ہے۔ ان کی اولاد میں خلیفہ نظام الدین بمبئی میں درس پڑھاتے ہیں اور خلیفہ احمد الدین و حمید الدین لاہور میں کار تدریس میں مصروف ہیں۔ خدا سلامت باکرامت رکھے۔ احقر المحقر غلام سرور مؤلف کتاب بھی اسی خاندان کے کمترین شاگردوں میں ہے۔

۱۶۶۔ مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی لاہوری قدس سرہٗ

یہ بزرگ احقر غلام سرور مؤلف کتاب کے والد ماجد تھے۔ نسبت آبائی ان کی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح کے ساتھ ملتی ہے۔ اس طرح پر کہ مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ بن مفتی حافظ محمد تقی بن مفتی محمد نقی بن مولانا کمال الدین بن مفتی عبد السمیع بن مولانا عتیق اللہ بن مولانا برہان الدین بن مفتی محمد محمود بن شیخ الاسلام عبد السلام بن شیخ عنایت اللہ بن مولانا کمال الدین بن شیخ مخدوم المشہور میاں کلاں جو شہر ملتان سے حسب الطلب بادشاہ وقت کے لاہور میں آئے۔ افتاء پر ممتاز ہوئے۔ بن شیخ قطب الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح قدس سرہٗ۔ یہ سب بزرگ مذکور الصدر علوم ظاہری و باطنی میں طاق و یگانۂ آفاق تھے۔ ذکر و شغل ان کا طریق آبائی سہروردیہ پر تھا۔ اول سب سے مخدوم میاں کلاں لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے اور محلہ علاول خاں کوہانی میں بہت سے مکان زر خرید کیے کہ اب تک وہ کوچہ کوٹلی مفتیاں کہلاتا ہے۔ جس میں اب بھی مؤلف کتاب قیام پذیر ہے۔ مفتی غلام محمد میرے باپ عابد و زاہد و شب بیدار طبیب حاذق تھے۔ تمام روز تدریس و تعلیم و معالجہ مریضاں میں مصروف رہتے اور اکثر اوقات قرآن پڑھنے اور لکھنے میں صرف کرتے۔ رات کو بعد نماز عشاء دو ساعت تک استراحت کر کے اٹھ بیٹھتے اور بعد ادائے نماز تہجد صبح تک درود شریف کا ذکر ورد زبان رہتا۔ تمام عمر میں کوئی نماز حضرت کی فوت نہ ہوئی۔ سوائے تین وقت کی نماز کے جو قبل وفات فوت ہوئیں۔ وفات حضرت کی سال ایک ہزار دو سو چھہتر میں واقع ہوئی اور آخری دم تک لب مبارک ذکر الٰہی میں ہلتے رہے اور انگلیاں بغیر رشتہ تسبیح کے جنبش کرتی رہیں۔ حضرت کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں تین

لڑکے اور لڑکی تو خرد سال فوت ہو گئیں اور تین لڑکے اور دو لڑکیوں نے حضرت کے سایہ عاطفت میں
پرورش پائی۔ ایک مفتی سید محمد جو سنہ ایک ہزار دو سواسی میں فوت ہوئے۔ ان کی اولاد مفتی چراغدین و
جلال دین اور ایک دختر موجود ہے۔ دوسرے حافظ غلام احمد جو سنہ ایک ہزار نوتے میں فوت ہوئے۔
ان کی اولاد ضیاء الدین و مظفر دین و فصیح الدین و ضمیر الدین اور ایک دختر موجود ہے۔ تیسرے یہ
گنہگار عاصی شرمسار غلام سرور میری اولاد غلام حیدر و غلام صفدر و غلام اکبر و محمد انور و غلام اصغر
اور ایک دختر موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور دین و دنیا میں بہرہ مند کرے۔ آمین
میرے باپ کے برادر حقیقی ایک مفتی غلام رسول جو سنہ ایک ہزار دو سو اسی میں فوت ہوئے۔ ان کا فرزند
غلام محی الدین معہ اپنے فرزند غلام یاسین اور ایک لڑکی کے زندہ حیات ہے۔ خدا سلامت رکھے۔
ایک ہمشیرہ بندے کی اس کی اولاد سید علی و برکت علی قریشی موجود ہیں اور خود وہ سنہ ایک ہزار دو سو
اٹھاسی میں فوت ہو گئی اور دوسری ہمشیرہ معہ اپنی اولاد فخر الدین و رفیع الدین و امین الدین اور دو لڑکیوں
کے موجود ہے۔ خدا زندہ رکھے۔ تاریخ وفات حضرت کی مادہ خورشید دین محمد سے حاصل ہوتی ہے۔
اور مدفن گورستان بی بی پاکدامنان کی مادہ تاریخ ہے۔

۱۶۷۔ شیخ احمد شاہ کشمیری تازہ بلی قدس سرہٗ

یہ بزرگ اس زمانہ کے اولیاء میں سے قطب وقت تھے۔ شہر سری نگر کشمیر میں ان کی سکونت
سلسلہ عالیہ سہروردیہ و قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ میں بیعت ان کی بخدمت آل شاہ المشہور اک شاہ
کے تھی۔ حضرت دن اور رات عبادت و ریاضت و اوراد و وظائف میں مصروف رہتے۔ کوئی دم
بے یاد الٰہی خالی نہ جاتا۔ اہل دین و دنیا جو ان کے دروازے پر جاتا۔ خالی نہ جاتا۔ چنانچہ نقل ہے کہ
ایک کس مسلمان بہ تہمت گاؤ کشی عدالت کشمیر میں ماخوذ ہوا۔ اس کا بھائی حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوا اور اس کی رہائی کی استدعائے دعا کی۔ اس وقت میاں لال دین جو ایک مصاحب مہاراجہ جموں
کا ہے۔ خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اس کے بھائی کے مقدمے
میں سعی کرو۔ اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ ہندوؤں کی عملداری میں کس کی طاقت ہے کہ گاؤ کشی
کے بارے میں عرض کرے۔ یہ سن کر حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ہم احکم الحاکمین کے دربار

میں اس کی رہائی کے لیے عرض کریں گے۔ چنانچہ وہ ماخوذ اسی روز مواخذے سے بری ہو گیا۔ وفات حضرت کی سنہ ایک ہزار دو سو ستتر میں واقع ہوئی اور مزار کشمیر میں ہے۔

۱۶۸۔ میراں سیّد غلام المشہور شاہ صاحب قدس سرہٗ

یہ بزرگ منجھلے بیٹے سید غلام محی الدین قادری کے تھے۔ ابتدار عمر میں بھی ان کا خیال ترک و تجرید عبادت و ریاضت کی طرف تھا اور دنیاداروں سے نفرت تھی۔ عبادت کے سوا اور کوئی شغل ملحوظ خاطر نہ تھا۔ چنانچہ پچاس برس تک حضرت موضع ہردو تحلہ ضلع ہوشیار پور میں خلوت نشین رہے۔ اکثر اوقات رات کو جنگل میں نکل جاتے اور رات بھر تنہا خدا کی یاد میں معروف رہتے۔ آخر سنہ ایک ہزار دو سو اٹھہتر میں وفات پائی اور موضع مسکن اپنے میں مدفون ہوئے۔ ان کے حقیقی بھائی حافظ محمد شاہ تارک الدنیا، طالب المولےٰ، عابد زاہد حافظ قرآن شہر امرت سر میں بمقام باغ رامانند تمام زمانہ سے الگ ایک حجرہ میں تنہا رہتے ہیں۔ مؤلف کتاب بھی ان کی زیارت سے بہرہ مند ہوا ہے۔ بے شک بہت خوب آدمی خدا پرست ہے۔ حلیم و خلیق و بزرگ ہیں اور ایسے زمانہ میں کہ مردان خدا عنقا ہو گئے ہیں، ان کی ذات بابرکات مغتنمات وقت سے ہے۔

قطعۂ تاریخ

چو رفت از جہاں در بہشتِ بریں	شہنشاہِ اسلام سید غلام
بگو سال وصلش چہ ۱۲۷۸ آغ جمال	دگر طالب نام سیّد ۱۲۷۸ غلام

۱۶۹۔ سیّد غلام غوث قدس سرہٗ

یہ بزرگ بڑے صاحبزادے سید غلام محی الدین گیلانی کے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے کمال فضل و کرم سے ظاہری و باطنی ان کے نصیب کیے۔ اعتقاد مند لوگوں کا ہجوم ہمیشہ حضرت کے دروازے پر رہتا۔ تمام زمانہ باادب پیش آتا۔ بڑے بڑے رئیس اور حکام وقت حضرت کے ارشاد کی تعمیل بدل و جان کرتے تھے۔ کمال عزت و حرمت کے ساتھ حضرت نے عمر بسر کی اور ہمیشہ خدا کی عبادت و ریاضت میں معروف رہے۔ آخر سنہ ایک ہزار دو سو اناسی میں دنیائے فانی سے

رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

قطعۂ تاریخ وفات:

چونکہ سید غلام غوث ولی — رفت در قرب ایزدِ متعال

بہر تاریخ آں ولی زمان — شہسوارِ بہشت آمد سال ۱۲۷۹ھ

ان کے دو فرزند تھے۔ ایک سید محمد بخش جن کے دو فرزند ہیں۔ ایک سید محمد علی شاہ سررشتہ دار محکمہ رکھ پنجاب۔ دوسرے سید علی الحق شاہ ہیں۔ جن سے مؤلف کتاب کو بھی نیاز حاصل ہے دوسرے صاحبزادے سید گنج بخش سجادہ نشین سید غلام ہیں۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ ایک شریف حسن دوسرے شریف حسین تیسرے عزیز الحسنین، اللّٰھم سلّمھم۔

۱۷۰۔ سائیں قطب شاہ لاہوری قدس سرّہٗ

یہ بزرگ شیخ غلام حسین کا مرید تھا۔ حصولِ قوتِ حلال کے واسطے جولاہوں کا کام کرتا تھا۔ اگرچہ فقیر تھا مگر ہرگز ہرگز طمع نہ رکھتا۔ طبیعت اس کی باطنی عبادت و ریاضت کی طرف بہت مائل تھی۔ کم بولتا اور کم کھاتا اور لوگوں سے کم ملتا۔ زبان سے جو کہتا۔ اکثر اوقات وقوع میں آجاتا چنانچہ مؤلف کتاب کے دو فرزند غلام صفدر و اکبر آنکھوں کے عارضہ سے سخت بیمار ہوگئے اور بیماری دو سال تک درازی کھنچ گئی۔ آخر ایک دوست کے کہنے سے بندہ ایک آثار قند سیاہ اور ایک پاؤ تیل لے کر حاضر ہوا۔ لڑکوں کی حالت دیکھ کر حضرت نے افسوس کیا اور دستِ مبارک ان کے منہ پر پھیر کر کہا کہ اب طبیب کا علاج نہ کرنا۔ یہ کہہ کر رخصت کیا۔ دوسرے روز لڑکوں کی آنکھوں سے بہت سی غلاظت بہتی رہی اور یہی حال دوسری رات کو رہا۔ تیسرے روز جب لڑکے صبح کو سوئے ہوئے اٹھے بالکل تندرست تھے۔ گویا کبھی ان کو آنکھوں کا عارضہ نہ تھا۔ یہ حضرت سنہ ایک ہزار دو سو نوے ہجری میں فوت ہوئے اور موضع کھوئی میراں میں دفنائے گئے۔

چھٹا چمن

مجانین و مجاذیب کے ذکر میں

۱۷۱۔ میاں سرنگا مجذوب ہانسوی قدس سرہٗ

یہ مجذوب شہر ہانسی میں سکونت رکھتا تھا۔ چونکہ شیخ فریدالدینؒ گنج شکر بھی چند سال ہانسی میں قیام پذیر رہے تھے۔ حضرت کی صحبت میں اکثر وہ حاضر رہا کرتا۔ پھر جب خواجہ فریدؒ بعد وفات خواجہ قطب الدین بختیار کے دہلی میں آئے تو یہ بھی دہلی میں آگیا اور حضرت کے روبرو آکر زارزار رونے لگا اور کہا کہ ہانسی میں مَیں اکثر اوقات خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوا کرتا تھا۔ اُب جو آپ مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہیں۔ بسبب ہجوم خلق کے مجھ کو زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ یہ تقریر مجذوب کی سن کر حضرت متاثر ہوئے اور اس کی خاطر دہلی چھوڑ کر ہانسی کو روانہ ہوگئے۔ سال چھ سو چھیالیس میں اس کی وفات ہوئی۔

۱۷۲۔ سوبھن مجذوب اجودھنی پاک پٹنی قدس سرہٗ

یہ مجذوب مرد صاحب حال وجذب و سکر تھا۔ پہلے یہ ہندو[۱] تھا۔ جب شوق الٰہی دامنگیر ہوا تو بخدمت شیخ علاؤالدین نبیرہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور مرید ہو کر بہرہ یاب شوق الٰہی ہوا۔ چند روز کے بعد مجذوب ہوگیا۔ عادت اس کی یہ تھی کہ کبھی دو دو تین ماہ کچھ نہیں کھاتا اور کبھی چار چار پانچ پانچ سیر طعام کھا جاتا۔ ایک روز اس کو کسی نے دیکھا کہ چونہ کے انبار کے پاس بیٹھ کر چونہ پھانک رہا تھا۔ اس نے باعث پوچھا تو کہا کہ نفس حریص کا پیٹ نہیں

---

[۱] قوم کوردہ سے تعلق رکھتے تھے (اخبار الاخیار ۲۷۵)

ملاحظہ ہو:

عبدالحق محدث شیخ : اخبار الاخیار ۲۷۵-۲۷۶

بھرتا۔ اس واسطے چاہتا ہوں کہ اس کا پیٹ پتھروں سے بھردوں۔ وفات اس کی سنہ سات سو اٹھائیس ہجری میں واقع ہوئی۔

۱۷۳۔ شیخ الہ دین[1] مجذوب نارنولی قدس سرہٗ

یہ مجذوب نارنول میں رہتا تھا۔ عادت اس کی یہ تھی کہ کوچہ وبازار میں اکثر پھرا کرتا اور جس جگہ بیٹھ جاتا۔ کئی روز تک وہاں سے نہ اٹھتا۔ ہر وقت اپنے آپ کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔ کبھی رونے کبھی ہنسنے لگ جاتا۔ پرانی پھٹی گودڑی کے بغیر کچھ نہ پہنتا۔ ہاتھ پاؤں میں لوہے کے حلقے رکھا کرتا خوارق وکرامت اکثر اس سے ظاہر ہوتے اور جو شخص روبرو جاتا۔ اس کے دل کا حال بات بات میں کہہ دیتا۔ وفات اس کی بقول صاحب اخبار الاخیار پندرھویں شعبان شب برات کے روز سال نو سو چھیالیس ۹۴۶ ہجری میں ہوئی اور مجذوب صادق ۹۴۶ تاریخ وفات ہے۔

۱۷۴۔ میاں معروف مجذوب[2] دہلوی قدس سرہٗ

یہ مجذوب دہلی کا رہنے والا تھا اور خواجہ قطب الدین بختیار کے مزار کے پاس قدیمی گنبد میں جو مقبرہ شیخ برہان الدین بلخی کے پاس ہے۔ رہا کرتا تھا[3]۔ ظاہری علم میں بھی اس کو کمال دخل تھا۔ جب شیر شاہ بادشاہ نے قلعۂ دہلی کو سال نو سو سینتالیس میں ویران کیا تو یہ مجذوب گم ہوگیا۔ نہ معلوم کہاں گیا۔

---

[1] ملاحظہ ہو : عبدالحق شیخ ، اخبار الاخیار ۲۷۴-۲۷۵

[2] شیر شاہ نے دہلی علائی اور کوشک سیری کو برباد کر کے اندرپت کے پاس دریا کے کنارے بہ ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء میں ایک شہر آباد کیا جسے شیر شاہ کی دہلی کہتے ہیں (احمد خاں سر سید ، اخبار الصنادید ۹۵)

[3] میاں معروف مجذوب کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ، مجذوبی بود در مقام حضرت خواجہ قطب الدین در گنبد قدیمی کہ نزدیک بقبر شیخ برہان الدین بلخی است می بود۔ باوجود حالت سکر وجذب در علم تکسیر آیتی بود از آیات الٰہی دریں وقتی کہ شیر شاہ قلعہ دہلی را ویران کرد بجرد شنیدن غائب شد کہ ہیچ نشانی از و پیدا نشد (اخبار الاخیار ۲۷۱)

۱۷۵۔ شیخ حسن لودلہ مجذوب قدس سرہٗ

یہ شخص دہلی کے ایک امیر کا بیٹا تھا۔ جب یہ مجذوب ہوا تو اکثر سراپا برہنہ پھرا کرتا تمام زمانہ اس کی بزرگی کا قائل تھا۔ اکثر بزرگان وقت نے اس کو خواب میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں دیکھا اور اکثر لوگ جو مکہ معظمہ سے آتے۔ وہ کہتے کہ ہم نے اس کو مکہ و مدینہ میں دیکھا تھا۔ باوجودیکہ وہ کبھی دہلی سے باہر نہ گیا تھا۔ سال نوسو چونسٹھ میں اس کی وفات ہوئی اور قبر دہلی میں ہے[1]۔

۱۷۶۔ شاہ ابو الغیث بخاری مجذوب قدس سرہٗ

فرزند دلبند سید حاجی عبد الوہاب بخاری تھا۔ جن کا ذکر خاندانِ سہروردیہ میں تحریر ہو چکا ہے ایک بزرگ صاحب سکر و جذب و عشق محبت تھا۔ ابتدا عمر میں جب یہ مدرسہ میں پڑھا کرتا تو اور طالب علموں سے اوّل سبق پڑھتا اور کہتا کہ خدا جانے مجھ پر کون سی حالت آئے گی۔ یہ وقت غنیمت ہے۔ جب تحصیل سے فارغ ہوا تو بجذب جاذب حقیقی مجذوب ہو گیا۔ جذب و سکر کی حالت میں اکثر خوارق و کرامت بے اختیار اس سے سرزد ہوتیں۔ ایک روز بتقریب عرس ان کے گھر میں تمام روز توا گرم رہا اور روٹیاں پکتی رہیں۔ یہ آہنی توے گرم کے اُوپر دونوں پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور کچھ اثر جلنے کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا۔ سال نوسو ستر ہجری میں وفات[2] کی۔

۱۷۷۔ میاں مونگر مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

یہ مجذوب لاہور میں رہتا تھا۔ حالات اس کے عجیب و غریب تھے۔ شیخ حاجی محمد کا قول

---

[1] قبر او در بازار دہلی نزدیک روضہ خواص خان است و ایں خواص خان از موالی شیر شاہ بود در سخاوت و صلاح از افراد وقت بود اوصاف و احوال زائد الوصف دارد۔ شہرت بلکہ کثرت بر ہمیں قدر اختصار افتاد و او را سلیم شاہ بن شیر شاہ شہید ساخت۔ در سنہ نہ صد و پنجاہ و ہشت رحمۃ اللہ علیہ (اخبار الاخیار ۲۷۲)

[2] ملاحظہ ہو: عبد الحق شیخ: اخبار الاخیار ۲۷۰

ہے کہ ایک مرتبہ ہم دہلی سے لاہور میں آئے۔ میاں حسن لودلہ مجذوب بھی ہمارے ساتھ چلا آیا۔ جب بازار نخاس میں پہنچے۔ میاں مونگھ وہاں آپہنچا اور حسن کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تجھ کو لاہور سے کیا غرض ہے۔ ابھی چلا جا۔ چنانچہ وہ اسی وقت دہلی کو اٹھ کر چلا گیا۔ ۹۸۱ھ میں اس کی وفات ہے۔

۱۷۸۔ جلیتی[1] شاہ مجذوب کشمیری قدس سرّہٗ

یہ مجذوب صاحب کشف و کرامت و جذب و سکر کشمیر میں رہتا تھا جو کوئی اس کے روبرو جاتا۔ فی الفور اس کے مافی الضمیر سے خبر دیتا۔ شیخ مخدوم حمزہ کشمیری و شیخ بابا داؤد خاکی کی خدمت میں اکثر اس کی آمد و رفت تھی۔ جب ان کے پاس جاتا۔ شیخ خلوت کر کے اس سے اسرار الٰہی کی تقریریں کرتے۔ وفات اس کی بقول صاحب تاریخ اعظمی نو سو اکیاسی سنہ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار کشمیر میں شیخ ہروی ریشی کے مقبرہ کے اندر ہے۔

۱۷۹۔ شاہ بدیع الدّین[2] مجذوب کشمیری المشہور بہ بادی شاہ قدس سرّہٗ

یہ بزرگ سرمست جام محبّت و مدہوش شراب عشق تھا۔ بحالت تجرید و تفرید زندگانی کرتا۔ سردی کے موسم میں جب برف برستی تو یہ جنگل میں تمام رات گذارتا ایسی حالت میں کہ سوائے ایک تہ بند کے کوئی اور کپڑا اس کے جسم پر نہ ہوتا۔ زبان ترجمان اس کی سے جو کلمہ

[1] یہاں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ محمد اعظم نے یہ نام غیبی تحریر کیا ہے (اعظمی ص۱۱۳)

ملاحظہ ہو:

محمد اعظم: تاریخ کشمیر اعظمی ص۱۱۳)

[2] خواجہ محمد اعظم نے لکھا ہے "از مجذوبان مشہور الجذبہ بود زبانش حکم شمشیر برّان داشت۔ ہر چہ می گفت می شد باوجود غلبۂ جذبہ حرف توحید و معرفت را صاف و منقح می گفت و در اظہار مغیبات و حرف جذبات گویا حاکی بود۔ بیرون قلعہ در ملہ کوتہ آسودہ است۔ بعد وفات ہم جلال از قبر او ظاہر بود و ہر کہ قسم دروغ می خورد۔ در ساعت بسزا می رسید (اعظمی ۱۱۳)

نکل جاتا۔ اسی طرح وقوع میں آتا اور باوجود حالت جذب وسکر کے کلمہ ہمہ اُوست برملا کہتا۔ علمائے کشمیر نے کئی مرتبہ اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر حاکم کشمیر نے بحکم المجنون معذورٌ اس فتویٰ پر عمل نہ کیا۔ وفات اس کی سال نوسو بانوے ہجری میں واقع ہوئی اور مزار پُر انوار کشمیر میں ہے۔

۱۸۰۔ خواجہ داؤد مجذوب[1] کشمیری قدس سرہٗ

یہ بزرگ کشمیری مجذوبوں سے صاحبِ جذب واستغراق ومستی وبے خودی وبیہوشی تھا۔ کھانے پینے پہننے کے بھی اس کو چنداں حاجت نہ تھی۔ کبھی اس نے اپنے ارادے سے لقمہ منہ میں نہ رکھا۔ جب کوئی لقمہ اٹھا کر اس کے منہ میں ڈالتا تو کھالیتا۔ پہلے یہ چند سال تک خاموش رہا اور کسی سے ہمکلام نہ ہوا۔ جنگل ویرانے میں اس کا مقام تھا۔ آخر جب سال ایک ہزار چھبیس میں کشمیر میں وبا آئی اور ہزاروں لوگ مر گئے تو شہر کے لوگ جمع ہو کر بطلب دعا دفع وبا کے اِس کے پاس گئے۔ جواب دیا کہ اچھا آئندہ وبا کے صدمے سے کوئی نہ مرے گا۔ سب کے عوض میں ہم ہی مرے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر زمین پر لیٹ گیا اور جاں بحق تسلیم کی۔ اس روز سے کشمیر سے وبا دفع ہوگئی۔

۱۸۱۔ شیخ مٹھا مجذوب نوشاہی قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت حاجی محمد نوشاہ گنج بخش کا مرید تھا۔ حالتِ جذب واستغراق اس پر ایسی غالب ہوئی کہ ہمیشہ ویرانے جنگل میں پھرا کرتا اور وحش وطیور سے ہم کلام ہوتا اور جس شخص پر توجہ کرتا، وہ بھی مجذوب ہو جاتا۔ تمام عمر اس کی اسی حالت میں گزر گئی۔ آخر سال ایک

---

[1] خواجہ داؤد مجذوب کے بارے میں خواجہ محمد اعظم لکھتے ہیں: "در آشنائے طلب شورش بہم رسانیدہ بدر غیبت و بے خودی زد۔ در حقیقت از عقلا بود۔ چوں علتِ وبا شیوع یافت و عالم عالم مردم براو فنا شتافت بغیرت آمدہ بخدمت خواجہ حبیب اللہ نوشہری و میر یوسف قادری ولد میر نازک ببازی پیغام کرد کہ چہا جلِ عالم خود را فدانہ سازیم! ایں گفت و عنقریب رحلت نمود و وبا دفع شد در محلہ بودہ گیر آسودہ (اعظمی ۱۲۸)

ہزار ایک سو پندرہ[1] میں فوت ہوا۔

۱۸۲۔ سید شاہ عبداللہ مجذوب نوشاہی قدس سرہٗ

یہ شخص نواب میر مرتضیٰ خاں کا بیٹا منصبدار ہفت ہزاری دربار عالمگیری میں تھا جب جاذب حقیقی نے اس کو اپنی محبت کی طرف کھینچا تو اس کے دل میں ارادہ ترک دنیا کا پیدا ہوا۔ مگر خانگی و بادشاہی تعلق یک قلم اس سے چھوٹنے محال تھے۔ اس لیے وہ بخدمت شیخ حاجی محمد نوشاہ کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاجی محمد بیمار تھے اور ایک روز ان کی وفات میں باقی تھا حضرت نے اس کی بیعت قبول کی اور ذکر و شغل کی اجازت دی۔ اس نے عرض کی میرا ارادہ ترکِ دنیا کا ہے، سو وہ مجھ سے عمل میں آنا ممکن نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ مجذوب ہو جاؤں۔ حضرت نے جواب دیا کہ تعلق میں بے تعلق رہنا مردوں کا کام ہے۔ مجذوب ہونا آسان ہے۔ اس نے نہ مانا اور مجذوب ہونے پر اصرار کیا۔ یہاں تک کہ خدا کا واسطہ درمیان لایا۔ ناچار حضرت نے ایک کرتہ جس کو آپ چند روز پہن چکے تھے۔ اس کو دیا اور کہا کہ اس کو پہن لے۔ بمجرد پہننے کے عالم ملکوت اس پر منکشف ہو گیا اور ایسی مستی و بے خودی طبیعت پر ظاہر ہوئی کہ دنیا و اہل دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ دن رات ویران جنگل میں پھرا کرتا۔ آخر ۱۱۳۱ھ ایک ہزار ایک سو اکتیس[2] ہجری میں وفات کی۔

---

[1] شیخ مٹھا مجذوب نوشاہیؒ کا سالِ وفات ۱۱۱۵ھ غلط ہے۔ بلکہ ۱۰۷۶ھ خاندانی روایات کے مطابق صحیح ہے (شریف التواریخ جلد سوم ص۴۳۲ قلمی)

ملاحظہ ہو:

شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۴۳۲-۴۳۵ قلمی

[2] شاہ عبداللہ مجذوب نوشاہیؒ کا سالِ وفات خاندانی ماخذ کے مطابق ۱۰۹۲ھ درست ہے۔ اس لیے مفتی صاحب کا مندرجہ سال وفات ۱۱۳۱ھ غلط ہے (شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۴۷۳ قلمی)

ملاحظہ ہو:

شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۴۴۱-۴۷۳ قلمی

۱۸۳۔ نانو مجذوب[1] نوشاہی قدس سرہٗ

یہ حضرت بزرگ حاجی محمد نوشاہ گنج بخش کا مرید تھا۔ ابتدائے حال میں بے خودی و بیہوشی و استغراق کی حالت اس پر طاری ہوئی۔ یہاں تک کہ کھانے پینے پہننے کی پرواہ اس کو نہ تھی۔ ایک مرتبہ اس نے سنا کہ قیامت کے روز تمام خلقت سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب مرد بے ریش ہوں گے۔ یہ سن کر اس نے موچنا خریدا اور تمام ریش و بروت کے بال اکھاڑ ڈالے اور کہا کہ جو بات قیامت کو ہونے والی ہے وہ ابھی سے ہو جائے تو بہتر ہے۔ بعد وفات پیر روشن ضمیر کے یہ شخص جنگل کو نکل گیا اور آبادی کا رہنا ترک کیا۔ وہاں اس شخص کو قطاع الطریقوں نے سال ایک ہزار ایک سو پینتیس[2] میں شہید کیا۔

۱۸۴۔ حافظ طاہر مجذوب نوشاہی قدس سرہٗ

کتاب تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ یہ شخص بعد حفظ قرآن و تحصیل علوم حصول علم باطن کے لیے حضرت ملا شاہ قادری میاں میر بالا پیر کے خلیفہ کے پاس چند سال حاضر رہا۔ مگر وہاں اس کو کچھ بہرہ نہ ملا اور سخت بے اعتقاد ہو کر اسلام سے بھی برگشتہ ہو گیا۔ رشتۂ زنار گردن میں ڈال لیا اور فقرائے ہنود میں مل کر جابجا گدائی کرنے لگا۔ ایک روز ان کا گذر حضرت نوشاہ کے دولت خانے پر ہوا۔ حضرت نے حکم دیا کہ ہر ایک شخص کو غلہ گندم دے دو۔ چنانچہ سب کو مل گیا۔ مگر حافظ طاہر کو کچھ نہ ملا کہ غلہ ختم ہو چکا تھا۔ یہ غلہ کے نہ ملنے سے محروم و مایوس ہو کر پھرنے لگا تو حضرت نے

---

[1] نانو مجذوب کا اصل نام نانک تھا۔ عوام میں نانوں معروف ہو گئے۔

[2] میاں مفتی صاحب نے سالِ وفات ۱۱۳۵ھ اور خزینۃ الاصفیا، ۲/۲۴۴ میں ۱۱۳۲ھ لکھا ہے۔ یہ دونوں سنین غلط ہیں۔ بلکہ خاندانی ماخذ میں سالِ شہادت ۱۰۹۴ھ مندرج ہے۔ جو ہمارے نزدیک معتبر ہے (شریف التواریخ م جلد سوم ص۵۱۵)۔ شیخ نانو مجذوب کا مدفن موضع کلا بکھے چھپہ ضلع گجرات پاکستان ہے۔

ملاحظہ ہو:

شرافت نوشاہی، شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۵۰۸ - ۵۱۳ قلمی

اس کو آواز دی اور کہا کہ حافظ طاہر ہمارے پاس آ۔ کہ حصہ تیرا ہمارے پاس ہے۔ اپنا نام سن کر یہ متعجب ہوا کہ یہ میرے نام سے کیونکہ واقف ہیں۔ جب پاس آیا تو حضرت نے اپنے خادم کو ارشاد کیا کہ اس کا کرتہ اتار کر اس کے گلے میں جو زنار ہے توڑ دے۔ اس نے توڑ دیا۔ من بعد مجدداً مسلمان ہوا اور ایک نظر فیض اثر سے اس کو واصل بحق کیا۔ اس روز سے حالت جذب و استغراق و بے خودی و بے ہوشی طاری ہوئی۔ یہاں تک کہ سراپا برہنہ جنگل میں پھرا کرتا۔ کسی سے تعلق نہ رکھتا۔ آخر سال ایک ہزار ایک سو چھتیس[1] میں مر گیا۔

۱۰۵۔ معصوم شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

یہ مجذوب صاحب جذب واستغراق و بے ہوشی و بے خودی جامع خوارق و کرامت لاہور کا رہنے والا تھا۔ محلہ سید مٹھہ میں ایک پرانی حویلی کے دروازے پر اس کا قیام تھا۔ آگ ہمیشہ اس کے روبرو روشن رہتی تھی۔ اگرچہ اس گھر کی چوبی دہلیز پر بارہ برس تک اس نے آگ جلائی۔ مگر اس دہلیز کی لکڑی نہ جلی۔ شیخ وہاب الدین جو راقم الحروف کا ایک دوست تھا۔ اپنی آنکھ کا دیکھا ہوا حال اس طرح پر بیان کرتا تھا کہ ایک روز ایک ہندو عورت بیوہ کسی سے کپڑا کشیدہ نکالنے کے واسطے لائی تھی۔ اتفاقاً گذر اس کا معصوم کی قیام گاہ کے آگے سے ہوا۔ معصوم شاہ اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور وہ کپڑا اس سے چھین کر آگ میں ڈال دیا۔ چنانچہ جل گیا۔ چونکہ فقیر مجذوب تھا ناچار عورت روتی ہوئی اپنے گھر کو چلی گئی اور یہ حال مسمی نور محمد مقدم محلہ کے آگے بیان کیا۔ وہ عورت کو ساتھ لے کر معصوم شاہ کے پاس آیا اور کہا کہ یا حضرت یہ عورت بیوہ ہے۔ کشیدہ نکال کر اور اجرت حاصل کر کے اپنا گذارہ کرتی ہے۔ آج یہ بیگانہ کپڑا کشیدہ نکالنے کے لیے اجرت پر لائی

---

[1] حافظ طاہر نوشاہی کا سال وفات بھی ۱۱۳۶ھ غلط ہے۔ جناب سید شرافت نوشاہی کی تحقیق کے مطابق صحیح سال وفات ۱۰۹۷ھ ہونا چاہیے (شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۲۶۵)

ملاحظہ ہو:

(۱) شرافت نوشاہی، شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۲۶۴-۲۶۵)

(۲) محمد حیات نوشاہی؛ تذکرہ نوشاہی قلمی مملوکہ سید شرافت نوشاہی گجرات

تھی۔ آپ نے وہ کپڑا جلا دیا۔ اب یہ عاجز اپنی اجرت سے بھی محروم ہوئی۔ از دست قیمت کپڑے کی کپڑے کے مالک کو دینی پڑیگی۔ یہ نقدی کہاں سے لائے گی۔ آپ نے یہ ظلم اس عاجز پر کس واسطے کیا۔ یہ بات سن کر معصوم شاہ ہنسا اور آگ کی راکھ دور کر کے وہ کپڑا نیچے سے کشیدہ ہوا ہوا نکال کر عورت کے حوالہ کیا اور کہا کہ مائی جو کام تم سے کئی روز میں ہونا تھا۔ وہ ہم نے ایک روز میں کر دیا۔ وفات اس کی سنہ ایک ہزار دو سو اکیس میں واقع ہوئی اور مزار لوہاری دروازے کے باہر ہے۔

۱۰۶۔ مستقیم شاہ لاہوری فیض پوری مجذوب قدس سرہٗ

یہ شخص قوم کا حجام تھا۔ ایک روز ایک زمیندار کی حجامت اس کے چاہ پر جا کر رہا تھا۔ اتفاقاً ایک فقیر روشن ضمیر کا گذر اس طرف ہو گیا اور اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ اے حجام نیک نام میں پیاسا ہوں۔ سرد پانی پلائے تو خدا اسے اجر پائے۔ مستقیم یہ بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور چاہ سے تازہ پانی بھر لایا اور فقیر کو پلایا۔ فقیر نے جب سرد پانی پیا۔ ایک گرم نگاہ سے اس کی طرف دیکھا۔ بمجرد دیکھنے کے مستقیم پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ فی الفور زمین پر گر پڑا۔ تین دن تک بے ہوش رہا۔ پھر جب ہوش میں آیا۔ تارک الدنیا ہو کر موضع فیض پور میں قیام کیا اور باقی کی عمر مستی و مجذوبی میں گذاری۔ خوارق و کرامت اکثر اس سے ظاہر ہوئیں۔ ایک ہزار دو سو چالیس میں اس کی وفات ہوئی اور قبر موضع فیض پور میں ہے۔

۱۰۷۔ فقیر تاجے شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

یہ شخص ایک فقیر مست و مجذوب تھا۔ کبھی شہر میں اور کبھی جنگل میں پھرا کرتا۔ مستانہ باتیں اکثر اس کی زبان سے نکلتی۔ کبھی حاضرین کے روبرو ان کے دل کی باتیں بھی بیان کر دیتا۔ لاہور کے لوگ اکثر اس کے معتقد تھے۔ سکھوں کی سلطنت کی خرابی کا حال پہلے ہی اس نے بیان کر دیا تھا۔ یعنی جس روز راجہ رنجیت سنگھ مرا تھا۔ اسی روز کہہ دیا تھا کہ نو برس اور یہ سلطنت رہے گی پھر پنجاب کے مالک فرنگی ہو جائیں گے اور یہ بھی بہت تذکرے مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نورا قوم نجار جس کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ ان کے پاس آ کر مستدعی دعا کا ہوا۔ فرمایا کہ اب کے تیرے

گھر عمر دراز بیٹا ہوگا۔ اس کا نام بوڑا رکھنا۔ چنانچہ وہ لڑکا پیدا ہوا اور اب تیس برس کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بحالت بیماری و آخری وقت کے ان کو بلایا اور اپنی صحت کے لیے عرض کی۔ جواب دیا کہ مزا سب کے واسطے ہے۔ جس طرح تیرا اور میرا باپ مر گیا ہے۔ تو بھی مرنے والا ہے۔ چندن کی لکڑی تیرے جلانے کے لیے لانی چاہیے۔ یہ سن کر وہ ناامید ہوا۔ جب باجے شاہ قلعے سے نکلا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جان دے دی۔ آخر سال ایک ہزار دوسو اکسٹھ ہجری میں فوت ہوا۔ قبر لاہور میں باہر موچی دروازے کے ہے۔

۱۰۸۔ نظام شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہٗ

یہ مجذوب صاحب جذب شوق و ذوق و سکر لاہور کا رہنے والا تھا۔ شہر اور جنگل میں پھرا کرتا تھا۔ شراب کے نشہ میں ہر وقت مستغرق رہتا۔ لوگ اس کے بہت معتقد تھے۔ جو روپیہ لوگ دیتے حاضرین وقت کو تقسیم کر دیتا۔ اس کے خوارق بہت مشہور ہیں۔ چنانچہ جس روز راجہ ہیرا سنگھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر قتل ہوا تھا۔ علی الصباح مسجد محلہ سادھواں میں آیا اور امام مسجد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آج عید اضحیٰ کا روز ہے۔ پرانے بوریے لپیٹ کر نئے بوریے بچھا دو۔ لوگ اس بات سے متعجب ہوتے رہے جب پہر دن چڑھا۔ راجہ ہیرا سنگھ بہ بہانہ شکار بھاگ نکلا۔ سکھوں نے اس کا تعاقب کر کے اس کو مار ڈالا اور جواہر سنگھ کو وزیر بنایا۔ اپنی مرگ سے چند سال پہلے اس نے اپنے رہنے کے لیے ایک مکان قبرستان میانی میں بنایا۔ وہاں ایک کاٹھ چوبی جس میں حکام مجرموں کے پاؤں ڈال کر قفل لگا دیتے تھے۔ تیار رکھا تھا۔ جس پر غصہ ہوتا۔ اس کو پکڑ کر اس میں قید کر دیتا جب ایک دو ساعت گذرتی پھر چھوڑ دیتا۔ ایک روز ایک شخص قوم جوگی مسلمان پر غضب ناک ہوا جس نے اس کے پانی پینے کا گلی کوزہ توڑ ڈالا تھا اور حسب العادت اس کو بھی کاٹھ میں مقید کیا اور ایک گھڑی کے بعد خود ہی چھوڑ دیا۔ اس شخص نے ناراض ہو کر استغاثہ اس بات کا بحضور میجر میگر یگر صاحب حاکم ضلع لاہور پیش کیا۔ وہاں سے خدا بخش کوتوال کے نام حکم جاری ہوا کہ مدعا علیہ کو مع کاٹھ کے حاضر کرے۔ چونکہ اس روز شنبہ کا دن تھا۔ دوسرے روز یک شنبہ کی تعطیل ہوگئی۔ چونکہ خدا بخش کوتوال بھی اس کا معتقد تھا۔ دوسرے روز خود اس کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کی طلبی صاحب

ضلع کی کچہری میں ہے۔ کل آپ کو وہاں گرفتار ہو کر جانا ہوگا اور میں نوکر و محکوم سرکار ہوں۔ حکم کی تعمیل میں معذور ہوں۔ یہ بات سن کر نظام شاہ ہنسا اور کہا کہ ہمیں کل اپنے حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ہے۔ ہم کو فرنگی کی کچہری میں کون لے جاسکتا ہے۔ پس اس رات قوالوں کو بلا کر تمام رات سماع میں مشغول رہا۔ علی الصباح قوالوں کو رخصت کیا اور خود بستر استراحت کی اور جان بحق تسلیم کی۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی۔ ہزاروں لوگ جنازہ پر حاضر ہوئے اور بڑی عزت سے دفن کیا۔ وفات نظام شاہ کی سال ایک ہزار دو سو اناسی میں واقع ہوئی اور قبر گورستان میانی میں ہے۔

۱۸۹۔ مستان شاہ لاہوری مجذوب قدس سرہٗ

مجذوبان باکمال و سرمستان اہل حال سے تھا۔ دنیا سے کمال بے زار تھا۔ کسی کے ساتھ اس کی گفت گو تک نہ تھی۔ خور و نوش و لباس سے کمال استغنا تھا۔ گرما و سرما میں برہنہ بدن پھرا کرتا کسی سے ہم کلام نہ ہوتا۔ البتہ اپنے منہ سے کچھ کہتا رہتا۔ لوگ ہزاروں قسم کے کھانے اور لباس و زر نقد اس کے روبرو لا کر رکھتے۔ وہ نظر توجہ سے ان کی طرف نہ دیکھتا۔ کوئی رکھ جاتا اور کوئی اٹھا کر لے جاتا۔ کبھی کسی کو خود اٹھا کر دے دیتا۔ کمہاروں اور جولاہوں کے کارخانوں میں جب کبھی گذر ہوتا انہیں کا کام نہایت خوبی کے ساتھ کرنے لگ جاتا۔ جب بھوک غالب ہوتی تو درختوں کی پتی کھا کر پیٹ بھر لیتا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ والئ پنجاب کو کمال اعتقاد اس کی نسبت تھا۔ ہزاروں روپیہ وہ دیتا۔ مگر یہ نہ لیتا۔ ایک مرتبہ رنجیت سنگھ اپنے ہاتھی پر بٹھلا کر قلعے کو لیے جاتا تھا۔ یہ ہاتھی کے اوپر سے کود پڑا۔ ہزاروں خوارق و کرامت اس سے سرزد ہوئیں۔ جن کا تذکرہ مخلوق کی زبان پر ہے۔ جب کوئی اہل حاجت اس کے روبرو جاتا۔ گفت گو گفتگو میں یہ اس کے مافی الضمیر کا حال کہہ دیتا۔ آخر سال ایک ہزار دو سو تہتر ہجری میں فوت ہوا۔ قبر لاہور میں ہے۔

۱۹۰۔ بہلے شاہ مجذوب لاہوری قدس سرہٗ

یہ شخص سرمست صاحب جذب و استغراق تھا۔ سر پر بہت بھاری پگڑی رکھتا اور زبان سے بہت بولتا۔ اس کا کلام اکثر سمجھا نہیں جاتا تھا۔ جب کوئی اس کے روبرو جاتا۔ اس کی طرف متوجہ

نہ ہوتا بعض اوقات لوگوں کے دل کا حال برملا بیان کر دیتا۔ لاہور کے گلی و بازاروں میں اکثر اس کی گردش تھی۔ کوئی قیام گاہ اس کا نہ تھا۔ اسی حالت سے اس کی عمر گذر گئی۔ آخر سنہ ایک ہزار دو سو پینسٹھ میں مر گیا۔

ساتواں چمن

عورات صالحات کے ذکر میں جو پنجاب میں گذر چکی ہیں

۱۹۱۔ بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی شہباز

خاندان اہل بیت سے یہ بیبیاں عقیل بن علی کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ واقعہ کربلا کے وقت یہ شام میں تھیں۔ امام حسین علیہ السلام کی آمد سن کر یہ کربلا میں آئیں۔ مگر ان کے آنے سے پہلے خاتمہ ہو چکا تھا اس واسطے یہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بخوف خاندان بنی امیہ کے ہند کو روانہ ہوئیں اور لاہور کے باہر آکر قیام کیا۔ بہت سے لوگ ان کے قدم کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ خبر جب مسمی لساؤ راجہ لاہور کو پہنچی۔ اس نے اکثر اپنے دربار کے امیران کی خدمت میں بھیجے اور کہلا بھیجا کہ یہاں سے چلی جائیں، مگر جو شخص جاتا۔ وہاں ہی مشرف باسلام ہو کر رہ جاتا۔ آخر راجہ کا بیٹا گیا۔ اس نے بھی اسلام کا خلعت پہن لیا۔ راجہ نے جب یہ حال سنا۔ کمال غضب ناک ہوا اور لشکر کے ساتھ ان کے قتل پر آمادہ ہو کر چلا۔ جب نزدیک پہنچا تو بیبیوں نے خدا کی جناب میں عرض کی کہ ہم کو نامحرموں کی نظر سے بچا لے اور پیوند زمین کر لے۔ چنانچہ سب بیبیاں معہ خدام کے پیوند زمین ہو گئیں۔ صرف

اور ضعیفوں کی کئی قبروں کے نشان کے لیے باہر رہ گئی۔ راجہ کا بیٹا جس کا نام بعد مسلمان ہونے کے جمال رکھا گیا، سلامت رہا۔ راجہ اس کو ساتھ لے گیا اور چاہا کہ وہ اپنے قدیم دین کی طرف عود کرے، مگر اس نے نہ مانا اور حضرات کی مزار پر مجاور ہو بیٹھا۔ یہ عام روایت لوگوں کی زبانی سنی[1] ہے اور کتاب تحفۃ الواصلین[2] میں بھی یہی مضمون لکھا دیکھا ہے۔ مگر قیاس نہیں چاہتا کہ واقعہ کربلا کے وقت یہ عرب سے ہند میں آئی ہوں، مگر ان حضرات کی بزرگی و پُر فیض ہونے میں شک نہیں کہ مکان نہایت متبرک ہے اور کتاب تذکرہ حمیدیہ میں جو مضمون مؤلف کی نظر سے گذرا ہے۔ اس کا لکھنا بھی لطف سے خالی نہیں۔ اگرچہ کتاب خزینۃ الاصفیا مؤلفہ بندہ میں درج نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ سید احمد تختہ ترمذی جو لاہور کے بزرگوں میں سے قطب یگانہ و غوثِ زمانہ تھے۔ ان کے پانچ لڑکیاں بی بی حاج و بی بی تاج و بی بی نور و بی بی حور و بی بی گوہر و بی بی شہباز تھیں اور پانچوں عابدہ و زاہدہ و صاحب عبادت و ریاضت تھیں۔ جب چنگیز خاں مغل سے شہزادہ جلال الدین خوارزمی نے شکست کھائی اور ہند میں بھاگ آیا تو چنگیز خاں کی فوج اس کے تعاقب میں پنجاب میں داخل ہوئی۔ تمام ملک پنجاب انہوں نے غارت کر لیا۔ شہر لاہور کے لوگ دو مہینے تک ان کے ساتھ لڑتے رہے۔ جب شہر فتح ہوا تو افسر فوج نے حکم دیا کہ شہر کے لوگ سب کے سب قتل ہوں۔ بلکہ کوئی ذی جان حیوان بھی جانبر نہ ہو۔ چنانچہ ہزاروں انسان و حیوان قتل ہوئے۔ اس وقت یہ پانچوں بیبیاں شہر کے باہر اپنے صومعہ میں جہاں ان کا باپ رہتا تھا، موجود تھیں۔ جب مخالفین نے ان کو قتل و غارت کرنا چاہا تو انہوں نے دعا کی کہ الٰہی ہم کو پیوندِ زمین کر لے اور نامحرم مردوں کی صورت نہ دکھلا، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور زمین نے ان کو اپنے آپ میں چھپا لیا۔ جب مخالفین دیوار توڑ کر مکان میں گھسے۔ کوئی ذی جان موجود نہ پایا۔ البتہ زنانے کپڑوں کے کنارے زمین کے باہر نظر آئے۔ چند آدمی یہ کرامت دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور انہوں نے مجاوری اس مزار کو ھر بار کی اختیار کر لی۔ یہ تقریر جو مشہور نہیں ہے، شاید کوئی اس پر یقین نہ کرے گا۔ مگر عجب نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو اور

[1] واقعی یہ قیاسی اور زبانی روایت ہے۔ جس کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[2] تحفۃ الواصلین کی حیثیت پر ہم شیخ اسمٰعیل محدث لاہوریؒ کے تحت مفصل بحث کر چکے ہیں۔

واقعہ غارت و قتل لاہور کا چھ سو چودہ ہجری[1] میں واقع ہوا تھا اور سید احمد تختہ کی وفات سنہ چھ سو دو میں ہوئی تھی[2]۔

۱۹۲- بی بی سارہ قدس سرہا

یہ بی بی شیخ نظام الدین ابو المؤید دہلوی کی والدہ تھی۔ نہایت بزرگ حافظہ و عابدہ و زاہدہ و صائمہ دن اور رات اس کو سوائے عبادت و ریاضت کے کوئی کام نہ تھا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں امساکِ بارش ہو گیا۔ جب مخلوق نہایت تنگ ہوئی تو شہر کے اکابر مل کر شیخ نظام الدین ابو المؤید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ شیخ نزولِ بارانِ رحمت کے لیے دعا کریں۔ ان کی التجا شیخ نے قبول کی اور ممبر پر چڑھ کر ایک پرانا زنانہ کپڑا بغل سے نکالا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الہٰی میری والدہ کے پہننے کی یہ اوڑھنی ہے۔ جس کی تمام عمر میں نامحرموں کی نظر سے اس کو تو نے محفوظ رکھا ہے۔ پس اگر وہ عفیفہ پاک دامنہ و محفوظہ تھی تو اس کی پاک دامنی کے طفیل سے اپنی مخلوق کی دعا قبول کر اور بارانِ رحمت برسا۔ بمجرد اس دعا کے ابر آسمان پر نمودار ہوا اور

---

[1] ۶۱۴ھ غلط ہے۔ بلکہ یہ واقعہ ۶۳۹ھ/۱۲۴۱ء میں ہوا (نامی : رسالہ بی بی پاکدامناں ص۳)

[2] بی بیاں پاکدامن کے بارے میں بیاں کے مجاوروں نے جو لایعنی روایات مشہور کر رکھی تھیں۔ مولوی نور احمد چشتی مفتی غلام سرور لاہوری اور کنہیا لال کی بے اعتدالی اور سماعی روایات کے قلم بند کرنے کی وجہ سے عرصہ دراز سے حقیقت بن چکی تھیں۔ پھر خود مفتی صاحب کو ۱۲۹۲ھ میں جب تذکرہ حمیدیہ دستیاب ہوا تو ان روایات کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ پہلی مرتبہ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم نے تاریخ جلیلہ اور رسالہ بی بیاں پاک دامن لکھ کر انہیں حضرت سید احمد توختہ ترمذی (ف ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء) کی اولاد ثابت کیا اور ہمارے نزدیک بھی یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہو :

(۱) شہامت اللہ : تذکرہ حمیدیہ مرتبہ نامی
(۲) نامی : (رسالہ) بی بیاں پاک دامن لاہور ۱۹۴۲ء
(۳) ایضاً : تاریخ جلیلہ
(۴) ہاشمی فرید آبادی : مآثر لاہور جزو دوم ص۹
(۵) کلیم محمد دین : رسالہ بی بیاں پاک دامن لاہور

بارش شروع ہوئی اور تمام زمانہ سیراب ہوگیا۔ وفات اس پاک دامنہ کی سنہ چھ سو اڑتیس[1] ہجری میں ہوئی اور مزار پُرانوار دہلی میں متصل مقبرہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہے۔

۱۹۳۔ بی بی فاطمہ سام دہلوی قدس سرہا

یہ عورات صالحات وقانتات وعارفات شہر دہلی سے تھے۔ سلطان المشائخ اکثر اوقات اِس بی بی کے مزار پہ جاکر مشغول بمراقبہ رہتے تھے اور حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے تھے کہ بی بی فاطمہ سام بظاہر عورت اور باطن میں مرد ہے اور شیخ نجیب الدین متوکل شیخ فریدالدین کے بھائی کو یہ بی بی اپنا بھائی کہتی تھی۔ کتاب اخبارالاخیار میں بھی تعریف اس بی بی کی بہت لکھی ہے۔ یہ بی بی صاحبِ علم وفضل و شاعرہ بھی تھی۔ چنانچہ یہ شعر اس بی بی کی تصانیف میں سے ہے۔ شعر

هم عشق طلب کنی وهم جان خواهی   هردو طلبی و لے میسر نشود

وفات اس بی بی کی سنہ چھ سو تینتالیس میں ہوئی اور مزار دہلی میں[2] ہے۔

۱۹۴۔ بی بی قرسم خاتون والدہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہا

یہ بی بی عارفہ زمان ومستجاب الدعوات تھی۔ جو کچھ زبان مبارک سے فرما دیتی، وہی وقوع میں آجاتا۔ صاحب سیرالاولیا، و اخبارالاخیار و معارج الولایت لکھتے ہیں کہ جب خواجہ فریدالدین گنج شکر ہانسی سے بمقام اجودھن قیام پذیر ہوئے تو شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنے بھائی کے لانے کے واسطے ہانسی کو روانہ کیا۔ چنانچہ شیخ نجیب الدین ہانسی کو پہنچے اور والدہ کو ہمراہ لے کر اجودھن کو روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بیابان بے آب میں پہنچے۔ بی بی کو تشنگی معلوم ہوئی اور نجیب الدین

---

[1] اخبارالاخیار (۲۷۶) میں بی بی سارہ کا سال وفات مرقوم نہیں ہے۔

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"جائی کہ مردم آں را ابنهائی بی بی شام گویند و بعضی عوام الناس بی بی صائمہ گویند، هردو لفظ غلط است نام ایشان بی بی فاطمہ سام است" (اخبار ۲۷۷)

ملاحظہ ہو: عبدالحق شیخ، اخبارالاخیار ۲۷۷

کو حکم دیا کہ پانی لائے۔ نجیب الدین پانی کی تلاش کو گئے اور والدہ کو ایک درخت کے سائے میں بٹھا گئے
جب بعد دو ساعت کے پانی لے کر آئے تو اس درخت کے نیچے والدہ کو موجود نہ پایا۔ تمام جنگل
میں تلاش کی، مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ آخر مایوس ہو کر اجودھن کا راستہ لیا اور شیخ فرید الدین کی خدمت
میں تمام سرگذشت بیان کی۔ حضرت نے حکم دیا کہ کھانا بہت سا پکوا کر درویشوں کو کھلاؤ اور بی بی صاحبہ
کے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ دو سال کے بعد جب پھر اتفاقاً گذر شیخ نجیب الدین کا اسی جنگل
میں ہوا تو دوبارہ تلاش میں مصروف ہوئے کہ شاید کہیں سے اُس معصومہ کے استخوان مل جائیں اور
کچھ عجب نہیں ہے کہ اس کو کسی جنگلی درندہ نے ہلاک کر ڈالا ہو۔ آخر بعد تلاش ایک مقام سے چند
استخوان مشابہ باستخوان انسان ان کو ملے۔ احتیاطاً انہوں نے وہ استخوان ایک کیسہ میں ڈال لیے اور
کیسہ کا منہ مضبوط باندھ لیا۔ جب خواجہ فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تمام حال ظاہر کیا اور کیسہ پیش
کیا۔ حضرت نے جب کیسہ کھول کر دیکھا تو خالی پایا۔ کوئی ہڈی اس میں موجود نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی
اسرارِ الٰہی میں سے تھا۔ واقعہ گم شدگی اس عفیفہ کا سنہ چھ سو سینتالیس ہجری[1] میں واقع ہوا۔

۱۹۵۔ بی بی زلیخا قدس سرہا

یہ بی بی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین بدایونی دہلوی چشتی کی والدہ نہایت
بزرگ و صالحہ صاحب عفت و عصمت عابدہ و زاہدہ تھی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے، کہ
جب میری والدہ کو کوئی مہم دینی و دنیاوی پیش آتی۔ خداوند تعالیٰ اس کو خواب میں اس کے
انجام سے آگاہ فرما دیتا تھا اور ہر حاجت جو مجھ کو پیش آتی۔ والدہ کی قبر پر جا کر میں خدا کی جناب میں
دعا کرتا۔ وہ دعا کبھی مسترد نہ ہوتی۔ چنانچہ سلطان قطب الدین مبارک خلجی نے جب میرے برخلاف
ہو کر مجھ کو اس بات پر مجبور کیا کہ میں ہر چاند رات اس کے پاس ماہ نو مبارک کہنے کے لیے جایا کروں
تو میں والدہ کی قبر پر گیا اور رفع مضرت سلطان کے لیے دعا کی۔ آئندہ چاند رات کو وہ خسرو شاہ
اپنے مصاحب کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وفات اس بی بی کی سال چھ سو اڑتالیس میں واقع ہوئی اور

---

[1] ملاحظہ ہو:

عبدالحق شیخ، اخبار الاخیار، ۲۷۷-۲۷۸

مزار متصل مقبرہ شیخ نجیب الدین متوکل کے ہے۔[1]

۱۹۶- بی بی اولیاء قدس سرہا

یہ بی بی پاکدامن دہلی میں رہتی تھی۔ کمال بزرگ و صاحب عبادت تھی۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ بی بی عبادت کے چلہ میں بیٹھتی، چالیس عدد لونگ اور ایک لوٹا پانی کا ہمراہ لے جاتی اور حجرہ میں بیٹھ کر دروازہ معمور کرا دیتے۔ بعد چالیس روز کے جب نکلتی ہنوز ان چالیس لونگ سے چند لونگ باقی ہوتے۔ سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی اس کا کمال معتقد تھا۔ وفات اس کی چھ سو چھپن ہجری میں واقع ہوئی۔[2]

۱۹۷- بی بی راستی قدس سرہا

یہ بی بی زوجہ شیخ صدر الدین عارف بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور والدہ شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی کی تھی۔ عابدہ و زاہدہ و حافظہ و متقیہ کہ ہر روز ایک مرتبہ قرآن ختم کرتی اور نسبت ارادت اپنے خسر بہاء الدین زکریا کے ساتھ رکھتی تھی۔ بہت سی عورات کو فیض نسبت سہروردیہ اس کی ذات بابرکات سے پہنچا۔ وفات اس کی سنہ چھ سو پچانوے ہجری میں واقع ہوئی۔[3]

۱۹۸- عارفہ کاملہ بی بی للہ کشمیری قدس سرہا

یہ بی بی صاحب جذب و استغراق و عشق و محبت و زہد و ریاضت خاص شہر سری نگر

---

[1] ملاحظہ ہو :

اخبار الاخیار ۲۷۸ - ۲۷۹

[2] بی بی اولیا کی اولاد اخبار الاخیار کی تدوین ۹۹۹ھ تک دہلی میں مقیم تھی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں :

شیخ احمد مروی بود از اولاد او مردی کہنہ و کارکردہ و بسیاری از مشائخ را دریافتہ بود (اخبار ۲۷۹)

[3] ملاحظہ ہو :

(۱) جمالی : سیر العارفین (۲) نور احمد فریدی : تذکرہ حضرت صدر الدین عارف ۲۶ - ۳۴

کشمیر کی رہنے والی تھی۔ والدین اس کے علاقہ راجہ نرنجن دیو والی کشمیر کے ساتھ رکھتے تھے۔
جب راجہ بتوجہ موجبہ شیخ مویدالدین بلبل شاہ مسلمان ہوگیا تو وہ بھی مسلمان ہو کر شیخ بلبل شاہ کی مرید
ہوئی۔ شیخ اس کو اپنی لڑکی کہتے تھے۔ جب بالغ ہوئی۔ توجہ اس کی دنیا کی طرف کم تھی۔ آخر ایک
شخص کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ بسبب عدم توجہ کرنے بامورات خانہ داری و اشتغال
بعبادت و ریاضت اس کو ہرگز نہ چاہتا تھا۔ ایک روز یہ پانی کا گھڑا بھر کر لیے آتی تھی اور گھڑا
سر پہ اٹھائے ہوئے تھی۔ شوہر اس کا پیچھے سے آیا اور چوب دستی اس کو ماری۔ وہ گھڑے کو لگی اور
گھڑا ٹوٹ گیا۔ خدا کی قدرت سے گھڑے کے ٹکڑے تو زمین پر گر پڑے اور پانی برف کی
صورت جم کر اس کے سر پر موجود رہا۔ اسی طرح یہ گھر میں آئی اور وہ پانی اس نے اور برتن میں
ڈال لیا اور باقی ماندہ زمین پر پھینک دیا۔ وہاں سے نیا چشمہ جاری ہوگیا۔ یہ حالت دیکھ کر خاوند
نے آزاد کر دیا اور تمام کشمیر کے لوگ اس کی بزرگی کے معتقد ہوئے۔ چنانچہ بخاطر جمع عبادت و
ریاضت میں مصروف ہوئی۔ تمام رات اور دن ویرانہ جنگل میں پھرا کرتی اور ایسی مجذوب ہوئی
کہ عورت تک بھی اس کو پروا نہ تھی۔ ایک روز یہ برہنہ تن بازار میں چلی جاتی تھی۔ دور سے دیکھا
کہ شیخ بلبل شاہ چلے آتے ہیں۔ بولی کہ مرد آگیا اور دوڑ کر ایک تنور میں کہ آگ اس میں روشن تھی
جا چھپی۔ لوگوں نے شور مچایا کہ لل دوی تنور میں پڑ کر جل گئی۔ اتنے میں بلبل شاہ وہاں آ پہنچے اور
پکار کر کہا کہ لل دوی یہ کیسا شور تو نے مچا رکھا ہے۔ باہر نکل۔ بمجرد سننے اس بات کے پوشاک
پہنے ہوئے تنور سے باہر نکل آئی۔ اس کے خوارق و کرامت کے تذکرے اور بھی بہت ہیں۔ جن
کے اندراج سے خوف طوالت ہے۔ واقعہ اس کی وفات کا اس طرح پر درج تواریخ اعظمی ہے کہ
جب آخری وقت اس کا قریب آیا۔ حاضرین کو ارشاد کیا کہ سب کے سب چلے جائیں اور
اس کو تنہا چھوڑ جائیں۔ چنانچہ سب لوگ وہاں سے دور جا ٹھہرے۔ جب تنہا رہ گئی تو جسم عنصری
اس کا مانند روح آسمان کو پرواز کر گیا اور طرفۃ العین میں لوگوں کی نظر سے غائب ہوگیا اور یہ
واقعہ سات سو چھتیس میں وقوع پیش آیا۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو:

محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی ص ۳۲

۱۹۹- بی بی فاطمہ سیّدہ المشہور بی بی بڑی قدس سرہا

یہ بی بی حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری کی زوجہ اور حضرت سید عبدالقادر ثالث بن سید عبدالوہاب بن سید محمد بالا پیر گیلانی کی لڑکی تھی۔ نہایت بزرگ عابدہ وزاہدہ ومتقیہ وذاکرہ خوارق وکرامت اکثر بے اختیار ان سے سرزد ہوتیں۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ بی بی صاحبہ نے عصر کی نماز کے واسطے وضو کیا۔ اتفاقاً ازلئے مبارک بغل سے نکل کر کیچڑ میں جا پڑی اور پلید ہوگئی۔ بی بی نے اس کو اسی وقت دھویا اور چاہا کہ دھوپ میں ڈال کر اس کو سکھائیں چونکہ دھوپ اس وقت بیر کے درخت کے اوپر کی شاخوں پر تھی جو ان کے گھر کے صحن میں تھا۔ بسبب پردہ داری کے بی بی اوپر نہ چڑھ سکیں اور درخت کو ارشاد کیا کہ پست ہو جا۔ درخت فی الفور پست ہوگیا اور بی بی نے اس پہ چادر ڈالی تو پھر اونچا ہوگیا۔ اس وقت میراں محمد شاہ خانقاہ کے صحن میں تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ بی بی کی چادر درخت کے اوپر سوکھ رہی ہے۔ بی بی خود اس پر چڑھی ہوگی۔ اس بات سے غضب ناک ہوکر گھر میں گئے اور حال دریافت کیا۔ بی بی نے تمام حال راست راست کہہ دیا۔ فرمایا کہ جس طرح پر چادر تُو نے درخت پر ڈالی ہے اسی طرح میرے سامنے اتارے تو مجھ کو یقین آتا ہے۔ بی بی پھر درخت کے روبرو گئی اور پست ہونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ درخت فی الفور پست ہوگیا اور بی بی نے چادر اتار لی۔ یہ حال دیکھ کر میراں محمد شاہ نے پوچھا کہ یہ نعمت تجھ کو کہاں سے ملی، کہا کہ یہ دولت موروثی آبائی میری ہے۔ وفات بی بی کی ایک ہزار سولہ ہجری میں واقع ہوئی اور مزار بیرون مزار میراں محمد شاہ کے ہے۔

۲۰۰- بی بی جمال خاتون قدس سرہا

یہ بی بی کمال بزرگ کبار عارفات سے تھی اور ترک وتجرید میں رابعہ وقت نسبت عالیہ سلسلہ قادریہ اس کو اپنے برادرِ حقیقی میاں میر بالا پیرؒ لاہوری اور والدہ ماجدہ سے حاصل تھی۔ تمام دن اور رات سوائے عبادت کے اس کو کچھ کام نہ تھا۔ کتاب سکینۃ الاولیاؔ وسفینۃ الاولیاؔ میں حضرت دارا شکوہ نے اس بی بی کا مفصل حال لکھا ہے اور درج کیا ہے کہ حضرت کے

گھر میں قریب دو من کے غلہ گندم تھا۔ ایک دن بی بی نے اس میں ہاتھ ڈالا تو یہ برکت ہوئی کہ ایک سال تک برابر روزمرہ غلہ اس سے خرچ فقیر و غربا و درویشاں خانقاہ وغیرہ وابستگان کی خوراک کے لیے نکلتا رہا۔ گویا کہ وہ دو من غلہ کئی سو من بن گیا۔ آخر یہ خبر میاں میر بالا پیر کو ہوئی تو فرمایا کہ اظہار کرامت منع ہے اور خدا روزی دہندہ ہے۔ کیا ضرور ہے کہ اس طرح پر غلہ حاصل کیا جائے۔ وفات بی بی کی سال ایک ہزار ہجری[1] میں ہوئی اور مدفن شریف شہر لاہور میں خانقاہ کے اندر واقع ہے۔

۲۰۱۔ مائی بھاگی لاہوری قدس سرہا

یہ عورت مجذوبہ دستانہ لاہور میں رہتی تھی۔ پہلے یہ شراب فروشی کا کام کرتی چونکہ حسینہ و جمیلہ و شکیلہ تھی۔ بہت سے عیاش اس شمع پر پروانہ تھے۔ اس نے اس پیشے سے بہت سا روپیہ جمع کیا تھا۔ آخر ایک روز ایک مرد خدا ذوالفقار نام آ پہنچا اور اس سے پیالہ شراب کا طلب کیا۔ اس نے بھر دیا۔ اس نے ایک گھونٹ خود پیا اور باقی اس کو دے کر کہا کہ پی لے۔ بمجرد پینے کے یہ مجذوبہ ہو گئی اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ تمام زیور اتار کر پھینک دیا۔ گھر کا اسباب تمام لٹوا دیا اور ایک پرانی گودڑی لے کر اکبری دروازے کے پاس ایک میدان میں قیام پذیر ہوئی۔ بحالت جذب و استغراق میں جو زبان سے کہتی۔ وقوع میں آتا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کا کمال معتقد تھا۔ اگرچہ یہ اس کو گالیاں دیتی، مگر وہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتا اور گنگا رام پنڈت دہلوی بھی اس کے پاس ہر روز آتا۔ ایک روز اس کی زبان سے نکلا کہ جا دربار میں دیوانی کا کام کر، میرے پیچھے کیوں پڑا ہے۔ پس اسی روز اس کو دیوانی کا کام مل گیا۔ آخر عمر میں اس کو عمارت کا بہت شوق تھا اور چند عمارتیں بنوائیں۔ آخر سال ایک ہزار دو سو چونسٹھ میں مر گئی۔

---

[1] مفتی صاحب کا مندرج سال وفات ۱۰۰۰ھ درست نہیں ہے بلکہ دارا شکوہ نے ۱۰۵۷ھ تحریر کیا ہے۔ لکھتا ہے:

"سن شریف بی بی جمال خاتون از شصت متجاوز است و در سیوستان موطن خود اقامت دارند و ہرگز از آں جا بجائے دیگر نرفتہ اند ...... وفات ایشاں در روز سہ شنبہ بیست و ہفتم ماہ ربیع الاول سال ہزار و پنجاہ و ہفت واقع شدہ است (سکینۃ الاولیاء ۱۳۱)"

زیارات عالیات موجودہ شہر لاہور

اگرچہ ذکر لکھنا اور حال لکھنا ان زیارات کا متعلق مقابر اور ذکر خیر بزرگان دین و مشائخ اہل یقین نہیں، مگر صرف اس لحاظ سے کہ ان زیارات کے حال سے اب تک تھوڑے آدمی واقف تھے اور ان سندی اور سچی زیارات کا ذکر کسی کو معلوم نہ تھا اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ یہ تشریح بھی اس کتاب میں درج کی جاوے اور اس فیض خاص کو عام کیا جائے اور واضح رہے کہ یہ زیارات عالیات خاص لاہور میں دو مقام پر رکھی ہیں۔ ایک تو قلعہ لاہور کے اندر بحفاظت سرکاری، دوسرے خاندان فقیر عزیز الدین و نور الدین مرحوم و مغفور کے قبضہ میں رکھی ہیں۔ اصل حال ان زیارات کا بادشاہی اسناد کے بموجب ایسا ثابت ہوتا ہے کہ جب امیر تیمور گورگان صاحب قران نے لبال سنہ آٹھ سو تین ہجری میں عرب کے ملک پر یورش کی اور شہر دمشق کو محاصرہ میں لیا تو اس شہر کے علماء و فضلا و سادات کرام بہت سے تحائف و تبرکات لے کر امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان حاصل کی کچھ تو تبرکات اس وقت امیر تیمور کو ملے اور باقی ماندہ زیارات و آثار عالیات لے کر وکیل سلطان قسطنطنیہ کا سنہ آٹھ سو پانچ میں بحضور امیر حاضر ہوا اور یہ تمام زیارات تیموری خاندان میں آگئیں۔ آخر جب بابر شاہ دہلی آیا تو وہ ان زیارات کو ساتھ لایا۔ اس روز سے یہ برابر دہلی میں رہیں اور شاہان چغتائی پشت بہ پشت ان پر قابض چلے آئے تا احمد شاہ محمد شاہ کے بیٹے کے وقت جب دہلی کی سلطنت کمزور ہو گئی اور احمد شاہ دُرّانی نے کابل سے آکر دہلی پر فتح پائی۔ تو وہ مغلانی بیگم احمد شاہ کی بہن اور محمد شاہ کے بیٹے کی شادی اپنی بیٹی تیمور کے ساتھ کر کے مغلانی کو کابل لے گیا۔ کابل میں جا کر مغلانی بیگم بیمار ہو گئی اور اس کی والدہ ملکہ زمانی محمد شاہ بادشاہ کی عورت اپنی بیٹی کی تیمارداری کے واسطے کابل کی سمت کو دہلی سے روانہ ہوئی۔ اس وقت ملکہ کے ساتھ بہت مال نقد و زیور و اسباب تھا اور یہ کل زیارات بھی اسی نے روانگی کے وقت اپنے ساتھ لے لیں تھیں، کیونکہ اس کا ارادہ تھا کہ پھر دہلی کی طرف نہ آئے اور جب تک زندہ

رہے اپنی بیٹی مغلانی بیگم کے پاس رہے۔ جب کہ ملکہ زمانی بصد حیرت و پشیمانی قلعہ سیالکوٹ کے متصل پہنچی تو سکھان کفن وزد نے کل مال واموال ملکہ کا غارت کر لیا اور ان زیارات کو ناکارہ مال تصور کر کے چھوڑ گئے۔ بعد اس حیرانی کے ملکہ زمانی راجہ رنجیت دلیو والی جموں کے پاس گئی اور چاہا کہ وہاں پھر سامان درست کر کے کابل کو روانہ ہو۔ اثنتہ میں وہاں ملکہ کو بیٹی کے مر جانے اور نعش ہند کی طرف روانہ ہونے کی خبر پہنچی اور وہ چندے جموں میں ٹھہری رہی۔ جب نعش مغلانی بیگم کی معہ اس کے کل مال واموال کے بحجبر کے سیالکوٹ میں آئی تو گوجر سنگھ وغیرہ سکھوں نے مل کر وہ مردہ کا مال بھی لوٹ لیا اور مردے کے پاس سوائے کفن کے باقی نہ چھوڑا۔ جب نعش جموں میں گئی تو ملکہ زمانی بسبب کم خرچی و بے سامانی کے سخت حیرانی میں تھی اور راجہ رنجیت دلیو نے بھی ہر چند چاہا کہ ملکہ راستے کا خرچ مجھ سے لیں، مگر منظور نہ ہوا۔ آخر اس نے ان زیارات کو بعوض اسی ہزار روپے کے ایک سوداگر کے پاس رہن رکھا اور روپیہ لے کر بحفاظت فوج راجہ جموں کے پہاڑ سے اتری جب قصبہ چپٹی کے پاس آئی تو شاہ محمد رضا حاکم چپٹی و چودھری پیر محمد حاکم رسول نگر مع شیخ سوہندا اور غلام محمد پسران خورد سال اپنی ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ حضرت ملکہ وہ زیارات عالیات ہم کو بخش دیں۔ ملکہ زمانی براہِ مہربانی پچیس ہزار روپیہ ہدیہ سوائے زر رہن کے لینا کر کے اس بات پر راضی ہوئی اور روپیہ لے کر سند عطایات بمہر خود ان کو لکھ دی اور اجازت دی کہ وہ اسی ہزار روپیہ مرتہن کو دے کر زیارتیں لے لیں۔ پس شاہ محمد رضا و غلام محمد نے کل زیارات حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر لیں اور اب وہی تقسیم کی ہوئی زیارتیں دو مقام پر رکھی ہیں جن کا حال علیحدہ علیحدہ تحریر ہوتا ہے۔

اوّل حصّہ پیر محمد حاکم رسول نگر کا یہ حال ہے کہ یہ زیارتیں اس کے حصّہ کی بمقام رسول نگر پیر محمد کے قبضہ میں رہیں۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا غلام محمد قابض ہوا۔ اس کے وقت ۱۸۱۴ء میں جب رنجیت سنگھ کے باپ مہان سنگھ نے قسم اٹھا کر غلام محمد کو قید کر لیا اور اس کے کل مال پر قابض ہوا تو صرف موضع سنچر اس کے گذارے کے واسطے بحال رکھا تو غلام محمد اپنے عیال و اطفال و زیارات کو لے کر موضع سنچر چلا گیا۔ مگر مہان سنگھ نے وہاں بھی اس کو چین نہ دیا اور تھوڑی مدت کے بعد سنچر بھی اس سے لے کر زیارات بھی چھین لیں۔ پھر یہ زیارات گوجرانوالہ کے قلعہ میں

لا کر رکھی گئیں۔ مہان سنگھ کے مرنے کے بعد ۱۲۱۱ ہجری میں جب بادشاہ زمان درانی کابل سے آیا تو رنجیت سنگھ نے خوف کے مارے اچھا اچھا مال و اسباب اور یہ زیارتیں گوجرانوالہ سے اپنی ساس سداکور کے پاس بقلعہ مکیریاں بھیج دیں۔ وہاں یہ تبرکات ایک بالاخانے میں رکھے گئے۔ اتفاقاً اس قلعے میں ایک مرتبہ آگ لگ گئی اور تمام قلعہ جل گیا۔ مگر جس بالاخانے میں یہ تبرکات تھے اور اس کے نیچے منزل میں بارود بھرا ہوا تھا۔ آگ وہاں تک پہنچ کر خود بخود منطفی ہو گئی۔ اس روز سے سداکور کو ان زیارات کی نسبت نہایت اعتقاد پیدا ہوا اور رنجیت سنگھ باوجودیکہ چند بار ان کے لینے کے واسطے بضد ہوا۔ مگر اس نے نہ دیں۔ جب سخت تاکید ہوئی تو اس نے یہ زیارات قلعہ مکیریاں سے نکلوا کر قلعہ چونڈہ کو بھیج دیں۔ آخر جب کل مال سداکور کا راجہ رنجیت سنگھ نے چھین لیا تو اس نے یہ زیارات شیر سنگھ اپنے دوہتے رنجیت سنگھ کے بیٹے کو دے دیں اور وہ اپنے قتل کے دن اپنے پاس رکھتا تھا۔ جب وہ مارا گیا تو راجہ ہیرا سنگھ وزیر نے یہ زیارات اپنی حویلی میں رکھیں۔ وہاں کوئی ایسی بے احتیاطی ہوئی تو جس قدر موئے مبارک نلکیوں میں تھے۔ وہ سب گم ہو گئے اور نلکیاں خالی رہ گئیں۔ جب ہیرا سنگھ مارا گیا تو سردار جواہر سنگھ وزیر نے یہ زیارات ہیرا سنگھ کی حویلی سے منگوا کر قلعہ لاہور میں رکھیں کہ اب تک قلعہ میں موجود ہیں۔

دوسرا حصہ ان زیارات کا جو شاہ محمد رضا چیٹی کے پاس تھا۔ اس کا یہ حال تھا کہ شاہ محمد تھنا تا حین حیات ان پر قابض رہا۔ پھر شیخ سوندھا و شیخ فضل الٰہی و شیخ جیون کے قبضے میں آئیں۔ ان کے وقت میں بحکم رنجیت سنگھ فقیر نورالدین مرحوم چیٹی کی تسخیر کے واسطے مامور ہوئے۔ انھوں نے اطاعت قبول کی اور حکومت سے دست بردار ہوئے۔ اس وقت یہ کل زیارات فقیر صاحب مرحوم نے شیخ جیون و فضل الٰہی سے چند مرتبہ کر کے خرید کیں اور سندیں دستاویزیں لکھا لیں۔

تفصیل زیارات موجودہ قلعہ لاہور

ان زیارات عالیات میں آٹھ تو متعلق بحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اوّل عمامہ مقدس سبز رنگ معہ تاج دستِ مبارک سے باندھا ہوا۔ دوم جبہ مبارک برنگ سبز۔ سوم دلق

مبارک بخطوط سفید و سرخ، چہارم پائجامہ برنگِ سفید، پنجم نقش قدم شریف برنگ برنگ صندلی ششم نعل مبارک چرمی بقدر چاردہ انگشت، ہفتم عصائے مبارک چوبی ڈیڑھ گز لمبا، ہشتم پرچم علم شریف سفید رنگ آئینہ دار۔ ایک اور زیارات متعلق بجناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین ہیں۔ اوّل پہلا سیپارہ قرآن شریف کا حضرت کے دستخطی بخط کوفی لکھا ہوا سفید کاغذ پر دوسرے دستار مبارک معہ تاج حضرت کے ہاتھ کی بندھی ہوئی۔ تیسرے تعویذ صد در صد خاص دستخطی جناب کا اور زیارات متعلقہ بفاطمۃ الزہرا والی قیامت بنت النبی علیہ السلام دو ہیں۔ اوّل ایک رومال جس پر بی بی صاحب کے ہاتھ کا چکن نکالا ہوا ہے، دوسرے ایک جائے نماز اس پر بھی کشیدہ چکن کا ہے اور زیارات متعلق بجناب امام حسن علیہ السلام دو ہیں۔ ایک سورۃ یاسین و سورۃ صافات دستخط حضرت کے بخطِ کوفی لکھے ہوئے۔ دوسرے دستار مبارک حضرت کی صندلی رنگ تہہ کی ہوئی اور تبرکات متعلق بسید الکونین امام حسین علیہ السلام تین ہیں۔ اوّل تیسرا سیپارہ قرآن کا حضرت کے دستخطی لکھا ہوا بخطِ کوفی وقطع بیاضی و کاغذ سفید، دوسرے دستار مبارک ایک تہہ کی ہوئی صندلی رنگ، تیسرے تاج مبارک صندلی رنگ؛ ایک اور تبرکات متعلق بہ حضرت غوث الاعظم قطب العالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین ہیں۔ اوّل دستار کیمتا بریشمی نما تہہ کی ہوئی، دوسرے رضائی پارچہ قصیب مصری کی ابریشمی نما، تیسرے جائے نماز دوہری جن کا ابرہ سرخ اور استر زرد رنگ مائل بسرخی ہے اور تبرک متعلق بطاؤس یمنی اویس قرنی صرف ایک دانت حضرت کا ڈبہ میں رکھا ہوا ہے اور تبرکات متفرق سات عدد ہیں۔ ایک اوّل صندوقچہ جس میں موئے مبارک کی نلیاں خالی رکھی ہیں دوسرے بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا برنگ سیاہ، تیسرے غلاف روضہ مطہرہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام دو عدد، چوتھے غلاف روضۂ عالیہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، پانچویں خاک کربلا معلیٰ خون آلودہ۔ ایک ڈبہ چھٹی نقش نعلین سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام بر کاغذ کہنہ، ساتویں غلاف کسی روضہ نامعلوم الاسم کا۔ یہ کل انتیس زیارتیں قلعہ لاہور میں بقبضہ سرکار انگریزی علیحدہ مکان میں بحفاظت تمام بہ تحویل منشی غلام محمد تحویلدار رکھے ہیں۔

تفصیل زیارات حصہ دوم جو فقیر صاحبوں کے خاندان میں موجود ہیں

ان کل زیارات عالیات میں سے گیارہ تو متعلق بسرور کائنات خلاصۂ موجودات علیہ الصلوٰۃ ہیں۔ اوّل موئے مبارک حضرت کا بزنگ سیاہ، دوم جبۂ مبارک، سوم نقش پنجہ دست مبارک کالے پتھر پر بعمر چہار سالی شق صدر کے وقت کا، چہارم تاج مبارک بزنگ سیاہ، پنجم نعل چرمی ایک پاؤں جن کے ساتھ کا دوسرا قلعہ کی زیارات میں سے ہے، ششم قدم مبارک پتھر پر، ہفتم موئے مبارک حنائی رنگ، ہشتم شانہ مبارک، نہم آلغی، دہم مسواک، یازدہم پانی پینے کا جام اور زیارات متعلقہ بخلیفہ عالی جناب عمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ایک تسبیح شریف ہے اور زیارات متعلق بعلی المرتضیٰ علیہ السلام پانچ ہیں۔ اوّل موئے مبارک، دوسرے جبۂ مبارک، تیسرے تاج مبارک، چوتھے عصائے مبارک، پانچویں پنجہ مبارک پتھر پر اور زیارت متعلق بحضرات فاطمۃ الزہرا خاتون قیامت علیہا السلام صرف ایک ردائے مبارک ہے اور تبرکات متعلق بجناب امام حسن علیہ السلام سات ہیں۔ اوّل موئے مبارک دوم کمر بند، تیسرے زلف شریف، چوتھے اوراق قرآن شریف حضرت کے دستخطی ہرن کے چمڑے پر، پانچویں و چھٹے دونوں زلفیں حضرت کی، ساتویں تمام و کمال قرآن شریف حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور زیارات متعلق بجناب امام حسین علیہ السلام چار ہیں۔ اوّل کمر بند، دوم زلفیں مبارک، سوم قرآن شریف کے اوراق ہرن کے چمڑے پر لکھے ہوئے۔ چوتھے تسبیح اور زیارات متعلق بامام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہیں۔ ایک قرآن شریف کے اوراق حضرت کے لکھے ہوئے دوسرے فرہ علم مبارک حضرت عباس علیہ السلام کا اور تبرکات متعلق بامام جعفر صادق رضی اللہ عنہ صرف ایک کتاب جامع جعفر حضرت کی لکھی ہوئی موجود ہے اور تبرک متعلق بہردو امام حسن و حسین علیہما السلام دو تو حضرات کی دونوں زلفیں جو یکجا رکھی ہیں اور تبرکات متعلق بغوث الارض و السمٰوات محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ ہیں۔ اوّل حضرت کا موئے مبارک، دوم قرآن شریف حضرت کے ہاتھ سے بخط بغدادی لکھا ہوا۔ تیسرے تسبیح، چوتھے جانماز، پانچویں پانی پینے کا کاسہ،

علاوہ ان کے متعلق زیارتیں سات عدد ہیں۔ اول عَلم مبارک خاص کربلا کی جنگ کا، دوسرے تسبیح خاک شفا کی، تیسرے ایک ڈبہ خاکِ کربلا سے بھرا ہوا۔ چوتھے ایک مشجر کپڑا، جس پر سورۃ انا فتحنا لکھی ہے۔ پانچویں بیت اللہ کا غلاف روضہ عالیہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا، ساتویں غلاف روضہ عالیہ امام حسن علیہ السلام اور یہ کل پینتالیس زیارات بڑے ایک عالی شان علیحدہ مکان میں جس کو دربار شریف کہتے ہیں، رکھی ہیں اور حافظ و وظیفہ خوان وہاں ہمیشہ قرآن و وظائف پڑھنے کے واسطے مامور ہیں۔ مکان عالی شان عمدہ بنا ہوا ہے اور ہر ایک زیارت چاندی اور سونے اور پتھر قیمتی کی نلکیوں میں بکمال حفاظت رکھی ہوئی ہیں۔ فقیر شمس الدین مرحوم و مغفور نے بکمال محبت اور شوق کے بہت سا روپیہ خرچ کر کے وہ چاندی سونے کی نلکیاں بنوائی تھیں۔ خدا ان کی سعی جمیلہ کا اجر عاقبت میں بخشے۔ آمین[1]

حالات بزرگان پنجاب جن کی وفات کا سن و تاریخ بپایہ ثبوت نہیں پہنچا

۲۰۵۔ حضرت سید صوف لاہوری قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار خاص لاہور میں میدان چوک روبروئے دروازہ مسجد وزیر خاں ہے۔ مکان نہایت پرفیض و بارعب ہے۔ پہلے حضرت کے مرقد مقدس چار دیواری کے اندر تھے۔ اب حضرت محمد سلطان ٹھیکہ دار نے اس پر گنبد بنوایا ہے۔ اکثر یہ بات مشہور ہے کہ کوئی شخص چالیس روز برابر اس مزار پر آنے نہیں پاتا۔ سوائے اس شخص کے کہ اس کے دل کی مراد کا حاصل ہونا تقدیر ربانی میں ہو اور جو شخص محروم ازلی ہوتا ہے۔ اس کو چلے کے اندر ہی ایسی دہشت دکھلائی

---

[1] (۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴) تاریخی طور پر ان زیارات کے پنجاب میں پہنچنے کا کوئی معاصر ثبوت نہیں ہے۔ یہ محض منسوب ہیں۔

دیتی ہے کہ پھر وہ اس مزار پر نہیں جاتا۔ ہر ایک مہینے میں چند ارادت مند لوگ یہاں جمع ہو کر درود و فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اگرچہ درست احوال اس بزرگ کا ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حضرت کب اور کس زمانے میں ہوا۔ مگر رسالہ تحفۃ الواصلین سے اتنا پایا جاتا ہے کہ یہ بزرگ ہم عصر حضرت میراں بادشاہ کا تھا اور اسی خیال سے لوگ مشہور کہتے ہیں کہ یہ حقیقی بھائی حضرت میراں بادشاہ کا ہے۔ شاید ایسا ہی ہو مگر ثبوت جیسے کہ چاہیے نہیں ہے۔

۲۰۶۔ سید سر بلند قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار بھی شہر لاہور کے اندر مسجد وزیر خاں کے شمال کی طرف طویلہ کلاں کے اندر ہے۔ مکان نہایت متبرک و پرفیض ہے۔ ہر سال عرس بھی ہوتا ہے۔ چار دیواری کے اندر مزار پختہ بنا ہوا ہے۔ یہ بزرگ بھی سید تھے اور متقدمین بزرگوں میں سے صاحب جذب و تاثیر گذرے ہیں۔ اصل زمانہ ان کا پایا نہیں جاتا کہ کب اور کس زمانے میں ہوئے۔ لوگ ان کی نسبت بھی مشہور کرتے ہیں کہ میراں بادشاہ کے بھائی تھے۔

۲۰۷۔ حضرت پیر ذکی قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار عین دروازہ ذکی کے درمیان ہے اور اسی بزرگ کے نام سے دروازہ شہر کا مشہور ہے۔ تحفۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ مغلوں کی لڑائی میں شہید ہوا تھا۔ حالت زندگی میں بھی قیام اس کا اسی دروازہ کے اندر تھا۔ جب شہر فتح ہوا اور مغل شہر کے اندر آئے تو اس نے کمال جوانمردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ آخر شہید ہوا۔ جب سر اتر چکا۔ جسم بے سر بھی کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔ حضرت کے سر کی قبر عین دروازے میں ہے اور جسم کی قبر اندر شہر کے متصل دروازہ ایک طویلہ میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۲۰۸۔ حضرت پیر بلخی قدس سرہٖ

اصلی نام ان کا تحفۃ الواصلین میں تحریر نہیں۔ صرف پیر بلخی لکھا ہے۔ مزار ان کا کشمیری

بازار کے سرِ راہ ایک مکان کے اندر ریختہ چونہ گچ بنا ہوا ہے۔ یہ بزرگ لاہور کے شہداء میں سے ہے جو مغلوں کی لڑائی میں قتل ہوئے اصل وطن ان کا بلخ تھا۔ جب بلخ پر تصرف چنگیز خاں مغل کا ہوا اور شہر قتل و غارت ہوا تو حضرت وہاں سے ہند کو آئے اور لاہور میں آکر قیام کیا۔ جب چنگیزی فوج شہزادہ جلال الدین خوارزمی کی گرفتاری کے لیے لاہور کو آئی اور وہ بھاگ کر دہلی کو چلا گیا تو کفار نے اس شہر کا محاصرہ کیا مدت تک لڑائی رہی۔ آخر شہر فتح ہوا اور شہر کے اندر پیر بلخی بھی اپنے مریدوں و شاگردوں کے ساتھ کفار کے نرغہ میں آگئے اور شہید ہوئے۔

۲۰۹۔ پیر سراج الدین المشہور بہ پیر سراجی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ بھی لاہور کے اندر کے بزرگوں میں سے بہت مشہور بزرگ ہے۔ محلہ جوڑی میں ان کا مزار ہے۔ عہدِ سلطان محمد تغلق میں بخارا کی طرف سے یہ لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ ظاہری علم میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ باطنی علم میں بھی یہ طاق و یگانہ آفاق تھے۔ بادشاہ نے ہر چند تکلیف دی کہ عہدۂ قضا منظور کریں حضرت نے منظور نہ کیا۔ اس بات پر بادشاہ کمال غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ یہ بات سن کر لاہور کے عمائد و ارکان جمع ہو کر بادشاہ کے پاس گئے اور جان بخشی کرائی۔ اس روز سے حضرت نے ظاہری تدریس کا کام بند کر دیا۔ مریدوں کو بھی جا بجا رخصت کیا اور گوشۂ تنہائی میں ہو بیٹھے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔

۲۱۰۔ پیر بھولا لاہوری قدس سرّہٗ

یہ بزرگ لاہور کے بزرگوں میں سے مست و مجذوب صاحب جذب و سکر و کشف و کرامت تھا۔ سوائے خرد سال لڑکوں کے کسی سے اس کو محبت نہ تھی۔ ہزاروں روپیہ کی اس کو فتوحات ہوتی اور یہ خرد سال لڑکوں کو تقسیم کر دیتا۔ جب کوئی لڑکا اس کے پاس آتا۔ یہ بغل سے بزورِ کرامت شیرینی نکال کر دیتا۔ لوگ اکثر اس بات کا امتحان بھی کرتے تھے۔ مزار ان کا لاہور کے اندر محلہ چہیلہ کے حمام کے اندر ریختہ بنا ہوا ہے اور اب تک یہ مشہور ہے کہ آٹھویں دن خرد سال لڑکے جمع ہو کر گلی یا چوبی حضرت کی قبر اپنے اپنے کوچہ میں بناتے ہیں

اور چراغ روشن کرتے ہیں۔ پھول چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیر بھولا کی خانقاہ ہے۔ شہر لاہور میں یہ رسم عام ہے۔

۲۱۱۔ مزار شہید گنج واقعہ محلہ سادھواں

اس مقام پر اگرچہ قبر ایک ہے، مگر ہزاروں شہید دفنائے ہوئے ہیں۔ اس کا واقعہ اس طرح پر درج تحفۃ الواصلین ہے کہ جب سلطنت سلاطین غزنوی کی پنجاب میں ہوگئی اور لاہور دارالحکومت قرار پایا تو مدت تک سلاطین غزنویہ کی سلطنت بخوبی پنجاب میں رہی۔ آخر جب شاہ بہرام کے وقت آپس میں سلاطین غزنویہ کے فساد ہوا تو پنجاب کی حکومت بالکل ضعیف ہوگئی۔ اس وقت راجہ انگپال راجہ جے پال کا بیٹا راجگان ہند کا لشکر لے کر لاہور پر چڑھ آیا۔ چھ مہینے تک شہر والے لوگ لڑتے رہے۔ ہر چند غزنی سے مدد طلب کی۔ کوئی لشکر نہ آیا۔ آخر شہر فتح ہوا اور بہت سے مسلمان ہندوؤں نے موقع پا کر قتل کر ڈالے۔ اس محلہ میں بھی قتل عام ہوا اور لقدر دو ہزار نعش کے مسلمان اس جگہ پر دفنائے گئے۔ اس وقت ہندوؤں نے دخل پا کر مسجدیں گرا دیں۔ بت خانے دوبارہ قائم کر دیے۔ چندے عملداری ہندوؤں کی رہی۔ پھر جب غزنی سے لشکر قاہرہ لاہور پر آیا تو راجہ انگپال مارے خوف کے بھاگ گیا اور ہندوؤں کا قتل عام ہوا۔ یہ مزار نہایت متبرک ہے۔

۲۱۲۔ دان شہید قدس سرہٗ

یہ مزار ایک گوشہ میں سر راہ مسقف مکان کے اندر شہنواز کے طویلہ کے پاس ہے۔ اصلی نام ان کا معلوم نہیں۔ دان کر کے بہت مشہور ہیں۔ ہر سال اعتقاد مند لوگ مل کر عرس کرتے ہیں۔

۲۱۳۔ حضرت سلطان باہُو قدس سرہٗ

یہ بزرگ بزرگان پنجاب میں سے صاحب جذب و سکر و عشق و محبت و صدق و صفا تھے ان کے قول و ابیات و اشعار پنجابی زبان میں بہت مشہور ہیں۔ جن کے اخیر میں ہُو کا لفظ آتا ہے۔ ان کی شہرت پنجاب میں کمال ہے اور کوئی ایسا شخص نہیں جو ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو۔ ان

کی تصانیف عربی و فارسی میں مضامین توحید بہت ہیں۔ چنانچہ تین چار کتابیں مؤلف کی نظر سے گذری ہیں۔ کتابوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ حضرت بڑے عالم متبحر تھے۔ غرض کہ ظاہر باطن علوم کے حضرت جامع تھے اور فیض طریقت اس قدر جاری تھا کہ ہزاروں لوگ مستفید ہوئے بلکہ اس جنگل کے جس قدر پرند ہیں۔ وہ بھی یا ہُو کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت کا روضہ جھنگ کے علاقہ میں پندرہ کوس مقام سے جہاں دریائے راوی و چناب ملتے ہیں۔ واقع ہے۔ ان کا فارسی دیوان بھی نہایت مطبوع ہے۔ قادریہ سلسلے میں یہ حضرت بڑے مرتبے کے فقیر ہیں[1]۔

---

[1] حضرت سلطان باہوؒ کا سالِ وفات ۱۱۰۲ھ ہے۔

آپ نے اپنی ایک تصنیف کلید التوحید میں اپنے والد کا نام بازید عرف اعوان تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

امابعد می گوید مصنف تصنیف لطف اللہ لطائف نکات متبرکات مصنف تصنعف موافق نص وحدیث و آیات لطیفہ شریفہ بجمعہ فقیر باہو ولد بازید عرف اعوان ساکن قلعہ شور کوٹ در زمان محی الدین غلام محمد متابعت علم الیقین شریعت شرف رائج الدین شاہ اورنگ زیب بادشاہ اسلام ما دما ابد الاباد و بحرمت النون و الصاد ایں کتاب را نام کلید التوحید نہاد۔۔۔۔ الخ (کلید التوحید خطی ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی)

کلید التوحید کے اس خطی نسخہ کے خاتمہ پر ایک اہم یادداشت ہے۔ جس میں حضرت سلطان باہو کا شجرہ طریقت اور سالِ وفات درج ہے۔ ملاحظہ ہو:

"ایں شجرہ تلقین حضرت قطب العالمین غوث الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ مصنف ایں کتاب حضرت سلطان باہو بہ تلقین از سید عبدالرحمان و سید عبدالرحمٰن تلقین از سید عبدالجلیل و ہُوا از سید عبدالبقا و ہوا از سید عبدالستار و ہو سید عبدالفتاح و ہو سید نجم الدین برہان پوری و ہو محمد صادق و ہو از سید عبدالجبار و ہو سید عبدالرزاق و ہوا از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔۔۔۔۔۔ وفات فردوس مکانی جنت آشیانی مرحومی۔۔۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سیوم پاس شب جمعہ شہر جمادی الثانی ۱۱۰۲ (ہجری) فرمودند"

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) سلطان حامد ، مناقب سلطانی (احوال و مناقب سلطان باہوؒ) قلمی ذخیرہ

شیرانی نمبر ۲۴۷/۲۲۵۲ (باقی بر صفحہ آئندہ)

۲۱۴۔ پیر سیّد کمال المشہور پیر جہانیاں قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار قصبہ چونیاں میں زیارت گاہ خلق ہے۔ مکان نہایت متبرک ہے اور قبر بہت لمبی ہے۔ حضرت سادات بخاری میں سے کمال سید تھے۔ ان کی اولاد بھی قصبہ چونیاں میں رہتی ہے دور دور سے لوگ ان کی زیارت کو آتے ہیں۔

۲۱۵۔ شیخ فتح شاہ امرت سری قدس سرہٗ

یہ بزرگ بھی امرت سر میں صاحب کمال مست و مجذوب گذرا ہے۔ کشف و کرامات اکثر خلقت کے زبان زد ہیں۔

۲۱۶۔ شیر شاہ قادری ملتانی قدس سرہٗ

یہ بزرگ مشہور ترین بزرگان ملتان سے ہیں۔ خاندان قادریہ عالیہ میں حضرت کشف و کرامات و مظہر خوارق و کرامت تھے۔ ہزاروں لوگ اس خاندان کے مرید ہیں۔ حضرات سادات گیلانی صاحبان اوچ کے ساتھ ان کا پیری شجرہ ملتا ہے۔ سید حامد گنج بخش اوچی سے انہوں نے فیض حاصل کیا سجادہ نشین اس مزار شریف کے بھی ظاہری و باطنی عزت رکھتے ہیں۔ کنارے دریا پر ملتان سے پانچ کوس پرے ان کا مقبرہ معلیٰ زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

۲۱۷۔ پیر محمد شیرازی چشتی قدس سرہٗ

مقبرہ اس بزرگ کا موضع مزنگ کے پاس ہے۔ خاندان چشتیہ میں ان کی بیعت تھی موضع مزنگ میں جو بلوچ کی قوم رہتی ہے۔ سب کی بیعت حضرت کی خدمت میں تھی فیض آپ کا

(بقیہ حاشیہ (۲)) : مناقب سلطانی اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور

(۳) بلال زبیری : تذکرہ اولیائے جھنگ ۱۱۶ - ۱۲۶

بہت جاری تھا۔ حضرت ملک خوشاب کے سید تھے۔ شاہ پور ان کا اصلی وطن تھا۔ سنہ ایک ہزار ایک سو میں ان کی وفات ہوئی۔

۲۱۸۔ پیر ہادی رہنما قدس سرہٗ

یہ بزرگ شمسی سید اولاد شاہ شمس الدین تروبری سے تھے۔ ان کے والد کا نام سید عبدالقادر تھا۔ مقبرہ ان کا لاہور کے باہر لب سڑک جو میاں میر کو انار کلی سے جاتی ہے۔ بہت پرانا پختہ مسقف بنا ہوا ہے۔ جس میں ایک تو ان کی قبر اور دوسری اور تیسری محسن شاہ اور عبداللہ شاہ ان کے بھائیوں کی ہے۔ یہ مقبرہ بابر شاہ کے عہد میں تعمیر ہوا۔ پہلے اس مقبرہ کی عمارت سنگین تھی۔ سکھوں کے وقت میں رنجیت سنگھ نے اس کا پتھر اکھڑوا لیا اور قبریں دوہری ہیں یعنی اصلی قبریں تو تہ خانے میں ہیں اور اوپر نقلی قبریں بنائی ہوئی ہیں۔ سنہ چھ سو اکیاسی میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی اولاد سادات نارووال وغیرہ سب اب شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔

۲۱۹۔ شرف شاہ لاہوری قدس سرہٗ

قادریہ سلسلہ میں یہ بزرگ صاحب کمال مشہور تھے اور محمد فاضل قادری کے یہ مرید تھے۔ ایک سو برس کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ مقبرہ ان کا پرانے پزاودں کے درمیان لاٹ صاحب کی کوٹھی کے جنوب کی طرف ہے۔ اس بزرگ کے مرشد محمد فاضل بڑے عالم و فاضل مرد تھے۔ تمام عمر انہوں نے تدریس جاری رکھی۔ پرانی مسجد ان کی اب تک موجود ہے۔ اگرچہ قائم نہیں مگر نشان باقی ہیں۔

۲۲۰۔ حضرت شاہ درگاہی قادری قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شاہ چراغ گیلانی لاہوری کے مرید صاحب کشف و کمالات و صدق و صفا و زہد و ریاضت تھے۔ دعا ان کی حاجت روائی حاجت مندان کے لیے اکسیر اعظم تھی۔ دن رات اہل حاجت کا ہجوم حضرت کے دروازے پر رہتا تھا۔ مزار حضرت شاہ اسمٰعیل محدث کے درلی طرف ان کا مزار

ہے اور ایک چاہ جس کو لوگ پانی واتیاں والا چاہ کہتے ہیں حضرت کے مزار کے جنوب کی طرف ہے۔اس چاہ کے زمیندار حضرت کے مرید تھے۔ اتفاقاً اس زمیندار کے بیٹے کے بدن پر اس قسم کے پھوڑے نکل آئے جس کو زبان پنجابی کی اصطلاح میں پانی واتے کہتے ہیں۔ زمیندار لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لے آیا اور التجا کی کہ اس کی شفا کے واسطے دعا کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مرض کے واسطے تیرے چاہ کا پانی دوا ہے۔ اس کو اس چاہ کے پانی سے نہلا دو۔ چنانچہ اس نے نہلایا تو لڑکا فی الفور اچھا ہو گیا۔ اس روز سے آج تک اتوار کے روز لوگ اپنے بچوں کو جن کو یہ مرض ہوتا ہے اس چاہ پر لے جا کر نہلاتے ہیں، خدا کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔ بعض اس چاہ کے حوض سے ٹھیکری لے جاتے ہیں اور گھس کر پھوڑے پر لگاتے ہیں۔

۲۲۱۔ شاہ ضیاء الدین شروانی قدس سرہٗ

اس بزرگ کا روضہ موضع مزنگ کے شمال کی طرف لاہور کے باہر ہے۔ اصلی وطن ان کا ملک شیرواں تھا۔ وہاں سے یہ بطلب حق ہند کو آئے اور خواجہ شمس الدین ترک چشتی پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل پائی۔ بعد وفات ان کے لاہور میں قیام کیا اور تمام عمر ہدایت و ارشاد طالبان خدا میں مصروف رہے۔ بعد وفات یہاں مدفون ہوئے۔

۲۲۲۔ مخدوم شاہ عالم صدر جہاں قدس سرہٗ

یہ بزرگ بزرگان دین متین سے صاحب عشق و محبت و زہد و ریاضت و کشف و کرامت دہلی کے علاقے میں گذرے ہیں۔ ظاہر و باطن علوم میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ہزاروں لوگ ان کے وسیلہ جمیلہ سے منزلِ مقصود تک پہنچے۔ تمام عمر انہوں نے زہد و ریاضت و ہدایت و ارشاد میں گذرانی۔ مزار ان کا قصبہ وزیر آباد میں زیارتگاہ خلق ہے۔ وفات ان کی سنہ ایک ہزار ایک سو چھتیس میں واقع ہوئی اور مخدوم شاہ عالم مادہ تاریخ وفات ہے۔

۲۲۳۔ سید مخدوم میر جہاں صدر جہاں قدس سرہٗ

یہ بزرگ مخدوم شاہ عالم کے جانشین صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند تھے۔ خاندان قادریہ چشتیہ نقشبندیہ میں حضرت کو اجازت ارشاد کی حاصل تھی۔ مدت مدید تک حضرت نے خاص شہر دہلی میں ہنگامہ مشیخت گرم رکھا اور ہزاروں لوگوں کو خدا تک پہنچا دیا۔ اس بزرگ کا مزار شہر دہلی کے اندر محلہ روشن پورہ میں ہے اور سجادہ نشین شاہ بہاء الدین عرف عبداللہ شاہ تخلص بشیر ہیں جن کی زیارت سے مؤلف کتاب بھی بہرہ یاب ہوا ہے۔ سنہ ایک ہزار ایک سو بیاسی میں حضرت فوت ہوئے۔

۲۲۴۔ ایوب صابر میراں خلف سید مبارک حقانی گیلانی قدس سرہٗ

یہ بزرگ خاندان قادریہ عالیہ صاحب شریعت و طریقت گذرے ہیں۔ باہر لاہور کے ان کا مزار گورستان میانی میں ہے۔ ان کے خاندان میں اب تک فیض طریقت جاری ہے۔ چنانچہ حضرت سید پیر نظام الدین المشہور بوریاں والہ ان کی اولاد سے اب تک لاہور میں موجود ہیں۔ ان کا شجرہ اس بزرگ کے ساتھ اس طرح پر ملتا ہے کہ سید نظام الدین بن سید احمد شاہ بن سید قائم شاہ بن سید جانی شاہ، بن سید احمد شاہ بن سید رسول شاہ بن سید المشہور بالو شاہ بن سید عبدالواحد بن سید نظام الدین حسن بن سید ایوب صابر میر میراں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۲۲۵۔ شاہ عبدالرزاق مکی قدس سرہٗ

یہ بزرگ شاہ موج دریا بخاری کے مرید تھے۔ اول شہر سبزوار سے یہ لاہور میں آئے اور اکبر بادشاہ کی نوکری اختیار کی۔ پھر تارک الدنیا ہو کر فقر اختیار کیا اور حضرت میراں محمد شاہ موج دریا سہروردی لاہوری سے وہ فیض پا پا کر قطب زمانہ ہو گئے۔ بازار انار کلی میں ان کا مقبرہ بزنگ نیلگوں مشہور ہے اور پاس اس کے ایک مسجد عالی شان بنی ہوئی ہے جس کو منشی محمد نجم الدین مرحوم نے دوبارہ مرمت کر کے آراستہ کیا۔ سنہ ایک ہزار چوراسی میں انہوں نے وفات کی۔

۲۲۶۔ پیر زہدی لاہوری قدس سرہٗ

نام اصل اس بزرگ کا وجیہہ الدین تھا پہلے اس نے فیض سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ شیخ سعدی
بلخاری لاہوری سے پایا جب شیخ سعدی فوت ہوگئے۔ اس نے شیخ جان محمد سہروردی لاہوری سے
فیض طریقہ عالیہ سہروردیہ حاصل کیا۔ پھر جان محمد کی وفات کے بعد یہ لاہور سے نکل گیا اور روئے
زمین کی سیر کی۔ بہت سے بزرگوں سے طرائق متنازع کا فیض پایا۔ مکہ و مدینہ و بیت المقدس و بغداد و
کربلا معلیٰ و نجف اشرف وغیرہ مقامات میں پہنچ کر تکمیل پائی آخر بخدمت حضرت میراں شاہ
بھیکھ چشتی کے پہنچ کر خرقہ خاندان چشتیہ کا لیا۔ پھر لاہور میں آیا اور شاہ محمد غوث لاہوری سے
کلاہ سلسلہ قادریہ حاصل کی۔ غرض کہ ہر طریق میں یہ بزرگ شیخ کامل تصور کیا جاتا ہے اور کمال زہد و
ریاضت سے زہدی کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ آخر سال ایک ہزار ایک سو چالیس میں مر گیا
موضع مزنگ کے پاس ان کا مزار زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔

۲۲۷۔ پیر غازی المشہور بہ پیر از غیب قدس سرہ

علی مخدوم گنج بخش ہجویری کے پرلے طرف یہ مزار بلند چبوترے پر ہے۔ اس بزرگ کا اصلی
حال کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ مشہور اس طرح پر ہے کہ زیب النساء شہزادی یہاں کوئی عمارت بناتی تھی۔
خدا کی قدرت سے اس مقام کی دیوار گر جاتی تھی۔ جب زمین کھدوائی تو ایک پرانی قبر وہاں سے نکلی
اس نے اس کو بلند کر کے بنا دیا۔ کرامت اس کی یہ مشہور ہے کہ جس کے گلے میں ورم پڑ جائے۔ وہ
یہاں سے ایک سنگریزہ اٹھا لے جاتا ہے اور اس ورم پر پھیرتا ہے۔ جب شفا ہو جاتی ہے تو اس
ٹھیکرے کے برابر مصری وزن کر کے بانٹ دیتا ہے اور ڈھیلا پھر یہاں ہی چھوڑ جاتا ہے۔ اکثر
لوگ اس بزرگ کی زیارت کو آتے ہیں۔

۲۲۸۔ حضرت پیر بُرہان قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار لاہور کے دہلی دروازے کے باہر واقع ہے۔ اصل ان کا شہر بخارا تھا۔
وہاں سے بعہد اکبر بادشاہ ہند کو آئے۔ لاہور آ کر قیام کیا۔ لاہور کے بزرگوں میاں میر و شاہ بلاول سے
قادریہ فیض پایا۔ جب فوت ہوئے تو یہاں دفن کیے گئے۔ پہلے یہ مکان بہت عمدہ بنا ہوا تھا، مگر

جب بعد سلطنت کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ اس کے بیٹے نے چاہا کہ لاہور کے باہر دور دور مکانات صاف کر کے میدان بنادیں۔ اس وقت یہ مکان بھی گرا دیا گیا۔ بعد گرانے کے خدا کی قدرت سے کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ باپ بیٹے ایک روز مر گئے اور وہ تجویز موقوف رہی تو اعتقاد مند لوگوں نے پھر یہ مزار تعمیر کر دیا۔

۲۲۹۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ قریشی قدس سرہٗ

یہ بزرگ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے ملتان سے لاہور میں آیا۔ چونکہ مرد عابد و زاہد و خدا پرست صاحب کشف و کرامت تھا۔ بہت سے لوگ اس کے مرید ہو گئے اور اب بھی ان کی اولاد لاہور اور موضع ڈھولن وال میں موجود ہیں اور مریدوں سے نذر لے کر گذارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص بہادر شاہ نام مؤلف کتاب سے بھی واقفیت رکھتا ہے۔ ملتانی ولاہوری وامرتسری جولاہے دریائی باف اس خاندان کے مرید بہت ہیں۔ یہ مزار فرشتوں کا مزار کہلاتا ہے۔ اس سبب سے کہ اس گھر کے معمار مرید بہت تھے۔ جب شاہ رحمۃ اللہ فوت ہو گئے تو دن کو ان کی کار سرکار شاہی سے فراغت نہیں ہوتی تھی۔ رات کو انہوں نے جمع ہو کر ایک رات میں مزار کو تعمیر کر دیا اور مشہور ہوا کہ رات کو فرشتے بنا گئے ہیں۔ پہلے یہ مکان بہت اچھا بنا ہوا تھا۔ سکھوں کے وقت میں سکھ اس کو گرا کر چلے گئے اب پھر مریدوں نے بنایا ہے۔

۲۳۰۔ مکان مزار حاجی جمعیت مرحوم و مزار قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مکان ریل کے پڑاؤ کے شمال کی طرف غیر آباد پڑا ہے۔ اصلی نام اس بزرگ کا حاجی جمیل تھا اور بیعت بخدمت شارنگ بلاول حضرت لال حسین لاہوری کے خلیفہ کی خدمت میں تھی۔ چونکہ بزرگ اس بزرگ کے ایران سے آتے تھے۔ وہ قدم رسول کا ایک پتھر سرخ ہمراہ لائے تھے۔ حاجی جمعیت نے یہ پتھر اس مقام پر رکھ کر اوپر قدم شریف کے گنبد بنوا دیا۔ پہلے یہ گنبد کانسی کا رہتا اور یہ عبارت درباب حال قدم شریف روضہ کے تین طرف لکھی ہوئی تھی اور مؤلف کتاب ہذا نے خود اس کی نقل اپنے قلم سے کی تھی۔

عبارت : انہ مسعود و من مسعود الی ابنہ سالم و من سالم الی ابنہ مسلم" و من مسلم الی ابنہ عاقل و من عاقل الی ابنہ جوہر و من جوہر الی ابنہ باقر و من باقر الی ابنہ اسعد" و من اسعد الی ابنہ نصیر و من نصیر الی ابنہ ظاہر و من طاہر الی ابنہ طیب و من طیب الی ابنہ مجیب و من مجیب الی ابنہ حبیب و من حبیب الی ابنہ جمیل" ۔

اس عبارت کے پہلے چند الفاظ کے حروف اڑ گئے تھے، مگر بخوبی ثابت ہوتا تھا کہ یہ قدم شریف اتنی لپشت حاجی جمیل کے خاندان میں رہا۔ مگر افسوس کہ اب کسی نے گنبد کا کانسی کا رنگ اڑا کر سفیدا ستر کاری کر دی ہے اور قدم رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کمال بے ادبی کے ساتھ گنبد میں رکھا ہے۔

۲۳۱۔ فضل شاہ مجذوب نوشاہی قدس سرہٗ

اس بزرگ کا عروج آخری سلطنت سکھوں میں بہت ہوا۔ مہاراج اور امیر و وزیر سب اس کے پاس آتے اور صدہا روپیہ نذر کا دیتے جو اس کا بیٹا بلند شاہ اٹھا کر لے جاتا تھا۔ یہ مستانہ حالت میں پھرتا۔ لوگوں کو گالیاں دیتا۔ خصوصاً راجہ دینا ناتھ اس کا کمال معتقد تھا۔ یہاں تک کہ ایک منشی اس کی طرف سے اس کے پاس حاضر رہتا جو کلام یہ منہ سے کرتا۔ کاغذ پر لکھ لیتا۔ ہزاروں روپیہ نقد و جنس راجہ دینا ناتھ اس کے بیٹے بلند شاہ کو دیتا۔ نوشاہیہ قادریہ خاندان میں بیعت اس بزرگ کی بخدمت رحمان شاہ کے اور اس کی بخدمت محمد صدیق کے اور اس کی بخدمت شاہ فرید لاہوری کے اور اس کی بخدمت پیر محمد سچیار کے اور اس کی بخدمت حضرت حاجی محمد نوشاہ گنج بخش کے تھی۔ یہ مکان راجہ دینا ناتھ نے حضرت کی زندگی میں بنوایا تھا۔ پچیس برس کا عرصہ ہوا ہے کہ یہ بزرگ مر گیا اور یہاں دفن ہوا۔

۲۳۲۔ حضرت شاہ کنٹھہ نوشاہی قدس سرہٗ

نوشاہی خاندان کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب کشف و کرامت مشہور ہے۔ چوبیں

ربیع الاوّل ۱۲۱۹ھ[1] میں یہ فوت ہوا۔ پہلے یہاں صرف چار دیواری قبر کی چاروں طرف تھی۔ اب ارادتمند لوگوں نے گنبد بنا دیا ہے۔ موچی دروازے کے باہر حضرت کا مقبرہ ہے۔ اس خاندان کے مرید بھی اکثر لوگ شہر میں ہیں۔

۲۳۳۔ شیخ موسے کھوکھر قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار محکمہ جی کے روبرو بھاٹی دروازے کے باہر ہے۔ آدمی بہت بزرگ تھے شیخ بہلول دریائی سے ان کو فیض پہنچا۔ شیخ لال حسین لاہوری بسبب پیر بھائی ہونے کے ان کا کمال ادب کرتے تھے۔ تمام عمر ان کی ریاضت و مجاہدہ میں گذری۔

۲۳۴۔ شیخ محترم قدس سرہٗ

اس بزرگ کا روضہ بڈھو کے پزاوے کے غرب کی طرف ہے۔ گنبد بہت عمدہ پختہ بنا ہوا ہے۔ اندر گنبد کے آیات قرانی و درود شریف اور قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔ اب غیر آباد ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کس خاندان کا یہ بزرگ تھا۔

قطعۂ تاریخ یہ ہے:

قطب حق شاہ محترم ز جہاں — رفت در بزم اولیائے سلف
سال تاریخ رحلتش جستم — گفت طبع سلیم نیک خلف

۲۳۵۔ حضرت شاہ فرید نوشاہی قدس سرہٗ

یہ شخص نوشاہی بزرگ صاحب کمال گذرا ہے۔ قوم سے سید تھا۔ پہلے یہ امرائے بادشاہی

---

[1] شاگ کنندۂ نوشاہی کا سالِ وفات ۱۲۱۹ھ غلط ہے۔ نور احمد چشتی نے ۱۱۱۹ھ دیا ہے جو سید شرافت صاحب کے نزدیک درست ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی ص۳۴۴ (۲) فوق لاہوری: یادرفتگاں ص۹۴

(۳) عبدالحی صدیقی: تاریخ احسن یا تذکرۃ الصحابہ ص۲۱ (۴) شرافت نوشاہی: شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول ۲۱۳/۲۱۶ قلمی

میں سے صاحبِ منصب و جاگیر گنا جاتا۔ ناگاہ جاذبِ حقیقی نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور شیخ پیر محمد سچیار کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا۔ ذکرِ الٰہی نے ایسی لذت بخشی کہ دولت و مال تمام و کمال براہِ خدا محتاجوں کو دے دیا اور فقیر ہو کر تکمیل نسبت میں مصروف ہوا۔ بعد تکمیل خرقۂ خلافت پاکر لاہور آیا۔ ہزاروں لوگ مرید ہوئے۔ اب بھی اس سلسلہ کے مرید لاہور میں بہت ہیں۔ موضع ڈھولن وال کے قریب لاہور سے تین میل یہ مزار جنوب کی طرف[1] ہے۔

۲۳۶۔ سید عبد القادر لاہوری قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار موضع مزنگ سے مشرق کی طرف ہے۔ یہ حضرت سید گیلانی سید جلال الدین بغدادی کے بیٹے تھے۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں انہوں نے ہند کی سیر کا ارادہ کیا اور لاہور میں بعد سیر و سیاحت قیام پذیر ہوئے۔ ان کی بزرگی کا شہرہ سن کر نواب میر کفایت خاں نے اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دے دی اس میں سے تین فرزند ہوئے۔ ایک سید حاجی دوسرا سید سلطان تمیسرا سید[2] غیاث الدین المشہور سید دولت شاہ سید حاجی کے گھر سید فتح محمد پیدا ہوا اس کا فرزند سید حمید اس کا بیٹا سید سعید اس کا بیٹا سید شاہ حسین اس کا بیٹا سید زندہ علی اس کا بیٹا سید شہسوار جو اب سجادہ نشین مزارِ شیخ طاہر بندگی کا ہے اور پوتا زندہ علی کا بہادر بن چراغ شاہ جو مہر کنی کا کام کرتا ہے۔

۲۳۷۔ مزارات احاطہ تکیہ انبلی والا موجودہ شہر لاہور

اس احاطہ میں دو چار دیواریاں اور تین چبوترے پختہ چونہ گچ موجود ہیں۔ ان پر مزارات حضرات سادات گیلانی سید محمد غوث اوچی حلبی گیلانی کی اولاد کے ہیں جن کا ذکر پہلے چمن میں

---

[1] مفتی صاحب نے شاہ فرید لاہوریؒ کا سال وفات خزینۃ الاصفیا، ۱/۲۰۵ میں بحوالہ تذکرہ نوشاہی ۱۱۵۸ھ لکھا ہے بقول صاحب شریف التواریخ تذکرہ نوشاہی میں شاہ فرید نوشاہی کا نام تک نہیں آیا۔ چہ جائیکہ سال وفات مذکور ہو۔ ملاحظہ ہو :

شرافت نوشاہی ، شریف التواریخ جلد سوم حصہ دوم ۲۱۵ - ۲۲۲ قلمی

[2] یہاں شجرہ نسب درست نہیں ہے۔ بلکہ یوں ہونا چاہیے۔ شیخ عبدالقادر ثانی بن سید حاجی ابوبکر بن سید فتح محمد بن سید سعید بن سید حمید بن سید عبدالقادر بن شاہ حسین بن سید زندہ علی بن سید شاہ سوار بن سید مبارک علی شاہ مرحوم بن پیر اختر حسین دری طاہری مدظلہ اس وقت سجادہ نشین درگاہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ ہیں۔

مذکور ہو چکا ہے۔ ایک چبوترے پر مزار سید صوفی علی کا ان کے باپ کا سید بدرالدین بن سید اسمٰعیل نام تھا۔ علاوہ اس کے سید عمر و سید ہاشم و سید عبدالقادر المشہور شاہ گدا بھی اسی چبوترے پر مدفون ہیں اور چار دیواری میں مزار سید قاسم بن سید صوفی اور ان کی اولاد کی قبور ہیں۔ دوسری چار دیواری میں مزارات حضرت سید میراں شاہ و میر میراں و سید ابوالبرکات شاہ اس کے پاس کے چبوترے پر مزار سید اسمٰعیل کے اور ایک علیحدہ مکان پر مزار حضرت پیر محمد شاہ گیلانی جن کے فرزند دل بند پیر شاہ سردار زندہ و حیات ہیں۔ خدا سلامت رکھے۔

۲۳۸۔ مزار چراغ شاہ قدس سرہٗ

روشنائی دروازہ لاہور کے باہر یہ مزار ہے۔ پہلے یہاں ایک بزرگ سید علی نام گیلانی ملک دکن سے آئے۔ وہ سال ایک ہزار دو سو ستائیس میں فوت ہو کر یہاں مدفون ہوئے۔ ان کے بعد ان کا جانشین چراغ شاہ یہاں مقیم ہوا۔ یہ شخص صاحب عبادت و ریاضت تھا۔ اس نے بہت فروغ پایا اور مدت العمر یہاں رہ کر خدا پرستی و ہدایت و ارشاد میں مصروف ہوا۔ سلسلہ اس بزرگ کا قادریہ تھا قبر چراغ شاہ کی بھی اسی احاطہ کے اندر ہے۔

۲۳۹۔ مزار مرگ نینی قدس سرہٗ

اصلی نام اس بزرگ کا محمد سلطان تھا۔ چونکہ آنکھیں اس کی نہایت خوبصورت تھیں اس واسطے مرگ نینی کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ شجرہ اس کا خاندان قادریہ عالیہ میں اس طرح پر دریافت ہوا ہے کہ محمد سلطان مرید سندھی شاہ کا وہ عاقل شاہ کا وہ ملا شاہ کا وہ سلیمان شاہ کا وہ حضرت نور جمال کا اور وہ محمد شفیع قادری کا اور وہ محمد حیات ولی کا اور وہ حضرت شاہ قمیص قادری سادھوی کا جن کا ذکر خیر پہلے چمن میں تحریر ہو چکا ہے اور ان حضرت حال معلوم نہیں ہوا۔

۲۴۰۔ گنبد مقبرہ حافظ غلام محمد المشہور امام گاموں بن محمد صدیق قدس سرہٗ

یہ مزار شہر لاہور کے اندر مسجد وزیر خاں کی جنوبی دیوار کے پاس ہے۔ یہ بزرگ چند پشت سے مسجد

وزیر خاں کا امام تھا۔ ظاہری علم میں فاضل اجل تھا۔ وعظ بھی اس کا پر تاثیر تھا۔ طریقت میں بیعت اس کی بخدمت عبداللہ شاہ قادری بلوچ کے تھی۔ جن سے اس نے فیض کامل باطنی علم میں پایا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو الٰہ بخش اس کے صاحبزادے امام مسجد بنے اور اب بیٹا ان کا امام محمد امام ہے۔ حافظ غلام محمد شاعر بھی تھے۔ ان کے عاشقانہ ابیات اب تک زبان زد خلق ہیں۔

۲۴۱۔ حضرت پیر ڈہل مجذوب قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار شہر لاہور کے اندر ہے۔ بلکہ وہ تمام محلہ اس بزرگ کے نام سے ڈھل محلہ کہلاتا ہے۔ یہ بزرگ اکبری عہد میں صاحب کشف و کرامت و سکر و جذب تھا۔ بہت سے لوگ اس کی بزرگی کے قائل تھے۔ اب بھی لوگ جمعرات کے روز اس مزار پر جا کر فاتحہ کرتے ہیں۔

۲۴۲۔ حضرت شاہ گردیز ملتانی قدس سرہٗ

ملتان کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب تصرفات ظاہری و باطنی و مدارج صوری و معنوی قطب زمانہ فرد یگانہ فیاض کامل شیخ مکمل تھے۔ حضرت کا قیام مدت مدید تک ملتان میں رہا اور وہاں ہی حضرت کا مزار ہے۔ بعد وفات اظہر کرامت ان کی یہ تھی کہ جو طالب زیارت مزار فیض آثار پر حاضر ہوتا۔ حضرت کے دونوں دست مبارک اس راستے سے جو حسب الوصیت قبر کے تعویذ میں رکھا گیا تھا۔ قبر سے باہر آتے اور طالب کے ساتھ مصافحہ ہوتا۔ یہ کرامت مدت مدید تک جاری رہی۔ آخر ایک شخص نالائق نے جو کوئی ایسی بے ادبی کی تو دست مبارک کا باہر آنا موقوف رہا اس خاندان کے مرید لوگ اب تک ہزاروں موجود ہیں اور حضرت کی اولاد بھی صاحب عزت و حرمت ملتان میں رہتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص مراد شاہ نام جو سرکار انگریز کے دربار میں بڑا معزز تھا۔ اس سال ۱۲۹۲ھ میں فوت ہوا ہے۔

۲۴۳۔ مفتی شیخ محمد مکرم قریشی قدس سرہٗ

لاہور کے بزرگوں اور علماء و فضلاء میں سے یہ بزرگ صاحب شریعت و طریقت و علم و فضل

واقف علوم فقہ وحدیث وتفسیر جامع دولت ظاہری وباطنی تھے۔ اخیر عملداری بادشاہاں چغتائی میں انہوں نے لاہور میں بڑا عروج پایا۔ عہدہ افتاء و قضا دونوں ان کے سپرد تھے۔ جب سلطنت دہلی کی ضعیف ہوگئی اور احمد شاہ درانی نے لاہور فتح کیا تو اس نے بھی اسی بزرگ کو عہدہ افتاء و قضاء کا دیا اور فرمان خاص وخطی خاص محررہ ماہ رمضان ۱۱۲۷ھ[1] لکھ دیا جو مؤلف کتاب کے پاس موجود ہے۔ یہ بزرگ ہم جدی غلام سرور مؤلف کتاب تھا۔ اس طرح پر کہ مفتی محمد تقی[2] قریشی جد پنجم[3] راقم الحروف کے دو بیٹے تھے۔ ایک مفتی محمد تقی اور دوسرے محمد ولی۔ محمد تقی کے بیٹے مفتی رحمت اللہ[4] اور ان کے مفتی رحیم اللہ[5] اور ان کے مفتی غلام محمد اور ان کا فرزند غلام سرور[6] مؤلف کتاب ہے۔ اور محمد ولی کے بیٹے محمد اعظم اور محمد اعظم کے بیٹے یہ بزرگ محمد مکرم تھے جو اپنے زمانے میں سر دفتر علمائے زمانہ ہو گئے۔ مگر افسوس کہ ان کی سبھی اولاد اب نہ تو علم رکھتی ہے اور نہ دولت ظاہری، صرف ذات قریشی ضرور رہیں۔ علم ان کے خاندان سے جاتا رہا۔ مفتی محمد مکرم کے بعد ان کا بیٹا شیخ محمد بخش اور داؤد علی بخش باپ کے بعد خرد سال رہ گئے۔ گذارہ ان کا بہ سبب بے علمی کے باپ کی جائداد کے فروخت پر رہا۔ پھر محمد بخش کا بیٹا قادر بخش اور قادر بخش کا بیٹا نبی بخش ہوا۔ نبی بخش نے لاہور کا رہنا ترک کر کے موضع منج میں سکونت اختیار کی۔ لاہور کی حویلی بھی فروخت کر ڈالی نبی بخش کا بیٹا اب نوردین موضع شاہدرہ میں ایک مسجد کا ملّا ہے اور علی بخش پسر ثانی شیخ مکرم کا بیٹا فیض بخش کا بیٹا امام بخش، امام بخش جدِ مادری راقم الحروف کا تھا۔ اس کا بیٹا کریم بخش اور کریم بخش کا بیٹا امیر بخش لاہور میں موجود ہے۔ جلد سازی کا کام کرتا ہے۔

۲۴۴۔ شیخ علی رنگ ریز قدس سرہٗ

یہ بزرگ لاہور میں بڑا مشہور بزرگ ہے۔ سید جان محمد حضوری کے گوشہ بائب کی طرف اس کا

---

[1] یہ سنہ غلط ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں پنجاب پر مختلف حملے شروع کئے اور ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں فوت ہوگیا

[2] ملاحظہ ہو: چمن پنجم

[3] ایضاً [4] ایضاً

[5] ایضاً [6] ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب ہٰذا

مزار ہے۔ تمام لاہور کے رنگ ریز اس کو اپنا مقتدیٰ و پیشوا تصور کرتے ہیں۔ ہر سال عرس بھی ہوتا ہے
یہ بزرگ دو بھائی شیخ علی و شیخ ولی تغلقیہ سلطنت کے وقت عرب سے لاہور میں آئے اور دکان
رنگریزی کی جاری کی۔ چونکہ ولی کامل تھے۔ تمام لوگ رنگریزان حضرت کے مرید ہوگئے۔ قبول عظیم
پایا۔ بعد وفات یہاں دفن ہوئے۔

۲۴۵۔ شیخ حامد قاری سہروردی قدس سرہٗ

عہد محمد شاہ بادشاہ میں یہ بزرگ لاہور میں بڑے فقیر اور عالم و فاضل و پرہیزگار تھے۔ ایک
کتاب لملفوظ (ملفوظات) ان کے ایک مرید نے جمع کی اور ایک رسالہ حقہ و تماکو کی حرمت میں
انہوں نے خود لکھا۔ باہر شہر کے جہاں ان کی قبر ہے۔ وہاں شہر آباد تھا۔ اسی جگہ حضرت درس
پڑھاتے تھے۔ مولوی[1] تیمور کی خدمت میں ان کی بیعت تھی اور ان کی بخدمت شیخ عبدالکریم اور
ان کی بخدمت مخدوم طیب اور ان کی بخدمت مخدوم برہان اور ان کی بخدمت مخدوم جینن
اور ان کی بخدمت شیخ میلو اور ان کی بخدمت حسام الدین متقی اور ان کی بخدمت شیخ صدر الدین اور
ان کی بخدمت شیخ بہاء الدین بن زکریا ملتانی سنہ ایک ہزار اکہتر میں یہ بزرگ پیدا ہوا اور چودہ جمادی
الثانی سنہ ایک ہزار چھیاسٹھ میں فوت ہوا۔ لاہور کے باہر مزار[2] ہے۔

---

[1] مولوی تیمور لاہوری، لاہور کے فقہاء و مدرسین میں سے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جب حضرت مجدد الف ثانیؒ پر علمائے عرب و ہند نے فتویٰ صادر کیا تو اس پر تیمور لاہوری نے بھی دستخط کیے (عبداللہ خویشگی: معارج الولایت قلمی ذخیرہ آذر) محمد عاقل لاہوری: تحفۃ المسلمین قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

[2] شیخ حامد قاری بارہویں صدی ہجری کے اجل علماء میں سے تھے۔ مکتوبات حامدیہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی، رسالہ مسائل مہم قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی، رسالہ جواز نماز جنازہ قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی، رسالہ دیگر مسائل مہمہ قلمی ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی۔ شیخ حامد قاری کے سخنان کا ایک اور مجموعہ ان کے لائق شاگرد مولانا محمد عاقل لاہوری نے تحفۃ المسلمین کے نام سے مرتب کیا تھا جس میں انہوں نے شیخ حامد سے لے کر حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی تک پنجاب کے اکابر علماء کے حالات بھی لکھے ہیں۔ اس کا نادر خطی نسخہ راقم احقر محمد اقبال مجددی کے کتب خانہ میں ہے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۲۴۶۔ شیخ گھلن شاہ سرمست قادری قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار موری دروازے کے باہر سرکاری باغ کے اندر ہے۔ یہ بزرگ شیخ طاہر قادری لاہوری کے مرید تھے اور مستانے طریق پہ رہا کرتے تھے۔ شیخ طاہر کے چار خلیفہ تھے ایک ابو محمد قادری، دوسرے سیّد صوفی، تیسرے شیخ آدم بنوری، چوتھے شاہ گھلن سرمست۔ جن کا مزار لاہور میں ہے۔

۲۴۷۔ حضرت شاہ حسن ولی کامل قدس سرہٗ

اس بزرگ کا مزار شہر کے اندر ایک مسجد کے صحن میں بمحلہ موچی دروازہ ہے۔ جو مسجد لوہٹروالی کہلاتی ہے۔ موجود ہے۔ طریق اس بزرگ کا سہروردیہ سنا جاتا ہے، مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ بزرگ کس زمانے میں ہوئے ہیں۔ مکان نہایت متبرک اور پرفیض ہے۔

ملاحظہ ہو:

(۱) محمد صادق لاہوری ، تحفۃ المسلمین قلمی مملوکہ محمد اقبال مجددی

(۲) ایضاً ، شرح شمائل ترمذی قلمی مملوکہ مولانا امیر شاہ قادری۔ پشاور

(۳) فوق محمد دین ، تذکرہ علماء و مشائخ لاہور ۱۶-۱۷

خاتمہ تالیف کتاب منجانب مؤلف

الحمدللہ والمنۃ کہ یہ حدیقہ بے خار و گلزار و تازہ بہار بفضل کردگار یعنی تذکرہ ابرار فی اخبار حضرات الاخیار میں موسم کے وقت اپنے پھل پھول پر آیا۔ مؤلف نے اپنا دلی مطلب پا یا۔ مقام شکر و تسلیم ہے کہ خداوند کریم نے مجھ عاصی رُو سیاہ گناہ گار کو اپنے دوستوں کا مشتاق بنایا ہے۔ محبت کا رستہ دکھلایا ہے اور یہ توفیق دی ہے کہ میں کبھی اپنے وقت عزیز کو حضرات اولیاء کے ذکر میں صرف کروں اور ان کی الفت سے بہرہ پاؤں۔ اگرچہ میں ناکارہ کجا اور یہ کار کجا، مگر یہ شوق مجھ کو صرف حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی کی محبت میں حاصل ہوا اور محض یہ حضرت محبوب کی توجہ ہے کہ مجھ بے کار آدمی سے ایسے ایسے کار سرزد ہونے لگے، بلکہ ایک عاجز ناتوان کو یہ قوت بخشی گئی کہ پہلے اس سے اسی جزو کی کتاب خزینۃ الاصفیاء نام بزرگوں کے حال میں اس نے لکھی اور ہر ایک بزرگ کے ذکر کے خاتمے پر تاریخی مادے بھی لکھے، مگر وہ کتاب فارسی میں اور بہت بڑی تھی اور شائقین ملک پنجاب کا یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا تھا کہ کتنے بزرگ پنجاب کے ملک میں صاحبِ طریقت گذرے ہیں۔ اب اس مختصر اردو زبان کی کتاب لکھنے میں وہ دقت رفع ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو اولیائے اللہ کی محبت کا شائق کرے اور خدا کرے کہ اس زمانے میں کوئی ایسا ہادی پیر طریقت مل جائے کہ اس کی رہنمائی سے میرے جیسے گمراہ راہ پر آئیں، خدا کی محبت کا راستہ پائیں۔ کیونکہ اب یہ لوگ عنقا ہو گئے ہیں اور محبت کا حرف لوگوں کے لوحِ سینہ سے حک ہو گیا ہے۔ باطنی تو کجا ظاہری محبت کا بھی نام و نشان باقی نہیں رہا جو مسلمان پہلے اپنی زبان سے دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ ذرا سے اپنے فائدے کے لیے دوستوں سے ایسے روگرداں ہوتے ہیں کہ منہ دکھانا اور دیکھنا نہیں چاہتے۔ خیر!

قطعہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

مردمانے کہ اندریں چین اند — کہ ملائک گہے شیاطین اند

ہمیں مرداں بباید ساخت — چہ توان کرد مرداں اینند

حضرات اہل محبت و عرفان کی محبت ہے۔ ایسے ناپرساں وقت میں جس کو خداوند تعالیٰ نصیب کرے غنیمت ہے۔ گو بظاہر کوئی صاحب محبت نہیں ملتا۔ مگر باطنی نسبت ان خدا دوستوں کے ساتھ جو اس ناپرساں وقت سے اوّل گذر چکے ہیں۔ رکھنی ایک ضروری امر ہے اور یہ ہماری ذریعہ گناہ گاروں کی بخشش کا خدا کے حضور میں ہوگا۔

بقول سعدی علیہ الرحمۃ:

شنیدم کہ در روز امید و بیم | بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

قطعات تاریخ خاتمہ اس کتاب کے جو میرے عزیزوں نے لکھ کر دیے ہیں۔ وہ ذیل میں درج ہوتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

از رائے کنھیا لال صاحب بہادر تخلص ہندی

چمن ثانی نہیں ہے کوئی اس کا | اگر ہے تو فقط خلد بریں ہے
نشاط انگیز ہے یہ تازہ گلزار | کرے سیر اس کی جو اندوہ گیں ہے
یہ رنگین باغ باغ اولیا ہے | خزاں کا دخل کچھ اس میں نہیں ہے
بسال خاتمہ ہندی سے ہاتف | پکارا گلشن بے خار و دیں ہے ۱۲۹۲ھ

از مفتی غلام حیدر صاحب لاہوری خلف مؤلف

بفضل حق ہوا جب یہ حدیقہ | بفرق عندلیب دل گل افشاں
تر و تازہ ہوا مانند فردوس | گل افشانی سے اس کے باغ دوراں
اسی بستان کے ذوق و شوق میں ہے | ہمیشہ عندلیب جان غزل خواں
قیامت تک پھلا پھولا رہے گا | یہ رنگین باغ مثل باغ رضواں
لکھی حیدر نے یہ تاریخ تالیف | کہ طرفہ گلستان اہل عرفاں ۱۲۹۲ھ

از ڈاکٹر سید شاہ صاحب الفت لاہوری

یہ کیا سر سبز باغ سروری ہے — کہ جس سے تازہ گلزار جہاں ہے
یہی ہے جلوہ گاہ اہل توحید — یہی نظارہ گاہ عارفاں ہے
شگفتہ باغ دنیا میں یہ گلزار — رہے جب تک زمین و آسماں ہے
لکھا ہے اولیا کا اس میں احوال — بیان اس میں بزرگوں کا بیاں ہے
یہ سال خاتمہ ہے اس کا الفت — کہ یہ کیا گلستان بے خزاں ہے ۱۲۹۲ھ

از مفتی غلام صفدر صاحب لاہوری خلف مؤلف

ہے یہ کیا رنگین حدیقہ واہ واہ — لال ہے تعریف میں جس کے زبان
فقرہ اس کا ہے رشک چمن — داستان رنگین ہے اور رنگین بیان
جو خدا کے دوست تھے پنجاب میں — حال ان کا اس سے ہوتا ہے عیان
در در کہتے ہیں اسی کا رات دن — جتنے اہل بندگی ہیں بندگان
مصرعہ تاریخ کر صفدر رقم — حرز جان تازہ بہار عاشقاں ۱۲۹۲

از مفتی چراغ دین صاحب روشن لاہوری

چوں شگفت اندر جہاں ایں تازہ باغ — یافت چوں بستاں جنت برتری
گشت زاب و تاب ایں رنگین چمن — گلبن خاطر زخار غم بری
سر ور لاہور زین تالیف نیک — کرد اندر سروراں حاصل سری
حق ادرا در خطۂ پنجاب داد — خوبی و نام آوری و بہتری
ہاتفم روشن بسال اختتام — گفت نادر گلستان سروری ۱۲۹۲

از غلام اکبر صاحب لاہوری

چو سر سبز گردید ایں تازہ باغ — بہ فضلِ خدا مثل باغ جنان
نظر تازہ کردند ہر چار سُو — ز نظارہ اش مردماں جہان
چو سوسن زباں آور آں سر بسر — کشادند در ذکرِ وصفش زبان
زمانہ ز سیر ابیش سبز شد — زمین سبز شد سبز شد آسمان
رقم کرد اکبر بتاریخ او — کہ عالی مکان گلشنِ بے خزاں ١٢٩٣

از چراغ دین صاحب لائق لاہوری

ختم جس دم یہ حدیقہ ہو گیا — ہو گیا تازہ شگفتہ لالہ زار
باغ دنیا میں نیا پھولا یہ پھول — رنگ پر آئی نئی رنگین بہار
کاٹ ڈالے باغبانِ دہر نے — جس قدر تھے گلشنِ عالم میں خار
بار بار آیا وہ اس کی سیر کو — غور سے دیکھا ہے جس نے ایک بار
اب تو لائق اس کا سالِ اختتام — لکھ گرامی گلشن تازہ بہار ١٢٩٢ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب نایاب جس میں جمہور اولیا۔ اور عارفانِ باخدا کا صحیح صحیح تاریخی حال اور ان کے خوارق وکرامات کا ذکر ہے۔ بسلسلہ خانوادہ قادریہ چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ اور احوال خاندان متفرق کاملین کلی اور حال مجاذیب ومجانین ذکور واناث نام جس کا حدیقۃ الاولیاؔ ہے۔ تصنیف ماہر علوم وفنون مفتی غلام سرور صاحب لاہوری کہ بڑے واقف تاریخ باستانی کے ہیں۔ مصنف موصوف نے ایسی ایسی نادر کتابوں کی تصنیف میں وقت صرف کر کے ذخیرۂ نیک نامی دو جہاں کا حاصل کیا ہے اور خزینۃ الاصفیا۔ بہت مطول جو بزرگوں کے حالات سے

مملو ہے۔ انہیں مصنف ممدوح کی تالیفات سے ہے۔

پس کتاب موصوف بخطِ پاکیزہ حسب خواہش شائقین بمطابقت اصل مطبع نامی منشی نول کشور واقع کانپور میں سرپرستی عالی جناب معلّی القاب امیر باذل سخی دریا دل بلند ہمت خوش خو منشی پراگ نرائن صاحب بھارگو مالک مطبع دام اقبالہ بہ تصحیح تمام و تنقیح مالا کلام بماہ جون ۱۹۰۶ء بار چہارم طبع ہوئی۔ خداوند دو جہاں مقبول انام فرمائے۔

حدیقۃ الاولیا کی اس اشاعت میں ان مشائخ کرام کی خود نوشت تحریرات کے عکس شامل کیے گئے ہیں:

۳۲۔ تحریر حضرت شاہ رضا قادری لاہوریؒ۔ بر ورق اول کتاب مطالع الطالبین خطی۔ مخزونہ کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی

۳۷۔ مناجات حضرت شاہ محمد غوث لاہوری بن حضرت سید حسن پشاوریؒ حال بملک مولانا محمد امیر شاہ قادری پشاوری۔

۴۳۔ مکتوب شریف بخطِ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ مملوکہ مولانا سید ابوالحسن دہلی ماخوذ از کتاب عرفانیات باقی

۹۴۔ ترقیمہ رسالہ علم میراث کتبہ و مؤلفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ۔ مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین صاحب قصور۔

۱۴۹۔ اجازت نامہ بخط حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ خدا بخش۔ پٹنہ

۱۵۴۔ سند بخاری شریف بخط و مہر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین صاحب قصور۔

- تحریر و مہر حضرت مولانا محمد باقر بن شرف الدین لاہوری خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی حال بملک مولانا عبدالرشید۔ مالک مرکزِ نوادر کتب خانہ رشیدیہ لاہور
- تحریر و مہر حضرت شاہ عبدالاحد معروف بہ میاں گل محمد مجددی۔ مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی۔

هی منا د لہ مال بمال بتن اخس من الجاہلین ه محمد باقر

اقادیر المکرہ کلها باطلہ ه

مہر و تحریر مولانا محمد باقر بن شرف الدین لاہوری مصنف کنز الہدایات - حررہ محمد اقبال مجددی ۱۳۹۵ء

مہر و تحریر شاہ عبد الاحد معروف بہ میاں کالو بن حاجی غلام محمد معصوم بن شیخ محمد اسمٰعیل بن شیخ محمد صبغۃ اللہ بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رح بر ورق اول خطی نسخہ مکتوبات حضرت مجدد رح (مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی) ثبت است ۔ حررہ

عبارت مہر بدین طور است " سرو باغ احمد و معصوم و قیوم الزمان
عارفین و حاجی و عبد الاحد باشد عیان " ۱۱۸۸ھ

محمد اقبال مجددی
۱۳۹۵ھ

ضمیمہ

مزارات لاہور کا موجودہ محل وقوع

مرتبہ : میاں محمد دین کلیم

شمار	نام بزرگ	پتہ مطابق حدیقۃ الاولیاء	موجودہ محل وقوع
۱	میر سید شاہ فیروز قدس سرہٗ	تکیہ ڈنڈی گراں	نزد باغ مہاں سنگھ ناز سینما چیمبر روڈ
۲	سید محمود حضوری لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز	شرک میاں میر پہ	علامہ اقبال روڈ بالمقابل دین بازار گڑھی شاہو
۳	شیخ ابواسحٰق قادری لاہوری قدس سرہٗ	موضع مزنگ	روضہ ابواسحٰق سٹریٹ ٹمپل روڈ
۴	سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہٗ	موضع بابو صابو	بابو صابو
۵	شیخ حسین المشہور بہ لال حسین لاہوری	لاہور	مادھو لال حسین سٹریٹ باغبانپورہ
۶	شاہ شمس الدین قادری لاہوری	لاہور	چمبہ ہاؤس ملیں ریس کورس روڈ
۷	عاشق لاابالی شاہ خیر الدین ابوالمعالی لاہوری بن سید رحمت اللہ بن سید فتح اللہ کرمانی قادری		شاہ ابوالمعالی سٹریٹ گوالمنڈی
۸	شیخ محمد طاہر قادری نقشبندیؒ		قبرستان میانی
۹	شیخ محمد میر المشہور بہ میاں میر قادری لاہوری	لاہور	میاں میر نزد [illegible] ریلوے سٹیشن
۱۰	سید شاہ طلال بن سید عثمان بن سید عیسیٰ قادری لاہوری	بیرون دہلی دروازہ لاہور	قبرستان نزد حاجی یحییٰ کالونی باغ راجہ دینا ناتھ، سلطان پورہ روڈ لاہور
۱۱	شیخ مادھو قدس سرہ العزیز		مادھو لال حسین سٹریٹ باغبانپورہ
۱۲	خواجہ بہاری علیہ رحمت اللہ الباری قادری لاہوری	متصل روضہ میانمیر	قصبہ میانمیر۔ بالمقابل مقبرہ حضرت میانمیر
۱۳	سید جان محمد حضوری بن شاہ نور بن سید محمود حضوری قدس سرہٗ	موضع گڑھی شاہو	علامہ اقبال روڈ بالمقابل دین بازار گڑھی شاہو
۱۴	سید عبد الرزاق المشہور شاہ چراغ قادری لاہوری	لاہور	متصل ہائی کورٹ

شمار	نام بزرگ	پتہ بمطابق حدیقۃ الاولیاء ۱۸۷۵ء	موجودہ محل وقوع
۱۵	شیخ شاہ محمد المشہور بہ ملا شاہ قادری لاہوری	بیرون مزار میاں میر بالا پیر	اندرون موضع میانمیر
۱۶	شاہ رضا قادری شطاری لاہوری	لاہور	نزد بتی بازار پولیس سٹیشن۔ جج محمد لطیف سٹریٹ
۱۷	عنایت شاہ قادری شطاری لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	شاہراہ فاطمہ جناح
۱۸	حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	بیرون دہلی دروازہ نزد لائبریری لاہور کارپوریشن
۱۹	شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قادری	موضع مزنگ	کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ
۲۰	شاہ کاکو چشتی لاہوری قدس سرہٗ	لاہور بیرون دہلی دروازہ	لنڈا بازار، اب یہ مزار نہیں ہے۔
۲۱	شیخ جان اللہ چشتی صابری لاہوری	لاہور	نسبت روڈ
۲۲	شیخ حاجی عبدالکریم چشتی لاہوری	متصل باغ زیب النساء بیگم	نواں کوٹ قادر پارک
۲۳	شیخ عبدالخالق لاہوری چشتی صابری قدس سرہٗ	لاہور	عقب برکت علی محمڈن ہال نزد مندر بالمیکاں
۲۴	شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری	لاہور	"
۲۵	شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری	لاہور	"
۲۶	شیخ خیرالدین المشہور بہ خیر شاہ لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	"
۲۷	شیخ حاجی رمضان لاہوری چشتی قدس سرہٗ		نزد مقبرہ شیخ طاہر بندگی میانی
۲۸	شیخ فیض بخش لاہوری صابری چشتی قدس سرہٗ		
۲۹	حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری المشہور بہ حضرت ایشاں نقشبندی قدس سرہٗ	لاہور	بیگم پورہ نزد یتیم خانہ دارالفرقان
۳۰	شیخ سعدی بلخاری مجددی لاہوری	مزنگ	سعدی پارک لٹن روڈ سعدی سٹریٹ
۳۱	شیخ محمود شاہ نقشبندی مجددی لاہوری	متصل مقبرہ قبولن شاہ	گھوڑے شاہ روڈ، سلطان پورہ
۳۲	شیخ عبدالجلیل المعروف بہ قطب عالم چوہڑ بندگی قریشی حارثی ہنکاری لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	میکلوڈ روڈ بالمقابل آبادی قلعہ گوجر سنگھ
۳۳	سید عثمان المشہور شاہ جھولا بخاری لاہوری قدس سرہٗ	تہ خانہ قلعہ اکبری لاہور	شاہی قلعہ لاہور

شمار	نام بزرگ	پتہ مطابق حدیقۃ الاولیاء ۱۸۶۵ء	موجودہ محل وقوع
۳۴	شیخ موسیٰ آہن گر لاہوری قدس سرہٗ	متصل قلعہ گوجر سنگھ	میکلوڈ روڈ بالمقابل آبادی قلعہ گوجر سنگھ
۳۵	سید قبولن شاہ المشہور گھوڑے شاہ لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	آبادی گھوڑے شاہ گھوڑے شاہ روڈ
۳۶	شیخ حسن کنجڈ المشہور حسو تیلی لاہوری قدس سرہٗ		ایبٹ روڈ نزد عمارت لیڈی جمعیت سنگھ زچہ بچہ ہسپتال نیویں گراؤنڈ
۳۷	میراں محمد شاہ المشہور سید موج دریا بخاری لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	ایڈورڈ روڈ لاہور۔ بالمقابل اے جی آفس
۳۸	سید سلطان جلال الدین حیدر بن صفی الدین بخاری	اندر خانقاہ بی بی پاکدامناں	اندرون احاطہ بی بیاں پاکدامناں
۳۹	حضرت شاہ جمال سہروردی لاہوری قدس سرہٗ	موضع اچھرہ	شاہ جمال کالونی اچھرہ
۴۰	شیخ جان محمد سہروردی لاہوری قدس سرہٗ	مسجد قصاب خانہ لاہور	گاؤں گراؤنڈ گڑھی شاہو نزد مسجد مولوی تاج دین
۴۱	شیخ محمد اسماعیل لاہوری المشہور میاں کلاں قدس سرہٗ	لاہور	اندرون خانقاہ میاں وڈا، آبادی درس میاں وڈا
۴۲	شیخ جان محمد ثانی لاہوری سہروردی قدس سرہٗ	نزد مزار میاں وڈا	ایضاً
۴۳	شیخ محمد اسماعیل محدث و مفسر لاہوری قدس سرہٗ	لاہور کے جنوب کی طرف	ہال روڈ
۴۴	شیخ ایاز لاہوری قدس سرہٗ	اندر شہر لاہور	چوک رنگ محل
۴۵	شیخ علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری المخاطب بہ داتا گنج بخش قدس سرہٗ	اپنی خانقاہ میں	بیرون بھاٹی دروازہ
۴۶	سید حسین زنجانی قدس سرہٗ		میراں حسین پارک چاہ میراں
۴۷	سید احمد توختہ ترمذی لاہوری قدس سرہٗ	محلہ چہل بیبیاں طویلہ غلام محی الدین	محلہ چہل بیبیاں اندرون موچی دروازہ
۴۸	سید یعقوب المخاطب صدر دیوان زنجانی لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	ہسپتال روڈ لاہور

شمار	نام بزرگ	پتہ مطابق حدیقۃ الاولیاء ۱۸۶۵ء	موجودہ محل وقوع
۴۹	سید شیخ عزیز الدین مکی لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	راوی روڈ پیر مکی سٹریٹ
۵۰	سید مٹھا لاہوری قدس سرہٗ	اندرون شہر لاہور	سید مٹھا بازار
۵۱	شیخ سید ابو اسحٰق گازرونی المشہور میسلں بادشاہ لاہوری قدس سرہٗ	مسجد وزیر خاں کے اندر	اندرون مسجد وزیر خاں تہہ خانہ میں
۵۲	سید ابو تراب المعروف بہ شاہ گدا حسینی شطاری لاہوری قدس اللہ سرہٗ		ریلوے کالونی، نزد گڑھی شاہو، نزد برٹ انسٹیٹیوٹ
۵۳	خواجہ ایوب قریشی لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	قبرستان بی بی پاکدامناں
۵۴	شیخ فتح شاہ شطاری لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	اب نشان نہیں ہے۔
۵۵	شیخ حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہٗ	روبرو نیلا گنبد پشت بازار انارکلی	بنک اسکوائر
۵۶	شیخ میر محمد یعقوب لاہوری قدس سرہ العزیز	متصل موضع مزنگ	وارث روڈ میانی
۵۷	مولوی غلام فرید لاہوری قدس سرہ العزیز	گورستان میانی	میانی
۵۸	مفتی رحیم اللہ بن مفتی رحمت اللہ قدس سرہٗ	لاہور	
۵۹	مولوی غلام رسول فاضل لاہوری قدس سرہٗ		قبرستان میانی
۶۰	شیخ لدھے شاہ موتنہ سانہ لاہوری قدس سرہٗ	لاہور۔	قبرستان حضرت شاہ محمد غوث بیرون دہلی دروازہ
۶۱	سید منور علی شاہ نقشبندی سہروردی لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	قبرستان میانی نزد مقبرہ حضرت طاہر بندگی قادری
۶۲	مولانا جان محمد لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	
۶۳	مولوی غلام اللہ فاضل لاہوری قدس سرہٗ	لاہور	قبرستان میانی
۶۴	مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی لاہوری	گورستان بی بی پاکدامناں	قبرستان بی بی پاکدامناں
۶۵	سائیں قطب شاہ لاہوری قدس سرہٗ	موضع کھوئی میراں	کوٹ خواجہ سعید نزد محراب قدیم

شمار	نام بزرگ	پتہ بمطابق حدیقۃ الاولیاء ۱۸۶۵ء	موجودہ محلِ وقوع
۶۶	میاں مونگر مجذوب لاہوری قدس سرہٗ		
۶۷	معصوم شاہ مجذوب لاہوری	بیرون دہلی دروازہ	انارکلی، مکی مسجد
۶۸	مستقیم شاہ لاہوری فیض پور مجذوب	فیض پور	فیض پور
۶۹	فقیر آبے شاہ مجذوب لاہوری	بیرون موچی دروازہ	گوالمنڈی چیمبرلین روڈ نزد پرانی سبزی منڈی
۷۰	نظام شاہ لاہوری مجذوب	گورستان میانی	میانی، تکیہ نظام شاہ
۷۱	مستان شاہ لاہوری مجذوب	لاہور	میانی، تکیہ مستان شاہ
۷۲	جلی شاہ مجذوب لاہوری		
۷۳	مزارات حضرات بی بیاں پاکدامناں، (بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر، بی بی شہباز)	لاہور	آبادی بی بیاں پاکدامناں محمد نگر
۷۴	بی بی فاطمہ سیدہ المشہور بی بی وڈتی	بیرون مزار میراں محمد شاہ	لیک روڈ پرانی انارکلی
۷۵	بی بی جمال خاتون قدس سرہٗ	اندر احاطہ خانقاہ حضرت میانمیر	کراچی ریلوے لائن اور میانمیر گاؤں کے درمیان
۷۶	مائی بھاگی لاہوری قدس سرہٗ		اب نشان مٹ چکا ہے (سلطان پورہ)

مآخذ مقدمہ و حواشی

مخطوطات

۱۔ آدم بنوڑی، شیخ : خلاصۃ المعارف ، ۱۰۳۷ھ بخطِ مولانا محمد امین بدخشی۔ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔ لاہور

۲۔ احمد علی استرآبادی : تذکرہ مقیمی (احوال مشائخ حجرہ شاہ مقیم) ۱۱۷۲ھ مخزونہ کتاب خانہ گنج بخش۔ مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۔ راولپنڈی

۳۔ احمد بیگ میرزا لاہوری : رسالۃ الاعجاز (حالات مشائخ سلسلۂ نوشاہیہ) ۱۱۰۷ھ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی۔ ساہن پال گجرات

۴۔ احمد بن محمود : لطائف نفسیہ۔ مخزونہ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

۵۔ اسحاق قادری کشمیری : چہل حلیۃ العارفین۔ ذخیرہ حافظ محمود خاں شیرانی کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور نمبر ۲ / ۱۲۹۳ / ۴۳۴۶

۶۔ باہو سلطان : کلید التوحید۔ ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری۔ کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی

۷۔ بختاور خاں : مراۃ العالم۔ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور نمبر I ۵۶ / ۴ پ

۸۔ پیر محمد لاہوری : خوارقات شاہ قمیص قادری۔ ذخیرہ سراج الدین آذر کتابخانہ دانشگاہ پنجاب نمبر ۱۱۹ - T

۹۔ تاج الدین احمد برنی : سراج الہدایہ (ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں بخاری) مملوکہ محمد اقبال مجددی

۱۰۔ حامد سلطان : مناقب سلطانی (احوال حضرت سلطان باہو) ۱۲۸۱ھ ذخیرۂ شیرانی ۴۲۰ / ۲۷۵۲

۱۱۔ خاوند محمود، خواجہ لاہوری : رسالہ محمودیہ (احوال و مشائخ خود و ذکرِ اولادِ خود) مملوکہ انبالہ بک بائنڈنگ لاہور۔

۱۲- خلاصۃ العارفین : (ملفوظات خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ) مکتوبہ ۱۰۳۲ھ مملوکہ مولوی عبدالخالق قدوسی صاحب لاہور

۱۳- رحیم بخش فخری : شجرۃ الانوار فخری (احوال مشائخ چشت خصوصاً شاہ فخر دہلویؒ) ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم کراچی میوزیم

۱۴- رضا قادری شاہ لاہوری : ارشاد العاشقین ۱۰۶۰ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی

۱۵- زمرد : احوال و آثار ملا شاہ بدخشی۔ مقالہ برائے حصول درجہ پی ایچ ڈی دانش گاہ پنجاب لاہور۔

۱۶- سعد اللہ بن عبدالرحمٰن : سجر السرائر۔ مملوکہ مولوی حکیم الہ بخش انصاری۔ ملتان

۱۷- سعید نامہ (قصائد فارسی در مدح و مناقب حاجی محمد سعید لاہوری) مملوکہ چودھری عبدالوحید لاہور

۱۸- سلیمان بن شیخ سعد اللہ : احوال مشائخ کبار (ملفوظات شیخ محمد اشرف لاہوری) مملوکہ محمد اقبال مجددی

۱۹- شرافت نوشاہی سید : شریف التواریخ (احوال مشائخ سلسلہ نوشاہیہ) ۱۳۵۵-۱۳۹۴ھ سہ جلد مملوکہ مصنف مدظلہ

۲۱- صداقت محمد ماہ کنجاہی : ثواقب المناقب ۱۱۲۷ھ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

۲۲- عبداللہ مارواڑی اوچی : مناقب الاصفیاء (معاصر سید حامد گنج بخشؒ) مملوکہ سید نور محمد صاحب گجرات پاکستان

۲۳- عبدالباقی جمی قادری : مقامات داودی (احوال شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی) ۱۰۵۶ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی

۲۴- عبدی عبداللہ خویشگی قصوری : معارج الولایت ۱۰۹۴ھ ذخیرہ آذر ۲۵ - H

۲۵- ایضاً : اخبار الاولیاء ۱۰۷۷ھ مملوکہ مولانا سید محمد طیب ہمدانی۔ قصور

۲۶- عبدالفتاح بن محمد نعمان بدخشی : مفتاح العارفین (احوال مشائخ خصوصاً سلسلہ مجددیہ) ۱۰۷۸ھ ذخیرۂ شیرانی نمبر ۱۶۱۳/۲۲۳۴

۲۷- عبدالحق شیخ : زاد المتقین (احوال شیخ علی متقی و عبدالوہاب متقی وغیرہ) مملوکہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لاہور۔

۲۸- عبرت محمد قاسم لاہوری : عبرت نامہ ۱۱۳۵ھ ذخیرۂ آذر H-62

۲۹- علی اصغر گیلانی : شجرۃ الانوار (انساب مشائخ اوچ) ۱۱۹۲ھ کتابخانہ دانشگاہ پنجاب

۳۰- علی اکبر اردستانی : مجمع الاولیاء ، ذخیرۂ آذر H - 8

۳۱- علی بن احمد الغوری : کنز العباد فی شرح الاوراد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ، مکتوبہ درسمرقند ۷۵۰ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۳۲- عمر بخش رسول نگری : مناقبات نوشاہی ۔ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

۳۳- میر غلام کشمیری : خوارق العادات (احوال سید حسن پشاوری) ۱۱۸۹ھ مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری پشاور

۳۴- غلام قادر نوشاہی : بیاض قادری مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

۳۵- غلام عبد القدوس : حدائق داؤدی (احوال مشائخ سلسلہ صابریہ) ذخیرۂ شیرانی نمبر ۱/ ۸۴۷/ ۲۸ ۳۹

۳۶- غلام علی دہلوی شاہ : رسالہ در حالات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مملوکہ محترمہ پاشا بیگم راولپنڈی

۳۷- ایضاً : رسالہ طریق مجددیہ ۔ مملوکہ جی معین الدین صاحب لاہور

۳۸- فقیر غلام محی الدین لاہوری : تشریف الفقراء ، مملوکہ سید شرافت نوشاہی

۳۹- غلام محی الدین کنجاہی : مجمع التواریخ بخطِ والدِ مصنف مولوی محمد صالح کنجاہی ۔ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۴۰- کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور نمبر ۶۹، ۲۹۷-احسا

۴۱- پیر کمال بن عثمان لاہوری : تحائفِ قدسیہ (احوال مشائخ نوشاہیہ) ۱۱۸۶ھ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی۔

۴۲- گُل محمد نوشاہی : لطائفِ گُل شاہی ۔ مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

۴۳- لعلی ، لعل بیگ : ثمرات القدس (بعد ۱۰۱۷ھ) مملوکہ مولانا نصرت نوشاہی شرقپور پاکستان

۴۴- محمد غوث اوچی سید : دیوان شاہ محمد غوث اوچی ۔ ذخیرہ آذر نمبر ۱۸۴

۴۵- محمد قریشی شاہ : مخزن ہدایت و مرات المعرفت ۱۲۸۱ھ ذخیرہ آذر نمبر ۸۲۳۱

۴۶- ملّا شاہ بدخشی : رباعیات ملّا شاہ۔ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۵۹ - ۷ی/ ۸ ۴ی ،
مثنویات ۱۵۸- ۱ی/ ۷ ۴ی
۴۷- محمد حیات حافظ : تذکرہ نوشاہی ۱۱۴۶ھ مملوکہ سید شرافت نوشاہی
۴۸- محمد صادق : کلمات الصادقین ۱۰۲۳ھ مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات پاکستان
۴۹- محمد بلاق : مطلوب الطالبین ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی
۵۰- محمد اشرف مولانا بن خواجہ محمد معصوم سرہندی : حل المغلقات فی الرد علی اہل الضلالات۔
تصحیح و حواشی محمد اقبال مجددی۔ زیر ترتیب
۵۱- محمد امین چترائی : مناقب مخدومین۔ مملوکہ جناب سید سعید علی شاہ ——— لاہور۔
۵۲- محمد امین بدخشی : نتائج الحرمین (احوال حضرت شیخ آدم بنوڑی) کتابخانہ مولانا فضل صمدانی
مہمانہ ماڑی پشاور۔
۵۳- محمد عمر چمکنی میاں : ظواہر (احوال شیخ سعدی لاہوری) ۱۱۱۲ھ ذخیرۂ شیرانی نمبر ۳۸۰
۵۴- محمد اعظم کشمیری : فیض مراد۔ کتابخانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۱۱۴۲/ ۴۱۹۵
۵۵- محمد صالح کنجاہی : سلسلۃ الاولیاء ۱۲۶۷ھ بخط مصنف مملوکہ پروفیسر احمد حسین احمد گجرات
۵۶- محمد ادریس اعوان ڈاکٹر : شرح احوال و آثار شاہ محمد غوث گوالیاری و تصحیح بحر الحیات۔ مقالہ
برائے حصول درجہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ دانش گاہ طہران ۱۹۷۲ء مملوکہ محمد اقبال مجددی
۵۷- محمد عاقل لاہوری : تحفۃ المسلمین (مسائل مذہبی و احوال اساتذۂ مؤلف) ۱۱۶۰ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی
۵۸- محمد رفیع اخوند : قران السعدین (احوال شیخ محمد سعید لاہوری و اخوند محمد مسعود پشاوری)
۱۱۶۲ھ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔
۵۹- محمد اشرف بن شیخ یونس لاہوری : جامع الفوائد۔ مملوکہ محمد اقبال مجددی
۶۰- محمد اقبال مجددی : حیات حاجی محمد سعید لاہوری۔ زیر ترتیب ۱۹۷۴ء
۶۱- ایضاً : حیات شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری زیر تکمیل ۱۹۷۴ء
۶۲- معین الدین بن خواجہ خاوند محمود کشمیری : المرفقۃ القلوب مملوکہ حاجی معین الدین لاہور
۶۳- ایضاً : کنز السعادت۔ مخزونہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور نمبر ۲/۲۹۷ مبین
ش ۲۹۷/۶- غ ۱۰- ۱۱

۶۴- مشتاق رام گجراتی : کرامت نامہ ۱۱۳۲ھ (حالات شاہ دولہ دریائی گجراتی) مملوکہ سید شرافت نوشاہی

۶۵- نصیب الدین کشمیری بابا : نور نامہ (احوال مشائخ کشمیر) ذخیرۂ شیرانی نمبر ۶۳۸/۳۶۵۹

۶۶- وحید امین اللہ ڈاکٹر : الرسالۃ الخاقانیہ (متن انتقادی) مع احوال و آثار ملا عبدالحکیم سیالکوٹی مقالہ دانشگاہ پنجاب ۱۹۶۸ء

۶۷- یعقوب بن عثمان غزنوی خواجہ : رسالۂ ابدالیہ۔ کتابخانہ برٹش میوزیم نمبر ۱۷۷۴ روٹوگراف مملوکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور

مطبوعات عربی

۶۸- عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر (ہشت جلد) حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ - ۱۹۷۰ء

۶۹- محسن ترہتی : الیانع الجنی دیوبند ۱۳۴۹ء

۷۰- محمد عبداللہ خالدی : البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ۔ مصر ۱۳۱۹ھ

۷۱- محمد مظہر مجددی : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ۔ قزان ۱۸۹۶ء

۷۲- نورالدین ابوالحسن : بہجۃ الاسرار، مصر ۱۳۰۴ھ

مطبوعات فارسی

۷۳- آزاد میر غلام علی بلگرامی : مآثر الکرام۔ دفتر اول آگرہ ۱۳۱۰ھ

۷۴- ابوالفضل : آئین اکبری بہ تصحیح سر سید احمد خاں، دہلی ۱۲۷۲ھ

۷۵- ابوالمعالی شاہ لاہوری : تحفۃ القادریہ سیالکوٹ ۱۳۱۰ھ

۷۶- اصغر علی : جواہر فریدی لاہور ۱۸۸۸ء

۷۷- احمد ابوالخیر مکی : ہدیہ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانیؒ) کانپور ۱۳۱۳ھ

۷۸- امام بخش : حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار۔ مطبوعہ

۷۹- امام دین : نافع السالکین لاہور ۱۲۸۵ھ

۸۰- الہدیہ چشتی : سیر الاقطاب۔ لکھنؤ ۱۹۱۳ء

۸۱- امیر خرد : سیر الاولیاء، دہلی ۱۳۰۲ھ

۸۲- باقی باللہ خواجہ ، کلیاتِ خواجہ باقی باللہ دہلوی مرتبہ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لاہور ۱۹۶۷ء

۸۳- ایضاً : مشائخ طرق اربعہ کراچی ۱۹۶۹ء

۸۴- بدرالدین سرہندی : وصالِ احمدی کراچی ۱۳۰۸ھ

۸۵- ایضاً : حضرات القدس - دفتر دوم مرتبہ محبوب الٰہی لاہور

۸۶- بایزید بیات : تذکرہ ہمایوں و اکبر - کلکتہ ۱۹۴۱ء

۸۷- بشیر حسین ڈاکٹر : فہرست مخطوطات شیرانی سہ جلد لاہور ۱۹۶۸ء --- ۱۹۷۳ء

۸۸- ایضاً : فہرست مخطوطات شفیع لاہور ۱۹۷۲ء

۸۹- برنی ضیاءالدین : تاریخ فیروز شاہی کلکتہ ۱۸۶۲ء

۹۰- بہاءالدین کشمیری : سلطانی (احوال سلطان حمزہ کشمیری) لاہور ۱۹۲۳ء

۹۱- پیر محمد لاہوری : حقیقت الفقراء لاہور ۱۹۶۶ء

۹۲- جامی مولانا : نفحات الانس لکھنؤ ۱۳۱۷ھ

۹۳- جہانگیر بادشاہ : تزکِ جہانگیری بتصحیح سر سید احمد خاں، مطبوعہ علی گڑھ

۹۴- جمال الدین ابوبکر : تذکرہ قطبیہ مرتبہ غلام دستگیر نامی لاہور ۱۹۵۲ء

۹۵- حسن سجزی امیر : فوائد الفواد مرتبہ ملک لطیف لاہور ۱۹۶۶ء

۹۶- حمید شاعر قلندر : خیر المجالس مرتبہ خلیق احمد نظامی علی گڑھ ۱۹۵۹ء

۹۷- داراشکوہ شہزادہ : سفینۃ الاولیاء لکھنؤ ۱۹۰۰ء

۹۸- ایضاً : سکینۃ الاولیاء مرتبہ ڈاکٹر تاراچند - طہران ۱۹۶۵ء

۹۹- داؤد خاکی : ورد المریدین - لاہور ۱۸۹۴ء

۱۰۰- درگاہ قلی خاں : مرقع دہلی (دہلی بارھویں صدی ہجری میں) دہلی (س ن)

۱۰۱- رکن الدین : لطائفِ قدوسیہ - دہلی ۱۳۱۱ھ

۱۰۲- سیف الدین خواجہ سرہندی : مکتوبات سیفیہ جامع مولانا محمد اعظم مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کراچی (س ن)

۱۰۳- شاہ حسین لاہوری : تحقیقات - مرتبہ محمد اقبال مجددی مشمولہ مجلہ صحیفہ لاہور جولائی ۱۹۷۲ء

۱۰۴۔ شمیم زیدی : احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی و تصحیح خلاصۃ العارفین راولپنڈی ۱۹۷۵ء

۱۰۵۔ شیر خاں لودھی : مراۃ الخیال۔ کول علی گڑھ ۱۸۵۴ء

۱۰۶۔ عبدالحق شیخ دہلوی : اخبار الاخیار، میرٹھ ۱۲۷۸ھ

۱۰۷۔ ایضاً : کتاب المکاتیب والرسائل ، دہلوی ۱۲۹۷ھ

۱۰۸۔ عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ۔ نولکشور لکھنؤ

۱۰۹۔ ایضاً : نجات الرشید مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق۔ لاہور ۱۹۷۲ء

۱۱۰۔ عبدالحمید لاہوری : بادشاہ نامہ۔ کلکتہ ۱۸۶۸ء

۱۱۱۔ عبدالواحد بلگرامی : سبع سنابل کانپور ۱۲۹۹ھ

۱۱۲۔ عبدالقدوس گنگوہی شیخ : انوار العیون لکھنؤ ۱۲۹۵ھ

۱۱۳۔ ایضاً : مکتوبات قدوسیہ جامع رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس۔ دہلی ۱۲۷۸ھ

۱۱۴۔ عبدالقادر ٹھٹھوی : حدیقۃ الاولیاء ۱۰۱۶ھ مرتبہ حسام الدین راشدی سندھ ۱۹۶۷ء

۱۱۵۔ عزیز الدین وکیلی فوفلزئی : تیمور شاہ دُرّانی دو جلد کابل ۱۳۴۶ ش

۱۱۶۔ عفیف شمس سراج : تاریخ فیروز شاہی۔ کلکتہ ۱۸۹۰ء

۱۱۷۔ علی رضا نقوی : تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان۔ طہران ۱۹۶۴ء

۱۱۸۔ غازی الدین : مناقب فخریہ۔ دہلی ۱۳۱۵ھ

۱۱۹۔ غلام سرور مفتی لاہوری : خزینۃ الاصفیاء مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۸۷۳ء

۱۲۰۔ غلام علی دہلوی شاہ : رسالہ در حالات و مقامات حضرت مرزا مظہر جان جاناں (مقامات مظہری) دہلی ۱۲۶۹ھ

۱۲۱۔ ایضاً : رسائل سبع سیارہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۲ھ۔

۱۲۲۔ فانی محسن : دبستان مذاہب۔ بمبئی ۱۲۷۷ھ

۱۲۳۔ ایضاً : مثنویات فانی مرتبہ امیر حسن عابدی کشمیر ۱۹۶۴ء

۱۲۴۔ فرحت فرخ بخش : اذکار قلندری مرتبہ پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور ۱۹۵۷ء

۱۲۵- فرشتہ : تاریخ فرشتہ (گلشن ابراہیمی) لکھنؤ ۱۲۸۱ھ

۱۲۶- فقیر اللہ علوی شاہ شکارپوری ، مکتوبات - لاہور ۱۹۱۹ء

۱۲۷- قانع ٹھٹھوی : تحفۃ الکرام مرتبہ حسام الدین راشدی سندھ

۱۲۸- ایضاً : مقالات الشعراء مرتبہ حسام الدین راشدی سندھ ۱۹۵۷ء

۱۲۹- قلندر شاہ : دیوان قلندر شاہ، مرتبہ پیر غلام دستگیر نامی لاہور

۱۳۰- لطف اللہ انبالوی : ثمرات الفواد (احوال میاں بھیکہ چشتیؒ) دہلی

۱۳۱- شاہ محمد غوث لاہوریؒ : رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت - پشاور ۱۲۸۳ھ

۱۳۲- محمد ہاشم کشمی خواجہ : زبدۃ المقامات - لکھنؤ ۱۳۰۷ھ

۱۳۳- محمد صالح کنبولاہوری : عمل صالح (شاہجہان نامہ) لاہور ۱۹۷۲ء

۱۳۴- محمد اعظم دیدہ مری : تاریخ کشمیر اعظمی (واقعات کشمیر) کشمیر ۱۳۵۵ھ

۱۳۵- محمد اسلم پسروری : فرحت الناظرین - آخری باب تراجم اعیان مرتبہ ڈاکٹر محمد شفیع مشمولہ اورینٹیل کالج میگزین - مئی و اگست ۱۹۲۸ء و اردو ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری کراچی ۱۹۷۲ء

۱۳۶- محمد اکرم براسوی : اقتباس الانوار - لاہور ۱۸۹۵ء

۱۳۷- محمد فضل اللہ مجددی : عمدۃ المقامات سندھ ۱۳۵۵ھ

۱۳۸- محمد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ دہلی ۱۲۸۲ھ

۱۳۹- محمد سعید خواجہ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ : مکتوبات خواجہ سعیدؒ مرتبہ حکیم عبدالمجید سیفی لاہور

۱۴۰- محمد معصوم خواجہ بن حضرت مجددؒ : مکتوبات معصومیہ جلد اول کانپور ۱۳۰۴ھ

۱۴۱- محمد مقیم : وقائع سیالکوٹ ۱۰۷۱ھ (احوال شہادت امام علی الحق سیالکوٹی)، مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی - لاہور ۱۹۷۲ء

۱۴۲- محمد تقی دانش پژوہ : فہرست میکروفیلمہای کتابخانہ مرکزی دانش گاہ طہران - طہران ۱۹۶۶ء

۱۴۳- محمد تقی دانش پژوہ و ایرج افشار : نسخہ ہای خطی - تہران ۱۹۶۹ء

۱۴۴- محمد حسین تسبیحی : فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی راولپنڈی ۱۹۷۱ء

۱۴۵- محمود : ملفوظات نقشبندیہ (ملفوظات بابا شاہ مسافر اورنگ آبادی

ف ۱۱۲۶ھ) اورنگ آباد ۱۳۵۲

۱۴۶- موسیٰ پاک شہید ملتانی : تیسیر الشاغلین - فیروزپور ۱۳۰۹ھ

۱۴۷- نجم الدین حاجی : مناقب المحبوبین - لاہور ۱۳۱۱ھ

۱۴۸- نظام الدین احمد ہروی : طبقات اکبری نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

۱۴۹- نظام غریب یمنی : لطائف اشرفی (ملفوظات حضرت اشرف جہانگیر سمنانی ؒ) دو جلد ۱۲۹۸ھ

۱۵۰- نفحات المحبوب فی احیار القلوب : مطبوعہ

۱۵۱- نعیم اللہ بہڑائچی : معمولات مظہریہ کانپور ۱۲۷۵ھ

۱۵۲- نورالدین حسن فخری : فخرالطالبین - دھلی ۱۳۱۵ھ

۱۵۳- ہادی علی : مناقب حافظیہ (احوال و ملفوظات حافظ محمد علی) کانپور ۱۳۰۵ھ

۱۵۴- وحدت عبدالاحد شاہ گل : گلشن وحدت (مکتوبات شیخ وحدت) جامع خواجہ محمد مراد تنگ کشمیری، کراچی ۱۹۶۶ء

۱۵۵- وڈیرہ گنیش داس : چار باغ پنجاب مرتبہ کرپال سنگھ، امرتسر ۱۹۶۵ء

۱۵۶- ولی اللہ شاہ : انتباہ فی سلاسل الاولیاء

۱۵۷- ایضاً : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی (دہلی ۱۹۶۹ء

۱۵۸- ایضاً : انفاس العارفین - دہلی ۱۳۳۵ھ

۱۵۹- یار محمد : انتخاب مناقب سلیمانی - لاہور ۱۳۲۵ھ

مطبوعات اردو

۱۶۰- ابرار حسین فاروقی : تذکرہ جواہر زواہر (فہرست مخطوطات اٹاوہ میوزیم) اٹاوہ ۱۹۵۹ء

۱۶۱- ابوالفضل محمد احسان : سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی ؒ دہلی ۱۹۲۶ء

۱۶۲- ابوالحسن : مقامات گل محمدیہ - مدراس ۱۳۰۰ھ

۱۶۳- احمد علی خاں : تذکرہ کاملان رامپور - دہلی ۱۹۲۹ء

۱۶۴- احمد خاں سر سید : آثار الصنادید۔ دہلی ۱۹۶۵ء

۱۶۵- الٰہ بخش خاں : خاتم سلیمانی۔ لاہور ۱۳۲۵ھ

۱۶۶- اعجاز الحق قدوسی : شیخ عبدالقدوس گنگوہی۔ کراچی ۱۹۶۱ء

۱۶۷- ایضاً : تذکرہ صوفیہ پنجاب۔ کراچی

۱۶۸- امیر شاہ قادری : حضرت عبداللہ صحابی ٹھٹھوی۔ پشاور ۱۹۷۱ء

۱۶۹- ایضاً : تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ۔ پشاور ۱۹۷۲ء

۱۷۰- ایضاً : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ پشاور ۱۹۷۳ء

۱۷۱- امام الدین گلشن آبادی : برکات الاولیاء۔ دہلی ۱۳۲۲ھ

۱۷۲- امیر بخش : انوار شمسیہ۔ لاہور ۱۳۲۵ھ

۱۷۳- بلال زبیری : تذکرہ اولیائے جھنگ۔ لاہور ۱۹۶۴ء

۱۷۴- جمال اللہ بن شاہ جیون : مناقب موسوی ۱۱۵۲ھ (احوال شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری ۱۹۶۲ء
اردو ترجمہ محمد علی لاہور ۱۹۶۱ء

۱۷۵- خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت جلد چہارم۔ دہلی ۱۹۵۳ء

۱۷۶- ایضاً : حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ دہلی ۱۹۵۳ء

۱۷۷- ایضاً : ملفوظات کی تاریخی اہمیت۔ مقالہ مشمولہ نذر عرشی مرتبہ مالک
رام و مختار الدین احمد۔ دہلی ۱۹۶۵ء

۱۷۸- دین محمد : احترام الاصفیاء (نشاط حافظیہ) علی گڑھ ۱۹۲۱ء

۱۷۹- دارا شکوہ : حسنات العارفین (شطحیات) ترجمہ محمد عمر۔ لاہور (س-ن)

۱۸۰- رأفت رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ اردو ترجمہ۔ لاہور (س-ن)

۱۸۱- رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند۔ ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری۔ کراچی ۱۹۶۱ء

۱۸۲- رسالہ در حالات شاہ بلاول لاہوری اردو ترجمہ۔ لاہور (س-ن)

۱۸۳- رحیم بخش دہلوی : حیات ولی (حیات شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) لاہور (س-ن)

۱۸۴- روشن علی : تذکرہ اولیائے رائچور۔ دکن

۱۸۵۔ زوار حسین سید : حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ کراچی ۱۹۷۲ء

۱۸۶۔ سخاوت مرزا : تذکرہ مخدوم جہانیاں۔ دکن ۱۹۶۲ء

۱۸۷۔ شبیر شاہ : انوار محی الدین (سوانح حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ) لائل پور ۱۹۶۶ء

۱۸۸۔ شرافت نوشاہی سید : عبدالرحمٰن پاک نوشاہی (سوانح) مرید کے ۱۹۷۱ء

۱۸۹۔ شرف الدین قریشی : جامع الکرامات۔ ترجمہ سید فرزند علی۔ بہاولپور ۱۹۱۵ء

۱۹۰۔ شہر اللہ : تذکرہ حمیدیہ (احوال سلطان حمید الدین حاکم) ترجمہ پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور۔

۱۹۱۔ ظہور الدین احمد ڈاکٹر : شاہ ابو المعالیؒ لاہوری (شاعر) مقالہ مشمولہ نذر رحمٰن۔ لاہور ۱۹۶۶ء

۱۹۲۔ عبدالرزاق قریشی : مرزا مظہر اور ان کا کلام۔ بمبئی ۱۹۶۰ء

۱۹۳۔ عبدالقادر رام پوری : علم و عمل مرتبہ محمد ایوب قادری۔ کراچی ۱۹۶۱ء

۱۹۴۔ عبدالاول جونپوری : مفید المفتی۔ لکھنؤ ۱۳۲۶ھ

۱۹۵۔ عبدالرحیم : لباب المعارف العلمیہ (فہرست مخطوطات اسلامیہ کالج پشاور) آگرہ ۱۹۱۸ء۔

۱۹۶۔ علی محمود جاندار : درر نظامی اردو ترجمہ مطبوعہ

۱۹۷۔ علیم اللہ جالندھری : تحفۃ الصالحین ترجمہ نزہۃ السالکین ؟ لاہور (س۔ن)

۱۹۸۔ غوث محی الدین سید : شرف الانساب۔ دکن ۱۹۳۳ء

۱۹۹۔ غوثی حسن بن موسیٰ : اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار ترجمہ فضل الدین۔ آگرہ ۱۳۲۶ھ

۲۰۰۔ فقیر محمد جہلمی : حدائق الحنفیہ۔ لکھنؤ ۱۹۰۶ء

۲۰۱۔ فوق محمد دین : ملک العلماء ملا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ لاہور ۱۹۲۴ء

۲۰۲۔ ایضاً : تذکرہ علماء و مشائخ لاہور۔ لاہور ۱۹۲۰ء

۲۰۳۔ قائم الدین : ذکر مبارک (احوال اعیان مکان شریف) امرتسر ۱۹۴۰ء

۲۰۴۔ کنھیا لال : تاریخ لاہور۔ لاہور ۱۸۸۴ء

۲۰۵- گل حسن شاہ : تذکرۂ غوثیہ۔ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء

۲۰۶- محمد قاسم راجوروی : حیات بری امام۔ راولپنڈی (س-ن)

۲۰۷- محمد بخش میاں : بوستان قلندری۔ لاہور

۲۰۸- محمد شفیع مولوی ڈاکٹر : اولیائے قصور۔ لاہور ۱۹۷۲ء

۲۰۹- محمد اسلم : دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۲۱۰- محمد الدین صوفی : ذکرِ حبیب۔ پنڈی بہار الدین۔ ۱۳۴۲ھ

۲۱۱- محمد حسن للّٰہی : حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد ۱۳۲۳ھ

۲۱۲- محمد ابراہیم قصوری : خزینۂ معرفت شرقپور (س-ن)

۲۱۳- محمد ایوب قادری : مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاریؒ۔ کراچی ۱۹۶۳ء

۲۱۴- محمد شفیع صاحبزادہ : سوانح میاں وڈا لاہوری۔ لاہور ۱۹۰۹ء

۲۱۵- محمد موسیٰ امرتسری : مقدمہ کشف المحجوب ترجمہ مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری مرحوم۔ لاہور ۱۳۹۳ھ

۲۱۶- محمد اسلم : تاریخی مقالات۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۲۱۷- محمد جیون داجلی : لطائف سیریہ لاہور

۲۱۸- محمد اقبال مجددی : احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری۔ لاہور ۱۹۷۲ء

۲۱۹- محمود شیرانی : مقالاتِ شیرانی مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔ جلد پنجم۔ لاہور

۲۲۰- محمود عالم مفتی : ذکر جمیل (اذکار اولاد شیخ الاسلام شہاب الدین الور خصوصاً مفتی غلام سرور لاہوری)، لاہور ۱۹۲۸ء

۲۲۱- منظور الحق صدیقی : شاہ لطیف بری۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۲۲۲- محمد اقبال مجددی : مادھو لال حسین مقالہ مشمولہ اردو دائرہ المعارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور

۲۲۳- مقصود ناصر : تاریخ شیخوپورہ۔ لاہور ۱۹۶۳ء

۲۲۴- معنی اجمیری : سوانح حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ۱۹۲۷ء

۲۲۵- مسلم نظامی : انوار الفریدیہ۔ پاک پٹن ۱۹۶۵ء

۲۲۶- مشتاق احمد امیٹھوی : انوار العاشقین۔ حیدرآباد۔ دکن ۱۳۳۲ھ

۲۲۷- معینی عبد المعبود : روائح النظام (سوانح شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ) دہلی ۱۳۲۴ھ

۲۲۸- مظہر جان جاناں مرزا : خطوط مرزا مظہر ترجمہ خلیق انجم۔ دہلی ۱۹۶۲ء

۲۲۹- محب الحسن : کشمیر سلاطین کے عہد میں۔ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء

۲۳۰- منظور احسن عباسی : فہرست مخطوطات عربی و فارسی پنجاب پبلک لائبریری لاہور ۱۹۶۶ء

۲۳۱- نامی غلام دستگیر پیر : تاریخ جلیلہ۔ لاہور ۱۹۶۰ء

۲۳۲- ایضاً : سوانح حضرت شاہ محمد غوث لاہوری۔ لاہور (س۔ن)

۲۳۳- ایضاً : بزرگان لاہور۔ لاہور ۱۹۶۶ء

۲۳۴- ایضاً : بی بیاں پاکدامن۔ لاہور ۱۹۳۵ء

۲۳۵- نسیم ایم ایس : تذکرہ شاہ دولہ گجراتی۔ لاہور ۱۹۷۰ء

۲۳۶- نذر صابری : نوادرات اٹک۔ اٹک ۱۹۶۳ء

۲۳۷- نور احمد چشتی : تحقیقات چشتی۔ لاہور پیسہ اخبار لاہور ایڈیشن

۲۳۸- نور احمد خاں فریدی : تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ۔ ملتان ۱۹۵۴ء

۲۳۹- ایضاً : تذکرہ حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ۔ ملتان ۱۹۶۱ء

۲۴۰- ایضاً : تذکرہ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ ۱۹۵۸ء

۲۴۱- ہاشمی فرید آبادی : مآثر لاہور۔ لاہور ۱۹۵۶ء

۲۴۲- وحید احمد مسعود : سوانح بابا فرید الدین گنج شکر۔ کراچی ۱۹۶۵ء

متفرق مطبوعات

۲۴۳- اثر عبد الحلیم افغانی قاضی : روحانی رابطہ اور روحانی ترلمون پشاور ۱۳۰۲ھ (بزبان پشتو)

۲۴۴- بلھے شاہ بابا : کلیات۔ بلھے شاہ مرتبہ فقیر محمد فقیر۔ لاہور (بزبان پنجابی)

۲۴۵- محمد الدین : باغ اولیائے ہند۔ لاہور ۱۹۲۸ء (پنجابی منظوم)

رسائل کے مضامین

۲۴۶- اظہر ظہور احمد : منتی عبدالسلام لاہوری مشمولہ المعارف ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور مئی ۱۹۷۰ء

۲۴۷- ابن اللہ علوی : شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری مشمولہ الرحیم سندھی حیدرآباد سندھ مئی ۱۹۶۷ء (بزبان سندھی)

۲۴۸- شجاع الدین : خانقاہ شیخ کاکو چشتی مجلہ بہار دیال سنگھ کالج لاہور ۱۹۵۴ء

۲۴۹- عبدالحی حبیبی : تاریخ وفات داتا گنج بخش علی ہجویری غزنوی - اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۰ء

۲۵۰- لطیف ملک : ملفوظات حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی صحیفہ لاہور جنوری ۱۹۷۱ء

۲۵۱- محمد اقبال مجددی : حدائق داؤدی مجلہ برہان ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۷ء

۲۵۲- ایضاً : ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم کے چند نادر مخطوطات - المعارف لاہور اگست ۱۹۷۰ء

۲۵۳- ایضاً : تحفۃ الواصلین اور اس کا سالِ تصنیف معارف دار المصنفین اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۷ء

۲۵۴- ایضاً : شیخ علی متقی - رسالہ سرحد کراچی مارچ ۱۹۶۴ء

۲۵۵- محمد عمران خاں قاضی : معین بن خاوند محمود اور ان کی تصانیف - معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۷ء

۲۵۶- محمد اسلم : تذکرۃ الشیخ دالخدم ۱۰۵۴ھ مؤلفہ صورت سنگھ (احوال شیخ حسو تیلی لاہوری) المعارف لاہور اکتوبر ۱۹۷۳ء

۲۵۷- محمد ابراہیم ڈار : جہاں آرا کی ایک غیر معروف تصنیف صاحبیہ اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۶ء

۲۵۸- محمد عضد الدین خاں : مقالات طریقت مؤلفہ عبدالرحیم حیدرآبادی - معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۴۵ء

English:

259: Storey, C.A. Persian Literature Vol: 1, Part II London 1953.

260: Nizami, Khaliq Ahmad: Life and times of Sh: Farid-u-Din, Aligarh, 1955.

261: M. Slim: Shaykh Nizam-ud-Din Auliya and the Sultans of Dehli. Journal, Historical Society, Karachi, January 1967.

262: M. Latif: Lahore.

: Friedman Yu : Shaykh Ahmad Sirhindi Canda. 1971.

264: Abdul Muqtadir: Catalogue of Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipur, Calcutta, 1908-39.

265: Abdullah; S.M. Cat. Persian, Urdu and Arabic Mss. in the Punjab University Lib: Lahore, 1942-1948.

تمام شد کتاب حدیقۃ الاولیاء تالیف مفتی غلام سرور لاہوری
با مقدمہ تصحیح و حواشی و تذہیب محمد اقبال مجددی مہتمم دار المورخین،
لاہور۔ لیکچرر تاریخ شاہ حسین کالج لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۷۴ء

فہرست تصانیف و مقالات محمد اقبال مجددی

تصانیف

	صفحات
۱۔ احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری۔ مطبوعہ دار المورخین لاہور ۱۹۷۲ء	۲۱۶
۲۔ علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ)، کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ (مبنی بر یک مخطوطہ نادرہ) لاہور ۱۹۷۱ء	۲۲۸
۳۔ احوال و آثار سید شرافت نوشاہی۔ لاہور ۱۹۷۱ء	۶۴
۴۔ گنج شریف (کلیات نظم اردو حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری ف ۱۶۵۴ء) جامع سید شرافت نوشاہی۔ تقدیم محمد اقبال مجددی	
۵۔ تذکرہ علماء و صوفیائے قصور (غیر مطبوعہ)	
۶۔ حیات حاجی محمد سعید لاہوری (ف ۱۸۴۷ء) غیر مطبوعہ	
۷۔ حیات حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ماخذ (غیر مطبوعہ)	
۸۔ حیات شیخ محمد مراد کشمیری (ف ۱۷۱۸ء)	
۹۔ تاریخ مغلیہ کے فارسی ماخذ (۱۷۰۷ء - ۱۷۴۰ء) ۱۹۷۲ء مقالہ برائے ایم اے۔	۵۰۰
۱۰۔ حیات شاہ عنایت قادری قصوریؒ (ف بعد ۱۷۳۷ء)	
۱۱۔ سوانح مولانا غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ)	

مقالات

۱۔ تحفۃ الواصلین اور اس کا سال تالیف۔ مطبوعہ رسالہ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۷ء

۲۔ فہرست مخطوطات شیرانی کی ترتیب میں مرتب کی کئی فروگذاشتیں۔ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۶۹ء

۳۔ عظمت اللہ بے خبر بلگرامی کے رسالہ غبار خاطر کا ایک قدیم مطبوعہ نسخہ معارف جون ۱۹۶۹ء

۴۔ شاہ حسین لاہوری کی ایک غیر مطبوعہ فارسی تصنیف تہنیت۔ معارف اگست ۱۹۷۰ء

۵۔ حدائق داؤدی (تاریخ سلسلہ صابریہ کا ایک اہم ماخذ) برہان۔ ندوۃ المصنفین دہلی مئی ۱۹۷۰ء

۶۔ لاہور کے چند غیر معروف صوفیہ (مبنی بر مخطوطات) المعارف ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور اپریل ۱۹۷۰ء

۷۔ پیر کلیر کے تذکرے۔ بصائر کراچی

۸۔ فہرست مخطوطات کتب خانہ مخدومی شمس الدین مرحوم۔ المعارف لاہور اگست ۱۹۷۰ء

۹۔ حافظ نعمت اللہ لاہوری۔ المعارف لاہور جون ۱۹۷۱ء

۱۰۔ حضرت شیخ علی متقی۔ رسالہ سرحد کراچی۔ مارچ ۱۹۷۴ء

۱۱۔ مولانا احمد سعید حسرت۔ م ۱۳۰۴ھ

۱۲۔ شیخ نور محمد مدفتی لاہوری

۱۳۔ خط نستعلیق، تاریخ، تراجم ماہرین۔ مشمولہ مجلۂ نمائش اسلامیہ کالج لاہور

۱۴۔ عہد اکبری میں فن خطاطی اور خطاطین، رسالہ کریسنٹ لاہور

۱۵۔ ناقدین حیاتِ جاوید اور مولانا ابوالکلام آزاد۔ کریسنٹ حالی نمبر لاہور

۱۶۔ علم کلام پر علامہ شبلی کا ایک نایاب لیکچر۔ معارف اعظم گڑھ

۱۷۔ تقریر علامہ شبلی۔ سالانہ جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ معارف اعظم گڑھ

۱۸۔ لیکچر انجمن ترقی اردو بمبئی علامہ شبلی نعمانی۔ معارف اعظم گڑھ

۱۹۔ فہرست مخطوطات تاریخی ورکتابخانہائے شخصی پاکستان ضخیم (صفحات ۴۰۰) غیر مطبوعہ

۲۰۔ پشاور کے چند نادر مخطوطات۔ مشمولہ رسالہ المعارف لاہور

ضمیمۂ ثانی

شمارہ ۸۳ صـ ۱۱۷

(۱) جدید تحقیق کی روشنی میں حضرت مجددالف ثانیؒ کا نسب اٹھائیس[۲۸] واسطوں سے نہیں بلکہ بتیس[۳۲] واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ واسطے یہ ہیں :۔

مخدوم عبدالاحد[۱] ۔ زین العابدین[۲] ۔ عبدالحی[۳] ۔ محمد[۴] ۔ حبیب اللہ[۵] ۔ امام رفیع الدین[۶] ۔ نصیرالدین[۷] ۔ سلیمان[۸] ۔ یوسف[۹] ۔ اسحٰق[۱۰] ۔ عبداللہ[۱۱] ۔ شعیب[۱۲] ۔ احمد[۱۳] ۔ یوسف[۱۴] ۔ شہاب الدین علی فرخ شاہ[۱۵] ۔ نورالدین[۱۶] ۔ نصیرالدین[۱۷] ۔ محمود[۱۸] ۔ سلیمان[۱۹] ۔ مسعود[۲۰] ۔ عبداللہ واعظ الاصغر[۲۱] ۔ عبداللہ واعظ الاکبر[۲۲] ۔ ابوالفتح[۲۳] ۔ اسحٰق[۲۴] ۔ ابراہیم[۲۵] ۔ ناصر[۲۶] ۔ عبداللہ[۲۷] ۔ عمر[۲۸] ۔ حفص[۲۹] ۔ عاصم[۳۰] ۔ عبداللہ[۳۱] ۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہم[۳۲]

مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ کے قول کے مطابق زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے مصنفین نے فقط اٹھائیس واسطے لکھے ہیں جو کتب انساب کے مطابق درست نہیں ہیں، لکھتے ہیں :۔

"میزان الاعتدال اور تقریب التہذیب میں عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کا ذکر ملا اور خیال ہوا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص کے صاحبزادے کا نام ناصر ہوگا اور مشابہت کی وجہ سے عبداللہ بن عمر کو ابن الخطاب سمجھ لیا گیا۔"

(زید ابوالحسن فاروقی : مقاماتِ خیر، مطبوعہ دہلی ۱۳۹۲ھ صـ ۲۶ صـ ۳۳)

صـ ۴۷ : حضرت شاہ سکندر کیتھلی (متوفی ۱۰۲۳ھ) شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور شاہ عمادالدین کے فرزند تھے مزار کیتھل شریف میں مرجع خلائق ہے۔ ملاحظہ ہو گلزار خوارق قلمی مخزونہ خانقاہ شریف کیتھل "تاریخ بزرگانِ کیتھل" قلمی مخزونہ ایضاً اور شرائف غوثیہ قلمی مخزونہ ایضاً

(۲) شمارہ ۶۸ صـ ۱۰۲ شیخ بہلول اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں :

شیخ بہلول گول جالندھری نے مکہ معظمہ میں ۱۰۸۶ھ میں سندِ حدیث شیخ محمد زین العابدین اور شیخ علی الطبری سے حاصل کی اور اسی سنہ میں مولوی فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید سرہندی سے مشکوٰۃ اور صحیح بخاری کی سند بھی حاصل کی اور ۱۰۸۸ھ میں حدیث کی سند حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانیؒ سے حاصل کی اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کتب حدیث پڑھیں۔

انہوں نے اپنے تخلص گول کے معنی بنظر انکسار خود بیان کئے ہیں :

"خود را از راہِ انصاف گول کہ بمعنی نادان و احمق آمدہ مقرر کردہ" (فوائد الآثار قلمی ورق ۲)

شیخ بہلول نے اپنی طالب علمی کی زندگی اس طرح بیان کی ہے :-

اجازتِ حدیث بسند صحیح الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در سنہ یک ہزار و ہشتاد و شش بابویم از جانب محمد زین العابدین و علی الطبری ساکنین مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً رسیدہ و واسطہ میاں او و میاں ایشاں شیخ عارف باللہ تعالیٰ حافظ منتقی متورع حاجی حرمین شریفین شیخ عبدالکریم ست و نیز در سنہ مذکور اجازت حدیث بسند صحیح از مولوی محمد فرخ الکابلی ثم السہرندی بلفظ تعمیم و تخصیص از مشکوٰۃ و صحیح بخاری ہمہ از صحاح ستہ و احادیث مسلسل و مرسل رسیدہ و ایشان را اجازت از جانب شیخ علی الطبری و والد شریف خود میاں محمد سعید قدس سرہٗ رسیدہ است و ہم بابویم در سنہ یک ہزار و ہشتاد و ہشت اجازت حدیث از جانب شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ میاں شاہ جیوا الکابلی ثم السہرندی و ایشاں را اجازت و از جانب حضراتِ خود و از جانب حضرت میاں شیخ بدرالدین افغان و از پسر او میاں نجم الدین السلطانپوری الحنفی فسح اللہ تعالیٰ لنے فی اجلہ رسیدہ و ایشاں را از شیخ شمس الدین محمد البابلی الشافعی رسیدہ است ۔

بہلول گول : فوائدالاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار قلمی ۔ مخزونہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری ۔ کراچی

.. اہم معلومات ہمیں اپنے قیام کراچی ۴ ہ ۲ ر دسمبر ۱۹۷۵ء کے دوران میسر آئیں۔ فوائد الاسرار کا مذکورہ خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی دانشگاہ پنجاب لاہور چونکہ ناقص الاول ہے اس لئے نسخہ کراچی سے یہ معلومات منقول ہیں ۔

۹۲ ص ۱۲۹ شیخ عبدالاحد وحدتؒ کا دیوان فارسی قلمی بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۴۶ میں موجود ہے ۔ فہرست مخطوطات فارسی : ایوانوف ۱۱۷)

شمارہ ۹۲ ص ۱۳۰ شیخ محمد عابد سنامیؒ کی نسبت سنامی کے متعلق مولوی محمد صالح کنجاہی نے لکھا ہے :

" سنام بضم سین مہملہ و تشدید نون قصبہ ایست از توابع سہرند" (سلسلۃ الاولیا قلمی ورق ۸۳ ب حاشیہ)

شیخ محمد عابد سنامی کا سال وفات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے ۱۱۶۰ھ لکھا ہے (مقامات مظہری ص ۱۲۱) جو مفتی صاحب کے بیان مطابق ہے اس لئے فقیر محمد جہلمی کا مندرجہ ۱۱۶۶ھ درست نہیں ہے ۔

شیخ محمد عابد سنامی کا مزار مبارک باغ کے سامنے آزاد پور دہلی کے قریب ہے (مزارات دہلی ص ۱۴۲)

بحوالہ خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ۔ دہلی ۱۹۶۲ ص ۲۳۵

اِشاریہ

رجال

ب

پ

ت

ج

چ

ح

ز

س

ش

ص

غ

ف

ق

و

ہ

ی

اماکن

ن

و

ہ

ضمیمہ ثالث

یہ کتاب پریس میں جا چکی تھی کہ جناب مرزا عبدالمجید بیگ مدظلہ نے مہربانی فرما کر اپنا خاندانی ریکارڈ دکھایا۔ ابھی سارا ریکارڈ نہیں دیکھ سکا سرسری جائزہ کے بعد تین دستاویزات کے عکس اس کتاب میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ خاندانی ریکارڈ حضرت حافظ محمد صدیق اور ان کی اولاد خصوصاً حافظ غلام محمد معروف بہ امام گاموں امام و خطیب مسجد وزیر خاں اندرون دہلی دروازہ لاہور سے متعلق ہے۔ ایک ہم عصر ورق پر ان دو اصحاب کے سنین وفات بھی مرقوم ہیں :-

تاریخ وفات جناب حافظ غلام محمد معروف بہ امام گاموں "۱۲۴۴ھ"

"تاریخ وفات حافظ امام اللہ بخش بن حافظ غلام محمد مذکور "بتاریخ یازدہم ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۸ھ"

دستاویزات کی تفصیل یہ ہے :-

۱- اجازت نامۂ امامت و خطابت مسجد وزیر خان برائے ملّا محمد حنیف ولد محمد لطیف بمہر صدر الصدور افضل خاں فدوی بادشاہ غازی محمد فرخ سیر ۱۱۲۵ھ

۲- تحریر و مہر حافظ غلام محمد معروف بہ امام گاموں بن حافظ محمد صدیق مذکور جس میں بتایا گیا ہے کہ مسجد وزیر خاں کی امامت، خطابت اور مزار حضرت سید اسحٰق گازرونی کی فتوحات وغیرہ میرے صاحبزادے اللہ بخش کو ملیں ـــــ اور بطور گواہ دیگر سربرآوردہ اصحاب لاہور کے دستخط اور مواہیر بھی ثبت ہیں۔

۳- اجازتِ تحریری بنام پسر خود بابت امامت و خطابت مسجد وزیر خاں۔
مع مواہیر علمائے کرام لاہور

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا مسلسل شمارہ ۲۴۰، صفحہ ۲۶۳ - ۲۶۴

مرزا عبدالمجید بیگ مدظلہ بن خان صاحب مرزا عبدالعزیز مرحوم ریٹائرڈ ریلوے انسپکٹر، گوالمنڈی لا

حضرت میران سید اسحٰق کا دسواں پروانہ شاہی

ضمیمہ رابع

تعلیقات جدیدہ

مقدمہ، ص ۱۹

۲۱۔ دیوان وصال سرور

مرتبہ مفتی غلام صفدر فوقانی بن مفتی غلام سرور

اس دیوان میں وہ نعتیں شامل ہیں جو مفتی غلام سرور نے اپنے سفر حج (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) کے دوران لکھی تھیں اور اسی سفر میں مفتی صاحب کا وصال ہو گیا تھا۔ گویا ان کی آخری تصنیف ہے یہ کتاب مطبع صدیقی، فیروزپور سے ۱۸۹۰ء کو طبع ہوئی۔ یہ دیوان نعت سروری سے جداگانہ ہے۔

۲۲۔ کلیات سرور

مرتبہ حکیم مفتی محمد انور بن مفتی مفتی غلام سرور، مطبوعہ، مطبع اسلامیہ لاہور، ۱۹۱۰ء۔

یہ کلیات دراصل مفتی صاحب مرحوم کے دو نعتیہ مجموعوں دیوان نعت سروری (۱۲۹۰ھ) اور دیوان وصال سرور کا مجموعہ ہے۔

دیوان وصال سرور اور کلیات سرور کے مقدموں میں مفتی غلام سرور لاہوری اور ان کے اجداد و اخلاف کے متعلق درجہ اول کی بہت سی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

ان تالیفات کے علاوہ مفتی غلام سرور نے اپنے دوست اور مورخ لاہور رائے بہادر کنھیالال کی مندرجہ ذیل تالیفات پر نظر ثانی کی تھی:

رنجیت نامہ، ہیر و رانجھا، مناجات ہندی، یادگار ہندی، نصیحت نامہ، بندگی نامہ، تاریخ پنجاب، تاریخ لاہور، اخلاق ہندی اور دیوان ہندی۔

ان کے علاوہ انہوں نے اپنے بیٹے مفتی غلام صفدر فوقانی کی دو کتابوں یعنی انشای صفدری اور معلومات فوقانی (تحقیق الحروف) پر بھی تجدید نظر کی تھی، (دیوان وصال سرور، مقدمہ ص ۲۰۔ ۲۱)

انشائے صفدری دراصل خود مفتی غلام سرور کے لکھے ہوئے وہ خطوط ہیں جو انہوں نے اپنے فرزندوں غلام صفدر اور مفتی غلام حیدر کو ان کے زمانہ طالب علمی میں لکھے تھے۔ مفتی صاحب کے بیٹے غلام صفدر نے انہیں مرتب شکل میں جمع کر کے انشائے صفدری نام رکھا جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

شمارہ۔ ۷، ص ۳۴، شمارہ۔ ۲۳، ص ۵۱۔

خانوادۂ بزرگان حجرۂ شاہ مقیم میں سے سید عنایت اللہ حسینی کی ایک عربی تصنیف کفایتہ النحو کا خطی نسخہ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی (لاہور) کے کتب خانے میں دیکھا جس سے اس خاندان پر مفصلہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

فیقول العبد المنقرالی اللّٰہ الغنی السید عنایت اللہ
الحسینی من لولاد سید الکبیر الکریم--- الولدان
الذین یتصل انتسابہا الی المحبوب السبحانی وامیر
محی الدین الغوث الصمدانی رکن الحق والدین الحق
سید بہاء الدین بہاء الحق الذین یظہر من یدہ خوارق
العادات لاتعدد لاتحصی البانی للحجرۃ المتبرکۃ فی
الاصل ھی موضع خلوتہ و معبدہ وبنیانہا الی الان
قائمۃ ثم سمی بہا مسکنہ من قبیل تسمیۃ الکل باسم
الجزء ویستفاد تاریخ وفاتہ من تعداد اعداد عبدالقادر

الثانی--- ثم کانت الحجرة المشتهرة باسم قدوة الاولیاء--- سید محمد مقیم الملقب بمحکم الدین الذی ظهر من یدہ الکرامات البابرة---- وسمیة کفایة النحو وجعلة لخدمة السلطان الاعظم والخاقان اکرم قدوة ملوک الهند--- ناصر الشریعة القویمة--- المظفر سلطان محمد شاہ غازی-----

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ حجرہ شاہ مقیم کے افراد بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔

۲۔ اس موضع میں اس سلسلہ کے ایک اولین بزرگ سید بہاء الدین (بہاول شیر قلندر) نے عبادت و ریاضت کے لیے ایک حجرہ بنایا تھا چونکہ وہ ایک ولی صاحب کرامت تھے ان کی شہرت کے باعث یہ مقام ان کے نام سے حجرہ بہاول موسوم ہو گیا۔

۳۔ سید بہاء الدین کا وصال اس مقام پر ہوا "عبدالقادر ثانی" کے اعداد جمع کئے جائیں تو ان کا سال وفات ۹۷۳ھ بر آمد ہوتا ہے۔

۴۔ پھر ایک اور بزرگ جن کا تعلق اسی خانوادے سے تھا سید محمد مقیم محکم الدین کو اپنی بزرگی اور صاحب کرامات ہونے کے باعث یہ علاقہ حجرہ شاہ مقیم کہلایا۔

۵۔ شارح سید عنایت اللہ الحسینی نے اس کتاب کو محمد شاہ بادشاہ (۱۱۳۲-۱۱۶۱ھ/۱۷۱۹-۱۷۴۸ء) کے نام معنون کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ شرح مذکورہ عہد میں لکھی گئی۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ انگریز مورخین کے دلائل لایعنی کے باعث اب تک ہمارے ملک میں محمد شاہ بادشاہ کو صرف ایک عیاش اور بدمست

بادشاہ ثابت کیا ہے لیکن اس سلطان کے لئے جو القاب اور اوصاف اس شارح نے لکھے ہیں اور دیگر اس قسم کی کتب میں مذکور ہیں کی بنیاد پر علمی کام ہونا چاہیے۔

شمارہ ۲۲، ص ۵

شاہ بلاول لاہوری کی خواہش پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف غنیۃ الطالبین کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمے کے خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

احمد منزوی: فہرست مشترک ۳/۱۷۱۶

شمارہ۔ ۱۱، ص ۳۸

شیخ ابواسحاق قادری لاہوری پر محشی کتاب حاضر (محمد اقبال مجددی) کا ایک مقالہ دانشنامہ زبان و ادبیات فارسی شبہ قارہ، تہران۔ ایران میں شائع ہوا ہے جس کے بعض مندرجات حسب ذیل ہیں:

شیخ ابواسحاق بن حسین قادری کے اجداد کا تعلق بخارا سے تھا۔ ان کی خانقاہ درس و تدریس کے باعث مدرسہ اسحاقیہ کہلاتی تھی۔ اہل لاہور ان کے معتقد تھے (منتخب التواریخ ۳/۴۸، طبقات اکبری ۲/۴۷۶)

علم سلوک پر شیخ ابواسحاق کے ایک رسالہ ناطقہ کا خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے۔ جس کا سال کتابت ۹۷۵ھ ہے۔ اس رسالے کا کاتب ان کا معاصر تھا اس نے شیخ اسحاق کا سال وفات اس کے ترقیمے میں ۹۷۴ھ ہی درج کیا ہے گویا سال کتابت و سال وفات مولف ایک ہی ہیں۔ جس کے مقابلہ میں متاخر تذکرہ نویسان لاہور کا مندرجہ سال وفات یعنی ۹۸۵ھ اہمیت نہیں رکھتا۔

مذکورہ دانشنامہ میں ہمارا دوسرا مقالہ شیخ اسحاق لاہوری کے مقبرہ پر ہے۔

شمارہ۔ ۳۷، ص ۶۵

حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کا سال وفات ۱۱۵۲ھ غلط ہے۔ ڈاکٹر ام سلمی گیلانی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری کی دینی و علمی خدمات (ص ۹۹۔ ۱۰۱) میں ایک معاصر ماخذ طہماس نامہ تالیف طہماس خان کے حوالے سے ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء کو صحیح ثابت کیا ہے۔

شمارہ ۴۳، ص ۷۵

قصبہ کہتوال کا صحیح نام کوٹھے وال ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

محمد اسلم: "حضرت بابا فرید کا آبائی وطن" مقالہ مشمولہ المعارف لاہور، جولائی ۱۹۸۳ء

شمارہ۔ ۵۵، ص ۹۲۔ حاشیہ نمبر۲

شیخ عبدالکریم چشتی لاہوری کی تصانیف میں سے ترتیب السلوک، رسالہ غوثیہ، فارسی شرح فصوص الحکم اور مصابیح العارفین کے خطی نسخے پاکستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ (رک فہرست مشترک ۳/۱۳۴۷، ۱۷۲۰، ۱۷۴۳، ۱۹۲۶۔)

نیز شیخ عبدالکریم چشتی کی شخصیت پر ایک اہم مقالہ رسالہ المعارف، لاہور، جون ۱۹۸۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں ہمارے ان تعلیقات سے بغیر حوالہ کے استفادہ کیا گیا ہے۔

شمارہ۔ ۵۶، ص ۹۲

مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیاء ۱/۲۷۴) میں شیخ ابوسعید گنگوہی کا سال وفات بحوالہ مراۃ الاسرار ۱۰۴۹ھ لکھا ہے' لیکن مراۃ الاسرار میں سرے سے ان کا سال وصال درج ہی نہیں ہے۔ اقتباس الانوار (ص ۲۸۲) میں بھی ان کا سال وفات درج نہیں ہے۔ مشتاق احمد انیٹھوی نے بغیر کسی حوالے کے ان کا سال وصال ربیع الاول ۱۰۴۰ھ دیا ہے (انوار العاشقین ۷۸)

ہم نے دانشنامہ شبہ قارہ تہران۔ ایران میں شیخ ابوسعید گنگوہی پر جو مقالہ لکھا ہے اس میں ان تمام شواہد کو یکجا کر دیا ہے۔

شمارہ۔ ۶۲' ص ۹۷

شاہ ابوالمعالی چشتی انبیٹھوی پر ہمارا ایک مفصل مقالہ دانشنامہ شبہ قارہ میں شامل ہے جس میں ان تمام مباحث کو جمع کر کے بعض نتائج اخذ کئے گئے ہیں جن کا تعلق اس بزرگ شخصیت کی علمی و روحانی سرگرمیوں سے ہے۔

شمارہ۔ ۷۱' ص ۱۰۶

شیخ علیم اللہ جالندھری نے علم سلوک پر ایک کتاب نزہتہ السالکین کے نام سے لکھی تھی جس میں اپنے اور اپنے شیخ میراں بھیکہ چشتی کے حالات بھی لکھے ہیں۔ یہ کتاب فارسی نثر میں ہے اس کا متن تاحال طبع نہیں ہوا ہے (پاکستان میں موجود خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے فہرست مشترک ۳/۲۰۶۵) اس کتاب کا اردو ترجمہ تحفتہ الصالحین کے نام سے لاہور حدود ۱۹۳۱ء کو شائع ہوا تھا۔ جو ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے اہم مندرجات حسب ذیل ہیں:

یہ کتاب ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء کو تالیف ہوئی (ص ۱۱) مولف کا مسکن

قصبہ جالندھر ہے مولف پندرہ سال کی عمر میں سید کبیر قدس سرہ کی خدمت میں مطول شرح تلخیص پڑھتے تھے استاد پر روحانیت کا غلبہ تھا ظاہری علوم کی تدریس میں ناغہ ہو جاتا تھا۔ مولف کو ابتداء میں سہروردی مشائخ کی کتب خصوصا" عوارف المعارف تالیف شیخ شہاب الدین سہروردی بہت پسند تھی اور اسی مناسبت سے ابتدائی رجحان سلسلہ سہروردیہ کی جانب تھا۔ لیکن عالم رویا میں مجھے چشتی سلسلے سے فیض یاب ہونے کا امر ہوا تو میں میران سید بھیکہ کی خدمت میں پہنچا لیکن حاضری سے قبل عریضہ لکھ کر دریافت کر لیا کہ میرا تعلیم کا سلسلہ ابھی نامکمل ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے فورا" جواب موصول ہوا کہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرو پھر اس طرف کا قصد کرنا۔ اس کے بعد انہوں نے سید ابراہیم سے سبق لینا شروع کیا۔ جس میں میبذی اور ہدایہ کی تکمیل کی پھر مولانا عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہ کر تحصیل کی۔ انہوں نے تکمیل کی بشارت دی تو اب ارادہ روانگی ہوا لیکن والد گرامی نے سفر کی صعوبت کے پیش نظر اجازت نہ دی جس سے بہت مغموم ہو کر بیٹھ گیا۔ جالندھر میں میراں بھیکہ کے خلیفہ شاہ بہلول برکی جالندھری (رک شمارہ۔ ٦٨) سے ملا اور انہوں نے بھی اشتیاق میں اضافہ کیا میں میران بھیکہ کے دیگر مریدوں کے ساتھ پانی پت پہنچ گیا۔ اور حضرت نے شفقت کرتے ہوئے بیعت کر لیا۔ مولف نے اپنے شیخ کے بہت سے ملفوظات و مکالمات بھی درج کر دیئے ہیں۔ وہ مولف کو "فاضل جالندھری" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ چند دن قیام کے بعد واپس جالندھر جانے کا قصد کیا تو فرمایا سرہند کے راستے جانا اور سید مرتضیٰ کے گھر سے کھانا کھا لینا۔ (۱۷۲۔ ۱۹۸ ملخصا") سید میراں بھیکہ ۴ رمضان ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء کو فوت ہوئے اور آپ نے عمر ۸۵ سال پائی (ص ۲۰۳) انہیں قصبہ کہرام جو موضع کم تھلہ سے بارہ

کوس پر واقع ہے دفن کیا گیا۔ کئی امراء بھی آپ کے مرید تھے ان میں مرزا جعفر علی خان شاہ آبادی پنج ہزاری منصب دار بھی شامل ہے (ص ۲۰ ج) میر محمد باقر' میراں بھیکہ کے فرزند تھے۔ (ص ۲۰۳)

شمارہ۔ ۸۷' ص ۱۱۱۔

خواجہ محمد سلیمان چشتی تونسوی پر ہمارا ایک مفصل مقالہ دانشنامہ شبہ قارہ میں "تونسوی' خواجہ محمد سلیمان" کے عنوان سے شامل ہے جس میں آپ کے ملفوظات کے مختلف مجموعوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔

شمارہ ۸۷' ص ۱۲۶

وفات ان (خواجہ معین الدین نقشبندی کشمیری) کی بقول صاحب تواریخ ڈومری ماہ محرم سن ایک ہزار پچاسی' ہجری میں واقع ہوئی۔

یہاں "تواریخ ڈومری" سے مراد خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری کی تاریخ کشمیر اعظمی ہے جس کا تاریخی نام "واقعات کشمیر" ہے۔ جس کا آغاز ۱۱۴۸ھ کو ہوا اور ۱۱۶۰ھ و بہ بعد تک اس میں وقائع و سنین وفات درج ہیں۔ اس کا فارسی متن پہلے مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۳ھ پھر سری نگر مقبوضہ کشمیر سے بتصحیح مولوی محمد شاہ سعادت ۱۳۵۵ھ کو طبع ہوا۔ لیکن اس کا اردو ترجمہ ۱۸۴۶ء کو چھپ چکا تھا حال ہی میں ڈاکٹر عبدالحمید یزدانی کا اردو ترجمہ اقبال اکیڈیمی لاہور سے شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب نے شیخ محمد اعظم کی نسبت "ڈومری" لکھی ہے۔ جو غالباً درست نہیں ہے۔ دراصل سری نگر میں ایک قدیم محلہ دیدہ مری کے نام سے تھا۔ جہاں بابا خلیل اللہ کی خانقاہ تھی جو ایک فساد میں نذر آتش ہو گئی۔ اسی مناسبت سے اس کا نام محلہ خانقاہ سوختہ پڑ گیا جو اب تک رائج ہے۔ (کلیات مکاتیب اقبال ۲/۷۶۸۔ تعلیقات مرتب) گویا یہ علاقائی نسبت

ہے جو ڈومری نہیں بلکہ دیدہ مری کی مناسبت سے دیدہ مری ہونی چاہیے۔ ویسے خواجہ محمد اعظم نے تاریخ کشمیر میں اپنے نام کے ساتھ یہ نسبت لکھی ہی نہیں ہے۔

شمارہ۔ ۱۰۴، ص ۱۵۱

شیخ احمد معشوق الٰہی، اس قدر قوی جذبہ الٰہی اور عشق حقیقی کے مالک تھے کہ اکابر صوفیہ کہ مجالس میں ان کی وارفتگی کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی مجالس میں ان کا تذکرہ بڑے دلنشین انداز سے بیان ہوا ہے (فوائد الفواد ۴۳۶، ۴۳۹) مقالہ محمد اقبال مجددی بعنوان احمد معشوق الٰہی، مشمولہ داشنامہ شبہ قارہ۔

شمارہ۔ ۱۰۷، ص ۱۵۶

مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کے والد گرامی سید احمد کبیر الدین بھی ایک بزرگ صوفی تھے ان کے والد سید جلال سرخ بخاری (رک شمارہ۔ ۱۰۳) ۶۳۵ھ/۱۲۲۷ء کو بخارا سے ہجرت کر کے ملتان آ گئے تھے۔ ان کے جانشین ان کے فرزند سید احمد کبیر تھے۔ وہ شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں بھی حاضر رہتے تھے۔ مخدوم احمد کبیر کی باطنی تربیت شیخ صدرالدین عارف ملتانی نے کی تھی۔ مخدوم سید احمد کبیر کا سال وفات تذکروں میں نہیں ملتا۔ ہم نے بعض قرائن و قیاسات کی بنیاد پر حدود ۷۳۱ھ/۳۰۔۱۳۳۱ء قرار دیا ہے (رک مقالہ مجددی بعنوان "احمد کبیر الدین" مشمولہ داشنامہ شبہ قارہ)

شمارہ۔ ۱۱۴، ص ۱۶۴

حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی کے حالات پر ایک مستقل کتاب تذکرۃ الابرار کے نام سے عبدالغفور بن ضیاء الدین حیدر الاسدی نے

لکھی تھی جو فارسی نثر میں ہے اس کا ایک قلمی نسخہ حیدر آباد' دکن میں ہماری نظر سے گذرا تھا جس کے بعض مندرجات حسب ذیل ہیں:

حاجی عبدالوہاب بخاری کی ولادت ۸۶۹ھ کو ہوئی (ورق ۴۵ ب) ان کا سلسلہ نسب پدری و مادری دونوں کی تفصیل بھی درج ہے۔ (۴۵ ب) شیخ نے علم تصوف' حدیث اور تفسیر کے موضوع پر کئی کتابیں تالیف کی تھیں۔ تفسیر انوری کے نام سے انہوں نے قرآن پاک کی ایک تفسیر ربیع الاول ۹۱۰ھ کو شروع کی اور اسی سال ۱۷ شوال کو مکمل کر لی (ورق ۴۹ ب) آپ نے ایک رسالہ در شمائل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تالیف کیا تھا۔ (ورق ۵۰۔ الف) حاجی عبدالوہاب کا وصال ۹۳۲ھ کو دہلی میں ہوا اور ان کا مدفن دہلی میں شیخ عبداللہ قریش کے مزار کے قریب ہے۔ وفات کے وقت حاجی عبدالوہاب کی عمر ۶۳ سال تھی اسی سال بابر بادشاہ نے دہلی پر حملہ کیا تھا یعنی ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء کو پانی پت کی جنگ کے بعد بابر دہلی میں داخل ہوا تھا۔ (ورق ۵۲۔ ب) تذکرہ الابرار میں حاجی عبدالوہاب کے بہت سے معارف اور ملفوظات بھی درج ہیں۔

شمارہ۔ ۱۳۶' ص ۱۸۹

شیخ عزیز الدین مکی لاہوری پر "پیر مکی" کے عنوان سے ہم نے ایک مفصل مقالہ دانشنامہ شبہ قارہ۔ تہران' ایران کے لئے سپرد قلم کیا ہے۔ اس کے بعض نکات حسب ذیل ہیں:

مورخین لاہور نے اس سلسلے میں محض سماعی باتیں لکھی ہیں کسی نے کوئی تحقیق نہیں کی۔ یہاں تک کہ سلاطین غوریان و غزنویان کی جو چپقلش ہوئی تھی اس کے سنین بھی غلط لکھے ہیں۔ مفتی غلام سرور نے

خزینۃ الاصفیاء(۲/۲۵۶) میں ان حملوں کے جو سنین درج کئے ہیں وہ بھی معاصر کتب تاریخ کی روشنی میں غلط ہیں۔ نور احمد چشتی نے تحقیقات چشتی (۶۰۶۔ ۶۰۷) میں بغیر کسی حوالے کے پیر مکی کا سال وفات ۱۰۴۸ھ لکھ دیا ہے جو بے بنیاد ہے۔ لیکن مفتی غلام سرور کا درج کردہ سال وفات ۶۱۲ھ/۱۵۔۱۲۱۶ء زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

شمارہ۔ ۳۰۸۔ ص ۲۶۰

پیر بلخی لاہوری پر داشنامہ شبہ قارہ۔ تہران میں ہمارا ایک مقالہ شامل ہے۔ جس کے بعض مندرجات کی تلخیص یہ ہے:

لاہور کے عجائب گھر میں ایک ایسا کتبہ موجود ہے جو پیر بلخی کا لوح مزار معلوم ہوتا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

"ھذا مقبرۃ الشھید الشیخ ابوالمحامد الحسین بن محمد الحسین ابوبکر الذکری البلخی رحمتہ اللہ وقد عاش ثمانیۃ و تسعین سنۃ وفاتہ فی یوم الجمعہ الناسع من ذی الحج وھی یوم عرفہ من ثلاثہ ولربعین و ستہ مایۃ"

اس کتبے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(۱) یہ ایک کا مزار ہے۔

(۲) ان کا نام ابوالحامد حسین تھا۔

(۳) ان کے والد کا نام محمد حسین ابو بکر تھا۔

(۴) ان کی نسبت ذکری بلخی ہے۔

(۵) ان کی عمر بوقت شہادت ۹۸ سال تھی۔

(۶) ان کی وفات (شہادت) ۹ ذی الحج ۶۴۳ھ کو ہوئی۔

(۷) ان کا سال ولادت بحساب عمر ۵۴۵ = (۶۴۳ ۔ ۹۸) ہے۔

گویا چنگیز خان (۶۰۳۔ ۶۲۴ھ/۱۲۰۶۔ ۱۲۲۷ء) کے حملوں سے ان کی شہادت کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ معاصر مورخ شہاب الدین نسوی نے سیرت جلال الدین مینکبرنی (ص ۱۱۰۔ ۱۱۳) نے چنگیز خان کے لاہور پر حملے کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ لکھا ہے کہ جب سلطان جلال الدین مینکبرنی کا لاہور پر قبضہ ہو گیا تو سلطان اسے نقد خراج پر دینے کے وعدے پر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ (سیرت مینکبرنی ۱۱۹۔ ۱۲۲) اس سے مترشح ہوتا ہے کہ پیر بلخی چنگیزی حملے میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ علاء الدین مسعود شاہ (۶۳۹ھ۔ ۶۴۴ھ/۱۲۴۲ء۔۱۲۴۶ء) کے عہد میں لاہور پر منگولوں کے حملوں میں ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء کو شہید ہوئے۔ جو مذکورہ کتبے کے مطابق درست ہے:

پیر بلخی کا مزار گزر رڑہ (موجودہ کشمیری بازار) میں واقع ہے۔ دہلی دروازے سے سنہری مسجد کی طرف جائیں تو یہ مزار بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔ ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء کو جب نواب سید بھکاری خان نے سنہری مسجد تعمیر کروائی تو مسجد کی زینت بڑھانے کے لئے اس نے بازار سیدھا کروایا (تاریخی مساجد لاہور ص ۱۰۴) تو پیر بلخی کا یہ مزار سرراہ آگیا مزار کا بہت سا حصہ توڑ کر گرا دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس توڑ پھوڑ میں پیر بلخی کے مزار کا اصل کتبہ اتر گیا۔ اور کسی طرح عجائب گھر لاہور میں پہنچا دیا گیا۔

○○○

تصوف فاؤنڈیشن کی زیادہ سے زیادہ کتابیں خریدیئے یہ صدقہ جاریہ ہے
اِن کتابوں کی تمام آمدن صرفِ اشاعت کُتبِ تصوّف پر صرف ہوتی ہے